ماہنامہ

میمن سماج

اردو۔ گجراتی

بانٹوا میمن جماعت کا ترجمان

મેમણ સમાજ

Urdu Gujrati Monthly

June 2022, Zilquad 1443 Hijri

جون 2022ء ذیقعدہ ۱۴۴۳ھ

2 جون 2022ء کو بانٹوا میمن جماعت کا 72 واں یوم تاسیس مبارک ہو

سماجی اور فلاحی خدمات کا روشن اور تابندہ سفر

خصوصی اشاعت

سالگرہ ایڈیشن

بانٹوا میمن برادری اور عوام الناس کی گراں قدر

مخلصانہ خدمات کے لئے ہمہ وقت کوشاں

بانٹوا میمن جماعت بانٹوا سے تعلق رکھنے والے سماجی اور فلاحی اداروں کا ادارہ

موجودہ قیادت میں بانٹوا میمن برادری ترقی اور خوشحالی کی شاہراہ پر گامزن

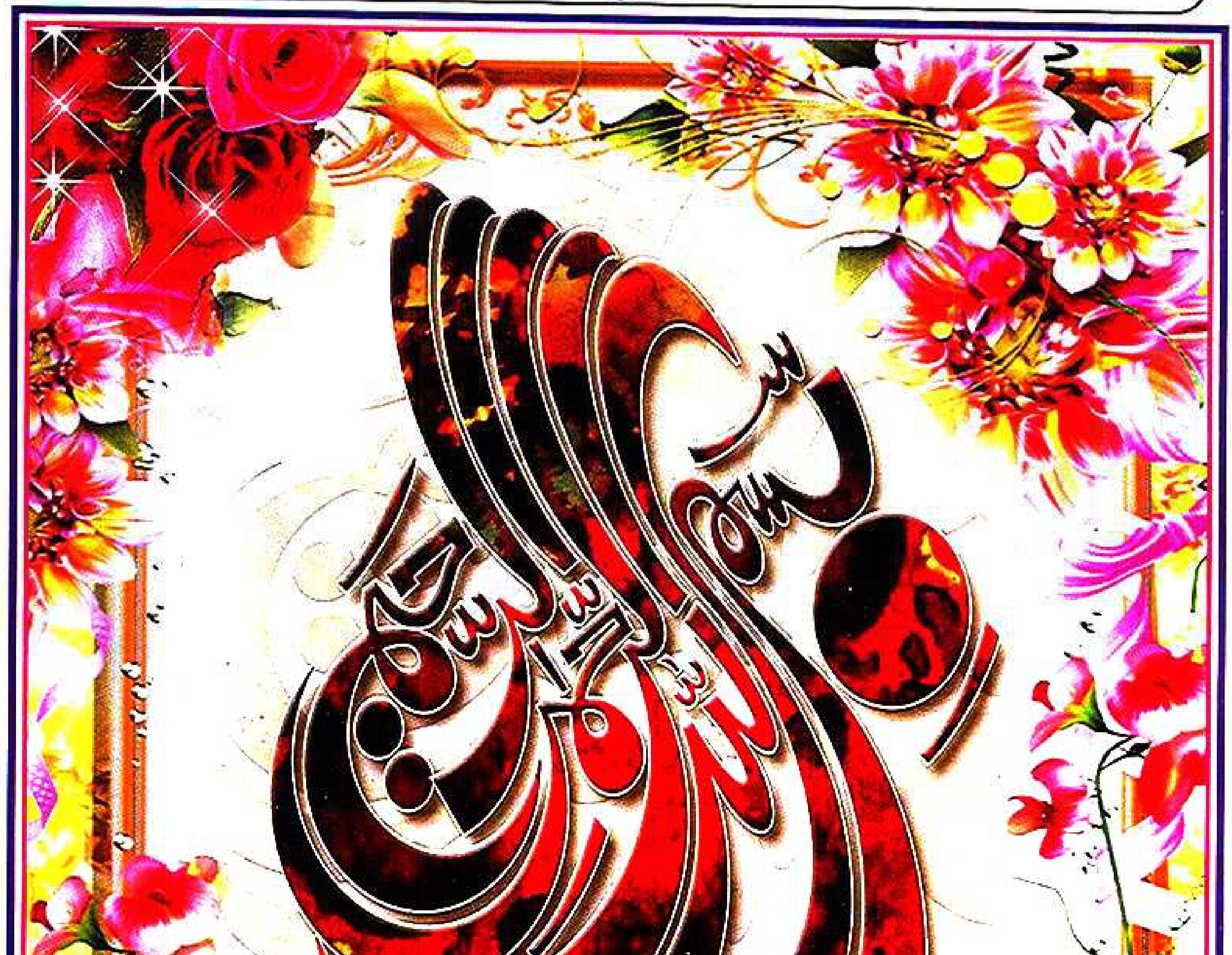
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

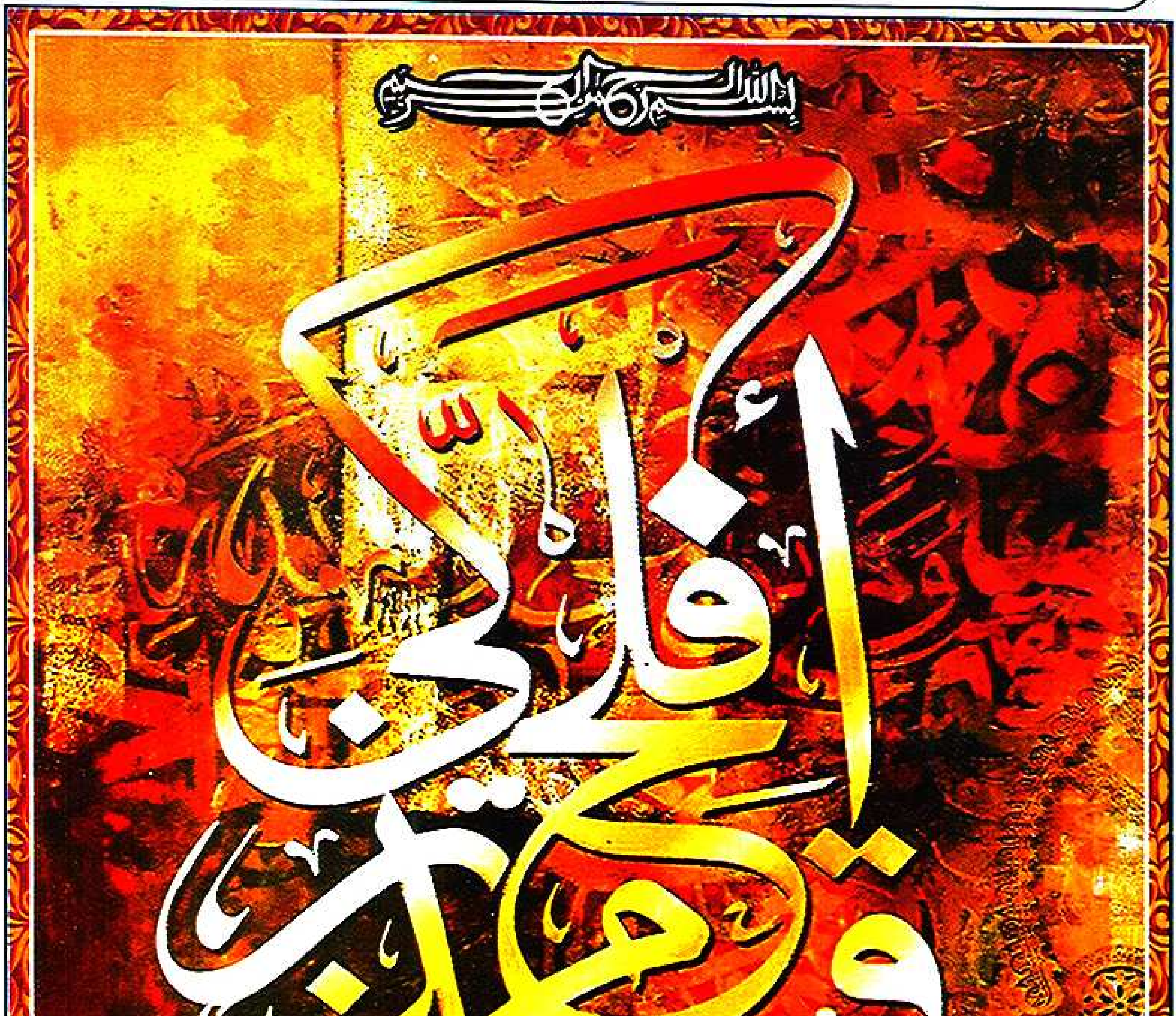
بسم اللہ الرحمن الرحیم
قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی
بے شک جس نے اپنا باطن صاف کرلیا وہ کامیاب ہوگیا
(پارہ ۳۰۔ سورۃ الاعلیٰ ۸۷۔ آیت نمبر ۱۴۔ رکوع ۱۲)

بانٹوا میمن جماعت کا ترجمان

માસિક
મેમણ સમાજ
ઉર્દુ-ગુજરાતી

ماہنامہ میمن سماج کراچی

Monthly
Memon Samaj
Urdu-Gujrati

اردو۔گجراتی

مدیر اعزازی عبدالجبار علی محمد بدو

پبلشر محمد اقبال بلو صدیق آکھاوالا

021-32768214
021-32728397
Website : www.bmjr.net
E-mail: bantvamemonjamat01@gmail.com

جون 2022ء

ذیقعدہ ۱۴۴۳ھ

شمارہ: 06

جلد: 67

فی شمارہ: 50 روپے

- ایک سال کی خریداری (مع ڈاک خرچ): 500 روپے
- پیٹرن (سرپرست) 10,000 روپے
- لائف ممبر: 4000 روپے

زیرِ نگرانی

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

پتہ: بانٹوا میمن جماعت خانہ، ملحقہ حور بائی حاجیانی اسکول، یعقوب خان روڈ، نزد راجہ مینشن، کراچی۔

Regd. No. SS-43

Printed at : City Press Ph: 32438437

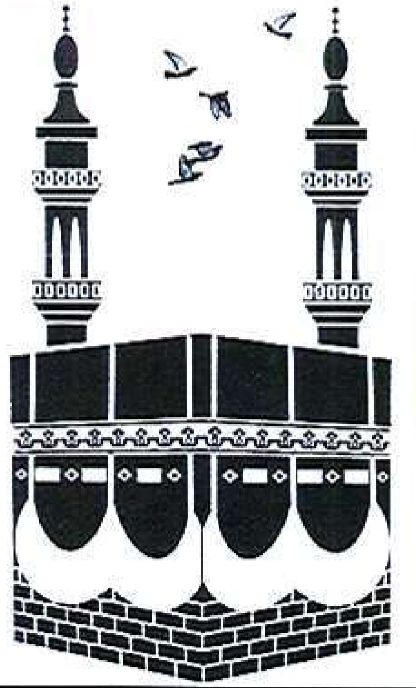

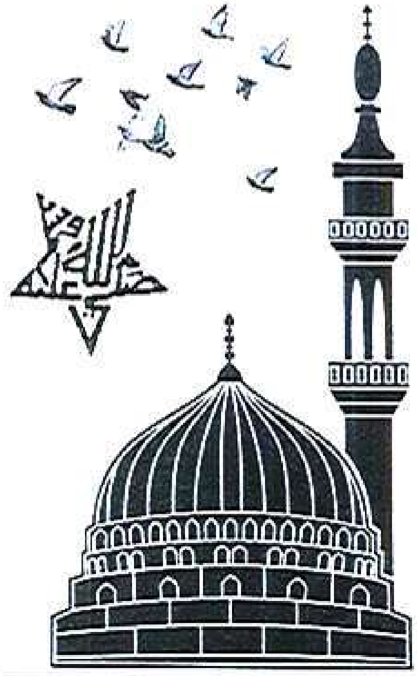

ارشادات رب العالمین

☆ کہہ دیجئے میں ڈرتا ہوں اگر میں نافرمانی کروں اپنے رب کی ایک بڑے دن کے عذاب سے۔ (پارہ ۷۔ سورہ انعام۔ آیت ۱۵)

☆ یہی لوگ ہیں جن کی جزا بخشش ہے۔

(پارہ ۴۔ سورہ آل عمران۔ آیت ۱۳۶)

☆ اور اگر دو گروہ مسلمانوں کے آپس میں لڑیں تو صلح کرادو ان کے درمیان۔ (پارہ ۲۶۔ سورہ الحجرات۔ آیت ۹)

☆ ایک وقت آئے گا آرزو کریں گے وہ لوگ جو کافر ہیں کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ (پارہ ۱۴۔ سورہ الحجرات۔ آیت ۲)

☆ آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور میں نے پوری کردی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا تمہارے لئے دین اسلام۔

(پارہ ۶۔ سورہ مائدہ۔ آیت ۳)

☆ بلاشبہ جو لوگ ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے، ان کے لیے بخشش ہے اور اجر بہت بڑا۔ (پارہ ۲۹۔ سورہ الملک۔ آیت ۱۲)

ارشادات رحمۃ للعالمین

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی کسی قسم کی تکلیف پہنچنے پر موت کی تمنا نہ کرے۔ (متفق علیہ)

☆ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہے۔ (مشکوٰۃ)

☆ جب تمہاری نیکی تمہیں بھلی لگے اور تمہاری برائی تمہیں بری لگے تو سمجھو کہ تم مومن ہو۔ (مشکوٰۃ)

☆ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بیمار کی بیمار پرسی کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو چھڑاؤ۔ (بخاری)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (مسلم)

☆ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انسان اللہ کی رضا کے لیے غصے کا جو گھونٹ پی جاتا ہے وہ اللہ کے نزدیک ہر پینے والی چیز سے افضل ہے۔

اداریہ

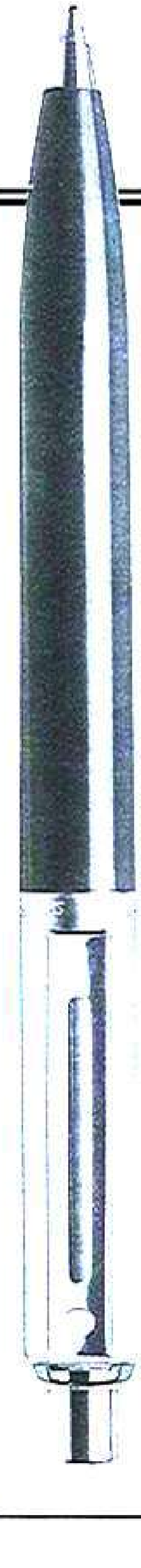

ہمارا مشن اور ہمارا وژن

بانٹوا میمن برادری ترقی، خوشحالی اور کامرانیوں کی طرف گامزن

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کی موجودہ قیادت نے بانٹوا میمن برادری کو ترقی، خوشحالی کی راہ پر اور کامیابیوں و کامرانیوں کی طرف گامزن کر دیا ہے، ضرورت مندوں اور مسائل میں گھرے ہوئے لوگوں کی مالی اعانت میں خاطر خواہ اضافہ موجودہ قیادت کے سنہرے دور کی عکاسی کرتی ہے۔ بانٹوا میمن برادری کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا بانٹوا میمن جماعت کراچی کا سماجی اور فلاحی خدمات کا دائرہ بہت وسیع اور 72 سالہ طویل عرصے پر محیط ہے۔

بانٹوا کسی زمانے میں انڈیا کے صوبے گجرات کاٹھیاواڑ کا ایک چھوٹا سا، پیارا سا، خوبصورت اور پرامن شہر تھا جہاں کی فضاؤں میں پیار محبت اور امن کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ بہ ظاہر یہ سادہ سا شہر تھا جس میں ضروری شہری سہولیات بھی نہ ہونے کے برابر تھیں مگر اس کے لوگ بڑے پیار اور رواداری کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے اور یہاں ہر وقت امن خوش حالی کا بول بالا تھا۔ اس شہر یعنی بانٹوا کو بھارت کی دلہن نگری کہا جاتا تھا قیام پاکستان کے بعد جسے وقت کی ستم ظریفی کھا گئی۔ نہ جانے اس شہر کو کس کی نظر لگ گئی کہ یہ ایسا اجڑا ایسا برباد ہوا کہ پھر نہ بس سکا۔ اسی شہر کے رہنے والے میمن ''بانٹوا میمن'' کہلائے اور یہ برادری بانٹوا میمن برادری کے نام سے مشہور ہوئی۔ آج اس برادری سے تعلق رکھنے والے بے شمار لوگ پاکستان میں آباد ہیں۔ اپنی برادری چونکہ ایک زرخیز برادری ہے جس میں پرخلوص سرگرم محنتی جفاکش اور دولت مند لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے اس لیے یہ برادری مسلسل ترقی کر رہی ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ کرتی رہے گی۔

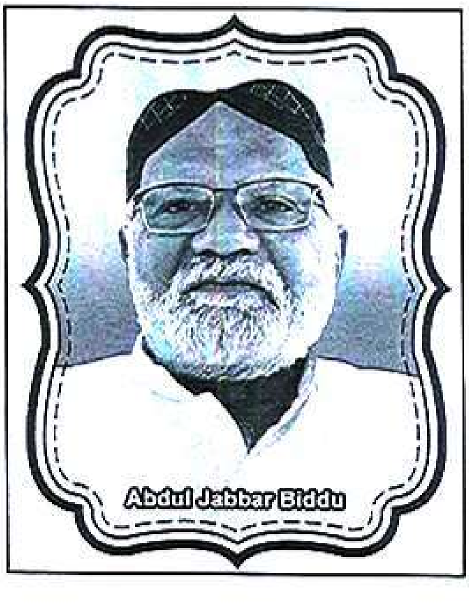

اپنی بانٹوا میمن برادری کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان کی تمام میمن جماعتوں میں سب سے بڑی جماعت ہے۔ بانٹوا میمن برادری کی دیکھ بھال کے لیے

اس برادری کے افراد کی سرپرستی اور راہ نمائی کے لیے بانٹوا کے بزرگوں اور اکابرین نے 2 جون 1950ء کو بانٹوا میمن جماعت کراچی کا قیام عمل میں لے آئے۔ پھر انڈیا سے اس جماعت کے اثاثے کراچی میں نومولود قائم شدہ جماعت کو منتقل کردیے گئے۔ شروع میں جماعت کا دفتر بمبئی بازار میں تھا اور بعد میں اس کے لیے نئی وجدید عمارت تعمیر کی گئی جس میں اس کا دفتر پوری شان اور وقار کے ساتھ کام کرنے لگا۔ اس کے بعد حور بائی حاجیانی گرلز اسکول سے ملحقہ بانٹوا میمن جماعت خانہ ہال (راجہ مینشن) کے ساتھ دفتر 15 دسمبر 2011ء کو منتقل کردیا گیا ہے جو اب بھی یہیں کام کررہا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اپنی جماعت نے اپنے قیام کے بعد سے مسلسل ترقی کی ہے۔ 2 جون 1950ء کو قائم ہونے والی اس فعال جماعت نے اپنی خدمات کے 72 سال مکمل کرلیے ہیں اور اب 73 ویں سال میں قدم رکھ چکی ہے۔

مگر اس کی سرگرمیاں اس کے کام اس کے کارنامے جوان ہیں اور ان میں ہر گزرتے دن ہر گزرتے سال ہر گزرتے ماہ کے ساتھ استحکام پیدا ہورہا ہے استقامت آرہی ہے۔ ہر جماعت کی کامیابی کے پیچھے یقینی طور پر کچھ ایسے مخیر حضرات، سماجی رہنما اور سماجی کارکنان کی کاوشیں کارفرما ہوتی ہیں جو نہ صرف اس کو مستحکم کرتی ہیں بلکہ اس کے سفر کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ایسا ہی بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے ساتھ بھی ہے۔ اس جماعت نے اپنے قیام کے وقت سے ہی بڑے انقلابی اقدامات کیے اور بڑے زبردست قواعد وضوابط وضع کیے۔ مثال کے طور پر یہ جماعت شروع سے ہی برادری میں رائج غلط رسوم ورواج کے خلاف اقدامات کرتی رہی ہے۔ اس جماعت نے گھروں میں ہونے والی رنجشوں (گھریلو تنازعات) ختم کرنے کے لیے بھی منصوبہ بندی کی اور نہ جانے کتنے گھروں کو ٹوٹنے سے بچالیا۔

اپنی جماعت نے چھوٹے تاجروں کو چھوٹے قرضے فراہم کرکے ان کی تجارتی حیثیت مستحکم کی تو ساتھ ہی مستحق طالب علموں کو اسکالرشپس دے کر ان کے لیے اعلیٰ تعلیم کی راہ ہموار کی۔ اس جماعت کی سرپرستی میں اسکول اور کالج تک چلائے جارہے ہیں صرف یہی نہیں اسکولوں، کالجوں اور مدرسوں کے کامیاب طلبہ وطالبات کی حوصلہ افزائی کرنا انہیں انعامات واعزازات سے نوازنا بھی اس جماعت کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی نے بانٹوا میمن برادری کی خواتین کی بہبود ان کی رہنمائی اور ان کی مدد کے لیے بھی متعدد اقدامات کیے۔ شاید یہ اپنی جماعت کی شبانہ روز کوششیں ہی ہیں جن کے باعث بانٹوا میمن برادری مسلسل ترقی کررہی ہے اور اس کے افراد کی خوشحالی کا سفر برابر جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی برادری کو ہمیشہ ہی مخلص قیادت ملی جس نے اپنی ذات کو فراموش کرکے اور اس کے عہدیداران نے اپنے آپ کو بھلا کر اپنی برادری کی فلاح، بہبود اور ترقی کے لیے کام کیے۔

یہی وجہ ہے کہ جماعت مسلسل روشن وتابندہ منزلوں کی طرف بڑھ رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت کی موجودہ باصلاحیت اور فعال قیادت نے بانٹوا میمن برادری کو ترقی، خوشحالی کی راہ پر اور کامیابیوں وکامرانیوں کی طرف گامزن کردیا ہے۔

خدمتی سفر جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ جاری اور ساری رہے گا

نیک خواہشات اور پرخلوص دعاؤں کا طالب

ادنیٰ خادم

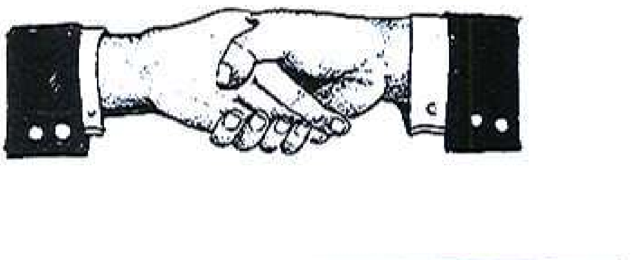

عبدالجبار علی محمد بدو

مدیر اعزازی ماہنامہ میمن سماج کراچی

اُن کی باتوں میں گلوں کی خوشبو

☆ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اسے قیامت کی تنگی سے نجات ملے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست قرض دار کو مہلت دے یا معاف کردے۔

(حضور اکرم ﷺ)

☆ اخلاق یہ ہے کہ اچھے اور نیک کام کرے مگر اس کا بدلہ نہ چاہے۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ)

☆ دعا کی قبولیت کا انحصار خلوص پر ہوتا ہے نہ کہ الفاظ پر۔

(حضرت عمر فاروقؓ)

☆ سب سے بڑا خطاکار وہ ہے جو لوگوں کی برائیاں بیان کرتا پھرے۔ (حضرت عثمان غنیؓ)

☆ سچ ایسی دوا ہے جو چکھنے میں کڑوی لیکن تاثیر میں میٹھی ہے۔

(حضرت علیؓ)

☆ مومن ریشم کی طرح نرم اور فولاد کی طرح سخت ہوتا ہے۔

(علامہ اقبال)

☆ آزادی کی کوئی قیمت نہیں۔ (لیاقت علی خان)

☆ انسان کی عظمت فرشتہ بننے میں نہیں انسان رہنے میں ہے۔

(مولانا الطاف حسین حالی)

☆ عقل مند سوچ کر بولتا ہے اور بے وقوف بول کر سوچتا ہے۔

(حضرت حسن بصریؒ)

☆ محبت وہ پاک جذبہ ہے جس کی عظمت آسمان اور زمین کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ (خلیل جبران)

☆ میں نے عمدہ عمدہ کھانے کھائے اور مزے مزے کی چیزیں پیں لیکن میں نے صبر اور امن سے زیادہ کسی چیز کو لذیذ نہ پایا۔

(خلیفہ مامون رشید)

☆ بری نیت والا وہ شخص ہے جو لوگوں کی برائی تو ظاہر کرے مگر نیکی چھپائے۔ (افلاطون)

☆ دلوں کو فتح کرنے کے لیے تلوار کی نہیں عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔

(شیخ سعدیؒ)

☆ محنت کے بغیر انسان کی زندگی بے مقصد اور بیکار ہے۔ (بقراط)

☆ جس راز کو تم دشمن سے چھپانا چاہتے ہو، اسے دوست پر بھی ظاہر نہ کرو۔ (فارابی)

☆ لوہا صرف لڑائی کے وقت سونے سے بہتر سمجھا جاتا ہے مگر عقل ہر جگہ اور ہر وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ (سقراط)

☆ شکر گزاری نہایت معذب لوگوں کا شیوہ ہے۔ (سموئیل جانسن)

☆ اپنے دشمن کے لیے بھٹی اتنی گرم نہ کرو کہ وہ تمھیں ہی بھون کر رکھ دے۔ (شیکسپیئر)

☆ مشکلات انسان کو اسی طرح تیز بنا دیتی ہیں جس طرح محنت کرنے سے جسم میں پھرتی آجاتی ہے۔ (برٹرینڈ رسل)

☆ خوشی کے پھول سے زیادہ پیار نہ کرو ورنہ اس سے غموں کا رس ٹپکنے لگے گا۔ (رینالڈ)

☆ آغاز کا خیال رکھو انجام خود بخود بہتر ہوگا۔ (الیگزنڈر کلارک)

حمد باری تعالیٰ

مظفر وارثی

آنکھ اٹھے تیرے لئے کھلتے ہیں لب تیرے لئے
میرا جینا میرا مرنا میرے رب تیرے لئے

دائرہ تیری رضا، پرکار میری زندگی
ہر تمنا ہر ارادہ ہر طلب تیرے لئے

کیسے ہوسکتا ہے مجھ سے منحرف اک سانس بھی
وقف میں نے کردیا ہے خود کو جب تیرے لئے

میری باقی عمر کے دن قیمتی ہیں کس قدر
میرا ہر لمحہ بسر ہوتا ہے اب تیرے لئے

روشنی ہو یا اندھیرا تجھ سے میں غافل نہیں
میرا دن تیرے لئے ہے میری شب تیرے لئے

تیرے مداحوں میں شامل ہے مظفر کا بھی نام
اس نے دنیا سے لیا ہے یہ لقب تیرے لئے

رسول مقبول ﷺ

نعت

مظفر وارثی

الہام جامہ ہے ترا قرآن عمامہ ہے ترا
منبر ترا عرش بریں یا رحمۃ العالمین

آئینہ رحمت بدن سانسیں چراغ علم و فن
قرب الٰہی ترا گھر الفقر فخری ترا دھن

خوشبو تری جوئے کرم آنکھیں تری باب حرم
نور ازل تیری جبیں یا رحمۃ العالمین

تری خاموشی بھی اذاں نیندیں بھی تیری رت جگے
تیری حیات پاک کا ہر لمحہ پیغمبر لگے

خیرالبشر رتبہ ترا آواز حق خطبہ ترا
آفاق تیرے سامعین یا رحمۃ العالمین

تو آفتاب غار بھی تو پرچم یلغار بھی
عجز و وفا بھی پیار بھی شہ زور بھی سالار بھی

دعوی ہے تری چاہ کا اس امت گمراہ کا
رب کے سوا کوئی نہیں یا رحمۃ العالمین

ہم سب بانٹوا میمن جماعت کراچی کے عہدیداران اور مجلس عاملہ کے اراکین اور
سب کمیٹیوں کے کنوینز صاحبان کی جانب سے
قیام 2 جون 1950ء سے مسلسل اب تک 2 جون 2022ء تک گران قدر
سماجی اور فلاحی خدمات کا طویل سفر
2 جون 2022ء کو

72 واں یوم تاسیس

کے موقع پر تمام بانٹوا میمن برادری کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں
منجانب : عہدیداران، مجلس عاملہ کے اراکین اور سب کمیٹیوں کے کنوینز صاحبان
آپ کی سپورٹ، تعاون اور دعاؤں کے طالب

☆ جناب محمد حنیف حاجی قاسم مچھیارا کھانانی
صدر

☆ جناب نجیب عبدالعزیز بالاگام والا
سینئر نائب صدر اول

☆ جناب محمد یونس عبدالستار بگسرا
سینئر نائب صدر دوم

☆ جناب محمد اعجاز رحمت اللہ بھرم چاری
جونیئر نائب صدر اول

☆ جناب سکندر محمد صدیق اگر
جونیئر نائب صدر دوم

☆ جناب انور حاجی قاسم محمد کاپڑیا
اعزازی جنرل سیکریٹری

☆ جناب فیصل محمد یعقوب دیوان
جوائنٹ سیکریٹری اول

☆ جناب محمد شہزاد ایم ہارون کوٹھاری
جوائنٹ سیکریٹری دوم

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

دلی مبارک باد

جناب عارف بالاگام والا نے
"لندن ورلڈ اسٹیمپ نمائش 2022ء"
میں گولڈ میڈل جیت لیا
75 سالوں میں دنیا بھر میں پہلی بار
کسی پاکستانی نے لندن نمائش میں
یہ اعزاز حاصل کیا

پاکستان نے برطانیہ میں منعقد ہونے والی ٹکٹوں کی بین الاقوامی نمائش لندن 2022ء میں گولڈ میڈل حاصل کیا ہے۔ پاکستان کے معروف تاجر اور فلاٹیلسٹ (Philatelist)، سابق چیئرمین کراچی چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی ڈپلومیٹک سب کمیٹی اور پاکستان کیمیکلز اینڈ ڈائز مرچنٹس ایسوسی ایشن کے سابق چیئرمین جناب محمد عارف بالاگام والا (تمغہ امتیاز) نے پاکستان کے بارے میں نایاب ٹکٹ کلیکشن کی وسیع رینج پیش کی۔

برطانیہ کے کیپٹل لندن کے بزنس سینٹر میں منعقدہ یہ نمائش 19 فروری 2022ء کو شروع ہوئی۔ یہ نمائش دس سال کے وقفے سے منعقد ہوتی ہے۔ جناب عارف بالاگام والا نے دنیا بھر میں پاکستان کے بارے میں ہونے والی ٹکٹوں کی نمائش (1947ء سے 1949ء) میں اپنی شاندار کلیکشن کی بدولت گولڈ میڈل حاصل کر کے پہلا پاکستانی ہونے کا منفرد اعزاز حاصل کیا جو اس سے پہلے گذشتہ 75 سالوں میں آج تک کسی نے یہ اعزاز حاصل نہیں کیا۔

لندن 2022ء میں گولڈ میڈل ونر جناب محمد عارف بالاگام والا (تمغہ امتیاز) نے اپنی کامیابی کو وطن عزیز پاکستان کے نام کرتے ہوئے کہا کہ وہ بہت فخر محسوس کر رہے ہیں اور انہیں اپنے ملک پر فخر ہے جس نے انہیں آج یہ مقام دیا۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ پاکستان کا نام روشن کرنے کے لیے آئندہ بھی کوشش جاری رکھیں گے اور پاکستان کا سافٹ امیج دنیا کے سامنے اجاگر کریں گے۔

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے معزز عہدیداران، مجلس عاملہ کے اراکین اور
سب کمیٹیوں کے کنوینر صاحبان کی جانب سے دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

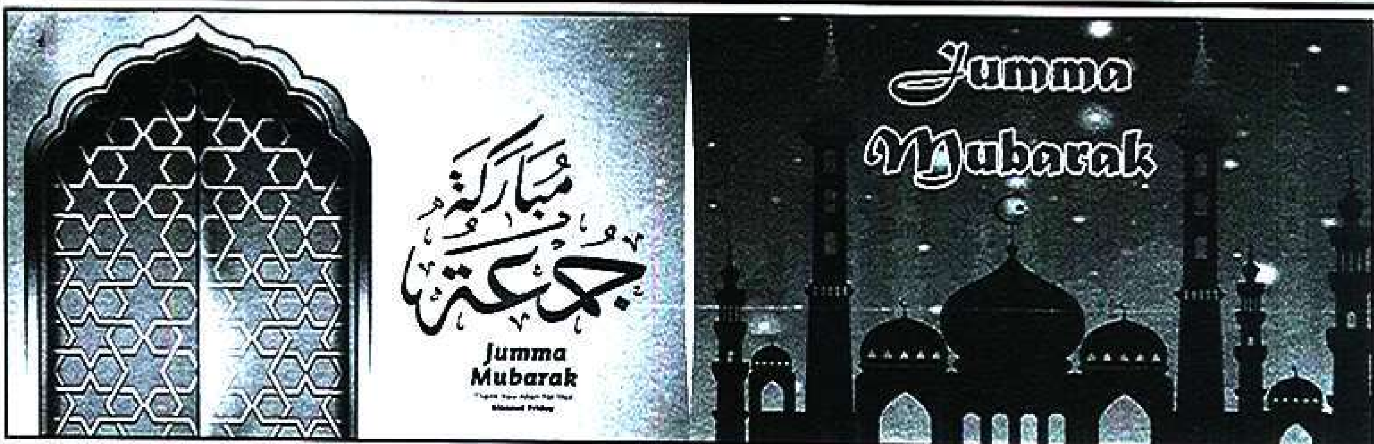

روشن دن

جمعۃ المبارک

ممتاز عالم دین اور مفسر قرآن مولانا احتشام الحق تھانوی کی اہم تحریر

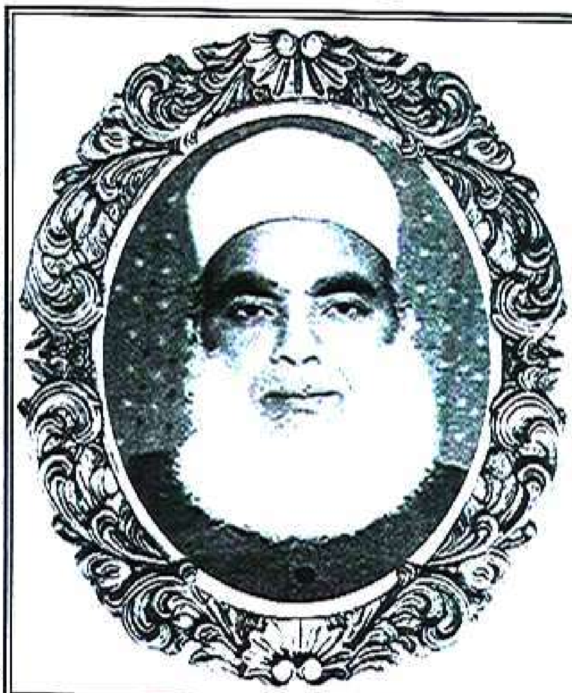

Late Maulana Ehtiram-ul-Haq Thanvi

اسلام میں جمعہ کا دن امتیازی شان کا مالک ہے۔ اس دن مسلمان مرکزی مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے ایک جگہ جمع ہونے کی بنا پر ہی اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پہلے اہل عرب اس یوم عروبہ کہتے تھے۔ یہود نے ہفتے کے دن کو اپنی عبادت کے لئے خاص کر رکھا تھا۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دی تھی۔ وہ اس دن کو "یوم السبت" کہتے تھے۔ عیسائیوں نے یہودیوں کی نقل میں اتوار کا دن مقرر کرلیا حالانکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اسلام نے یہودیوں اور عیسائیوں سے اپنی ملت کو ممتاز و منفرد کرنے کے لئے ان دونوں کو چھوڑ کر جمعۃ المبارک کو اختیار کیا۔

جمعہ کا دن سارے دنوں سے افضل ہے۔ ایک بار جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مسلمانو! یہ وہ دن ہے جس کو اللہ نے تمہارے لئے عید کا دن قرار دیا ہے لہٰذا تم اس دن غسل کرو اور جسے خوشبو میسر ہو تو وہ اس کو استعمال کرے اور دیکھو مسواک ضرور کیا کرو۔"

حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کا دن روشن دن ہوتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن کی برکتوں سے حقیقت میں وہی مومن مالا مال ہوتا ہے جو اس کا انتظار کرتا ہے۔ اس سے غفلت برتنے والا بہت بدنصیب ہے جسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ جمعہ کب

آیا اور کب گیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے کچھ پہلے جمعہ کے فرض ہونے کا حکم نازل ہو چکا تھا مگر مکہ میں حالات ایسے تھے کہ اس اجتماعی عبادت کا کرنا ممکن نہ تھا۔ البتہ جو لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے ان کے لئے حضور اکرم ﷺ نے یہ حکم لکھ بھیجا تھا کہ وہ وہاں جمعہ قائم کریں۔ چنانچہ یہ حکم پا کر حضرت مصعب بن عمیرؓ نے بارہ افراد کے ساتھ مدینے میں پہلا جمعہ پڑھا اور پھر جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو راستے میں بنی سالم بن عوف کے مقام پر پہلا جمعہ ادا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو"

اس نماز کے لئے رسول اکرم ﷺ نے زوال کے بعد کا وقت مقرر فرمایا تھا یعنی وہ وقت جو ظہر کی نماز کا وقت ہے۔ آپ ﷺ نے مصعب بن عمیرؓ کو جو تحریری حکم بھیجا تھا اس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "جب جمعہ کے روز دن نصف النہار سے ڈھل جائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ کے حضور تقرب (نزدیکی) حاصل کرو۔"

حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ "تمہارے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے حکم کی رو سے مسافر کی نماز دو رکعت ہے۔ فجر کی نماز دو رکعت اور جمعہ کی نماز دو رکعت ہے۔ یہ پوری نماز ہے، قصر نہیں ہے اور جمعہ کو خطبے کی خاطر ہی مختصر کیا گیا ہے۔"

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز ملائکہ مسجد میں ہر آنے والے کا نام لکھتے جاتے ہیں۔ جب امام خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو نام لکھنا بند کر دیتے ہیں اور ذکر یعنی خطبہ سننے میں لگ جاتے ہیں۔

خطیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے۔ رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجے، شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی تلقین کرے، مسلمانوں کو ان کے دینی فرائض یاد دلائے، دین کی روشنی میں اپنے مسائل کو حل کرنے کی ہدایت کرے، اچھی باتیں اختیار کرنے کی ترغیب دے، بری باتوں سے روکے اور اس طرح ایمان والوں میں بھائی چارے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور اتفاق و اتحاد سے رہنے کی تلقین کرے۔

سورۃ جمعہ کی آیت میں یہ جو فرمایا کہ "اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو" تو اس کا مطلب ہے کہ مومن مسجد میں جلد آنے کی کوشش کرے اور خرید و فروخت چھوڑنے کا مفہوم یہ ہے کہ مومن اپنی مصروفیت خواہ کسی قسم کی بھی ہو اسے ترک کر کے اللہ کے گھر کا رخ کرے اور جب نماز سے فارغ ہو تو پھر رزق کی دوڑ دھوپ میں لگ جائے۔ ایسا کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔

جمعہ کی نماز سے پہلے جب خطیب خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہو جائے تو مکمل خاموشی اختیار کی جائے۔ خطبے کے دوران گفتگو کرنا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا جائز نہیں، اس سے خطبہ سننے میں خلل پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اس وقت گفتگو کرتا ہے جب خطیب خطبہ دے رہا ہو تو اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں لادے ہوئے ہو اور جو شخص خطبے کے دوران دوسرے سے کہے کہ چپ رہو، اس کا جمعہ نہیں ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جمعہ کی نماز با جماعت ہر مسلمان پر فرض ہے، سوائے غلام، عورت، بچے اور بیمار کے۔" فرمایا "جو کسی

معذوری اور ضرورت کے بغیر جمعہ چھوڑ دے، اس کا نام منافق کی حیثیت سے اس کتاب میں لکھ دیا جائے گا جس کا لکھا نہ مٹایا جا سکتا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے۔"

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کو ممبر پر یہ فرماتے سنا "لوگوں کو چاہیئے کہ وہ جمعہ کی نماز ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر وہ غفلت میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

جمعہ کے دن صاف ستھرا اور پاکیزہ لباس پہننا، خوشبو لگانا اور طہارت کا اہتمام کرنا سنت ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "جو شخص جمعہ کے دن نہائے، اچھے کپڑے پہنے اور اگر میسر ہو تو خوشبو لگائے اور جمعہ کی نماز کے لئے آئے اور لوگوں کی گردنوں پر سے نہ پھلانگے، پھر کچھ نماز (تحیۃ المسجد) پڑھے جو اللہ نے اس کے مقدر میں لکھ دی ہے اور امام کے آنے سے نماز کے ختم ہونے تک خاموش رہے تو اس کے اس عمل سے ان سارے گناہوں کی تلافی ہو جائے گی جو پچھلے جمعہ سے اس جمعہ تک اس سے سرزد ہوئے تھے۔

منگنی کے موقع پر لڑکی والوں پر ناجائز بوجھ نہ ڈالا جائے

باٹوا میمن جماعت کی بچیوں کے نکاح کے موقع پر لڑکے والوں کی طرف سے نکاح کے موقع پر تین سے چار (چند) افراد کا یہ سلسلہ کئی سالوں تک جاری رہا۔ پھر رفتہ رفتہ اچانک دلالنوں کے کہنے اور حوصلہ افزائی پر نت نئے رواجوں کی ترغیب نے جنم لیا ہے۔ دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے جو بے حد تشویشناک بات ہے۔ موجودہ مشکل حالات میں بھی نکاح کے وقت لڑکے والوں کی طرف سے سو سے زائد افراد کھانے پر جاتے ہیں اور شادی ہالوں میں بھی چار سے پانچ سو افراد پر مشتمل افراد کھانے پر بلوائے جاتے ہیں، یہ روش مناسب نہیں۔

جماعت کے عہدیداران اور مجلس عاملہ کے اراکین کی جانب سے برادری کو سخت تاکید کی جاتی ہے۔ موجودہ پریشان کن حالات کے سبب مذکورہ غلط رسم و رواج کا خاتمہ بے حد ضروری ہے ہم آپ سے عمل درآمد کرنے کی امید کرتے ہیں۔ ورنہ جماعت کے قوانین پر سختی سے عمل کرایا جائے گا۔

نیک خواہشات کے ساتھ

کنوینر غلط رسم و رواج خاتمہ کمیٹی

باٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام

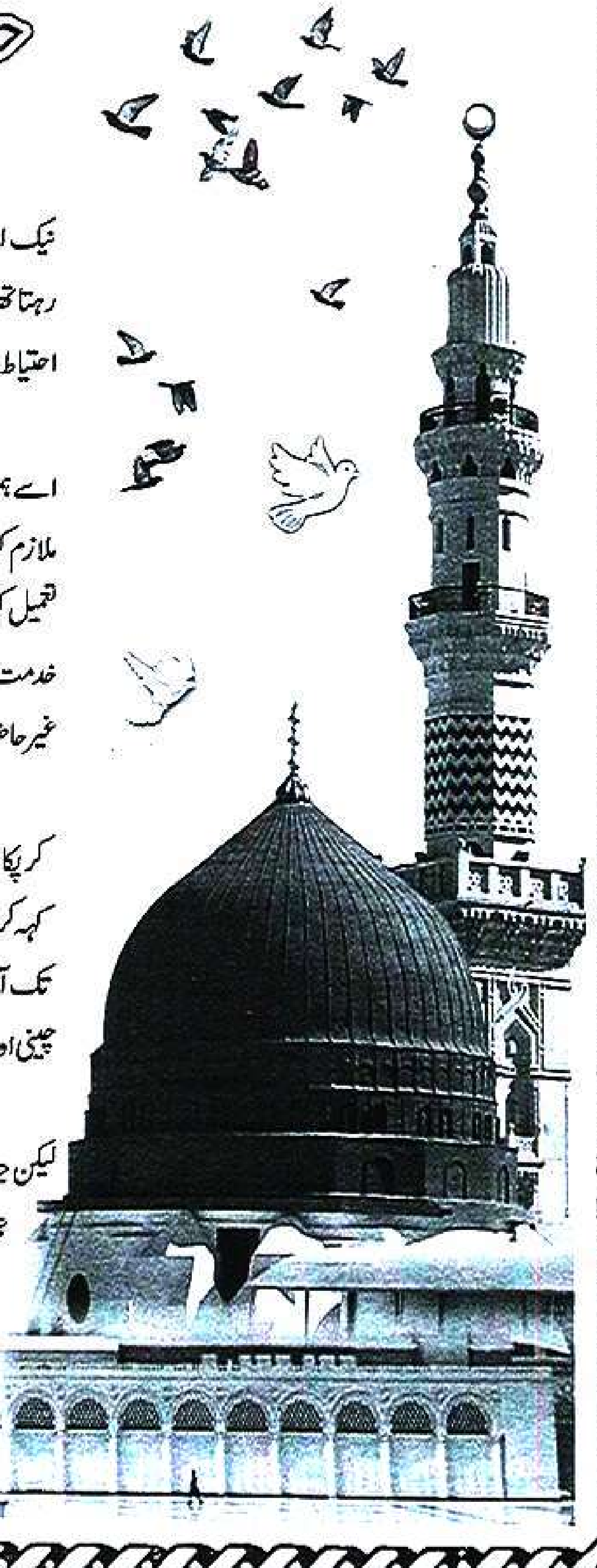

شمس الدین التمش کا بیٹا سلطان ناصرالدین محمود بڑا نیک اور دین دار انسان تھا۔ ہر وقت رسول ﷺ کی محبت میں غرق رہتا تھا۔ وہ اپنی زبان پر رسول اللہ ﷺ اسم مبارک لانے میں بڑی احتیاط سے کام لیتا تھا۔

سلطان محمود کے ایک خاص ملازم کا نام ”محمد“ تھا۔ سلطان اسے ہمیشہ اسی نام سے پکارتا تھا۔ ایک روز سلطان نے اپنے خاص ملازم کو محمد کے بجائے تاج الدین کہہ کر پکارا۔ وہ آیا اور شاہی حکم کی تعمیل کر کے گھر چلا گیا۔ اس کے بعد وہ تین دن تک سلطان محمود کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ اس پر سلطان نے اسے گھر سے بلوایا اور غیر حاضری کا سبب معلوم کیا۔

اس نے عرض کی: ”سلطان معظم! آپ مجھے ہمیشہ محمد کہہ کر پکارتے تھے۔ اس دن جب خلاف معمول آپ نے تاج الدین کہہ کر پکارا تو میں سمجھا کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں، اسی لیے تین دن تک آپ کو اپنی صورت نہ دکھائی اور یہ تین روز میں نے بڑی بے چینی اور بے قراری میں گزارے ہیں۔“

سلطان نے اس سے کہا: ”میں تم سے ناراض نہیں ہوں لیکن جب میں نے تم کو تاج الدین کہہ کر پکارا اس وقت میں باوضو نہ تھا۔ مجھے شرم آتی تھی کہ محمد کا پیارا نام بے وضو لوں۔“

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

قائم شدہ : 2 جون 1950ء جمعة المبارک

تحقیق و تحریر : کھتری عصمت علی پٹیل، سینئر ریسرچ اسکالر اور مورخ

بانٹوا میمن جماعت کے 2 جون 1950ء سے لے کر اب تک جون 2022ء کے مخلصانہ خدمات انجام دینے والے معزز و محترم صدور صاحبان اور محترم و مکرم اعزازی جنرل سیکریٹری صاحبان کے اسمائے گرامی مدت بلحاظ سن وائز

جناب محترم صدور صاحبان	سال (مدت)	جناب محترم اعزازی جنرل سیکریٹری صاحبان
1- حاجی عمر حاجی حبیب	1950-51ء	حاجی یوسف حاجی ابراہیم ڈونگر گڈھ والا
2- حاجی رحمت اللہ قاسم ناکراوالا	1951-52ء	حاجی حبیب حاجی شریف جانگڑا
3- حاجی عبدالرحمٰن دادا	1952-53ء	حاجی محمد عمر حاجی حبیب بندھانی
4- حاجی عمر ایچ حبیب بندھانی	1953-54ء	حاجی عثمان اے غنی/ حاجی آدم بلو
5- سیٹھ حسین قاسم دادا	1954-55ء	حاجی آدم عبدالغنی بلو
6- حاجی آدم پیر محمد جانگڑا	1955-56ء	حاجی سلیمان کریم کوڈواوی
7- سیٹھ احمد داؤد گاندھی	1956-57ء	حاجی سلیمان کریم کوڈواوی
8- جان محمد داؤد کوڈواوالا ایڈووکیٹ	1957-58ء	حاجی عبدالکریم بکھر
9- سیٹھ حسین قاسم دادا	1958-59ء	حاجی عبدالکریم بکھر
10- جان محمد داؤد کوڈواوالا ایڈووکیٹ	1959-60ء	حاجی عبدالکریم محمد جانگڑا
11- حاجی عبدالرحمٰن قاسم دادا	1960-61ء	حاجی رحمت اللہ حاجی عبدالکریم بالاگام والا
12- حاجی ابراہیم عبداللطیف دوجکی	1961-62ء	حاجی عبدالکریم محمد جانگڑا
13- حاجی ابراہیم عبداللطیف دوجکی	1962-63ء	حاجی عبدالکریم محمد جانگڑا
14- سیٹھ قاسم حسین دادا	1963-64ء	حاجی موسیٰ حاجی ولی محمد لوائی
15- حاجی عبدالغنی حبیب کلکتہ والا	1964-65ء	حاجی عمر عبدالشکور پوٹھیا والا
16- سیٹھ احمد داؤد گاندھی	1965-66ء	حاجی رحمت اللہ حاجی عبدالکریم بالاگام والا
17- سیٹھ صدیق حاجی آدم جانگڑا	1966-67ء	حاجی موسیٰ حاجی ولی محمد لوائی
18- حاجی عبدالغنی حبیب کلکتہ والا	1967-68ء	حاجی رحمت اللہ عبدالغنی ہاشم جانگڑا
[illegible]	1968-69	حاجی رحمت اللہ حاجی عبدالکریم بالاگام والا

20-حاجی عبدالغنی حبیب کلکتہ والا	1969-70ء	حاجی یوسف علی محمد محنتی
21- سیٹھ احمد داؤد گاندھی	1970-71ء	ڈاکٹر حاجی سلیمان عبدالغنی بلو
22- سیٹھ قاسم حسین دادا	1971-72ء	ڈاکٹر حاجی سلیمان عبدالغنی بلو
23-حاجی صدیق حاجی آدم جانگڑا	1972-73ء	حاجی یوسف علی محمد محنتی
24-حاجی عبدالغنی حبیب کلکتہ والا	1973-74ء	حاجی نور محمد ایدھی (درویش)
25- سیٹھ احمد داؤد گاندھی	1974-75ء	// // //
26- سیٹھ قاسم حسین دادا	1975-76ء	// // //
27- سیٹھ احمد داؤد گاندھی	1976-77ء	جناب پیر محمد اباعمر کالیا
28-حاجی عبدالغنی حبیب کلکتہ والا	1977-78ء	// // //
29- سیٹھ حاجی صدیق ایچ آدم جانگڑا	1978-79ء	// // //
30-حاجی عبدالشکور طیب بلوانی	1979-80ء	// // //
31-حاجی عبدالشکور طیب بلوانی	1980-81ء	// // //
32- سیٹھ احمد داؤد گاندھی	1981-82ء	// // //
33-حاجی قاسم ایچ اے ستار کھانانی (مچھیارا)	1982-83ء	حاجی اسماعیل عیسیٰ پولانی
34- سیٹھ احمد داؤد گاندھی	1983-84ء	// // //
35-جناب پیر محمد اباعمر کالیا	1984-85ء	// // //
36-حاجی شریف طیب بلوانی	1985-86ء	// // //
37-حاجی قاسم ایچ اے ستار کھانانی (مچھیارا)	1986-87ء	حاجی اسماعیل عیسیٰ پولانی/ جناب حسین وھامیا
38-حاجی اے عزیز رحمت اللہ اے کریم کایا	1987-88ء	حاجی عبدالعزیز طیب جانگڑا
39-جناب پیر محمد اباعمر کالیا	1988-89ء	// // //
40-حاجی شریف طیب بلوانی	1989-90ء	حاجی عبدالغنی آدم کھانانی
41-حاجی قاسم عبدالستار کھانانی (مچھیارا)	1990-91ء	// // //
42- سیٹھ قاسم حسین دادا	1991-92ء	حاجی عبداللطیف سلیمان مون
43-حاجی شریف طیب بلوانی	1992-93ء	حاجی امان اللہ رحمت اللہ شیخا/ حاجی عبدالستار الاناڈوائی
44-حاجی قاسم عبدالستار کھانانی (مچھیارا)	1993-94ء	حاجی عبدالعزیز طیب جانگڑا
45- سیٹھ قاسم حسین دادا	1994-95ء	حاجی عبدالعزیز طیب جانگڑا/ حاجی اباعمر عبدالکریم جمال

46-جناب پیر محمد ابا عمر کالیا	1995-96ء	حاجی عبدالرحیم اسماعیل مائے منی
47-حاجی عبدالعزیز عیسیٰ بھرم چاری	1996-97ء	کنوینز ایڈہاک کمیٹی حاجی عیسیٰ حاجی سلیمان ڈنڈیا (مرحوم)
48-حاجی عبدالمجید عبداللہ وڈالا والا	1997-98ء	〃 〃 〃
49-الحاج محمد صدیق عبدالرحمٰن پولانی	1998-99ء	حاجی عبدالرحیم اسماعیل مائے منی
50-جناب پیر محمد ابا عمر کالیا	1999-2000ء	حاجی یعقوب حبیب گنگ
51-حاجی شریف طیب بلوانی	2000-2001ء	جناب عبدالغنی رحمت اللہ کھانانی
52-حاجی عبدالغفار عثمان نوٹانکیا	2001-2002ء	حاجی عبدالعزیز طیب جانگڑا
53-جناب پیر محمد ابا عمر کالیا	2002-2003ء	حاجی عبدالغفار عبدالشکور نی نی
54-الحاج محمد صدیق عبدالرحمٰن پولانی	2003-2004ء	حاجی عبدالستار الانہ اڈوانی
55-حاجی قاسم عبدالستار کھانانی (مچھیارا)	2004-2005ء	〃 〃 〃
56-جناب احمد جعفر کوڑیا	2005-2006ء	〃 〃 〃
57-جناب محمد حنیف حاجی قاسم مچھیارا	2006-2007ء	حاجی عبدالرحیم اسماعیل مائے منی
58-جناب احمد جعفر عبدالستار کوڑیا	2007-2008ء	جناب محمد یونس عبدالستار بکسرا
59-الحاج محمد صدیق عبدالرحمٰن پولانی	2008-2009ء	حاجی عبدالغنی حاجی سلیمان بھنگڑا
60-جناب محمد حنیف حاجی قاسم مچھیارا	2009-2010ء	〃 〃 〃
61- 〃 〃 〃	2010-2011ء	〃 〃 〃
62-جناب عبدالوہاب الحاج محمد صدیق پولانی	2011-2012ء	〃 〃 〃
63-جناب عثمان (ایم رفیق) بلوانی	2012-2013ء	〃 〃 〃
64-جناب عبدالوہاب الحاج محمد صدیق پولانی	2013-2014ء	〃 〃 〃
65-جناب احمد جعفر عبدالستار اے شکور کوڑیا	2014-2015ء	〃 〃 〃
66-جناب احمد جعفر عبدالستار اے شکور کوڑیا	2015-2016ء	〃 〃 〃
67-جناب عثمان (محمد رفیق) حبیب طیب بلوانی	2016-2017ء	〃 〃 〃
68-جناب آصف امان اللہ ایچ عیسیٰ کھانانی	2017-2018ء	جناب عبدالرؤف اسمٰعیل ایچ یوسف محنتی
69-جناب محمد حنیف حاجی قاسم کھانانی (مچھیارا)	2018-2019ء	جناب انور حاجی قاسم محمد کاپڑیا
70-جناب محمد سلیم محمد صدیق بکیا	2019-2020ء	جناب انور حاجی قاسم محمد کاپڑیا
71-جناب نجیب عزیز بالاگام والا	2020-2021ء	جناب انور حاجی قاسم محمد کاپڑیا
72-جناب محمد حنیف حاجی قاسم کھانانی (مچھیارا)	2021-2022ء	جناب انور حاجی قاسم محمد کاپڑیا

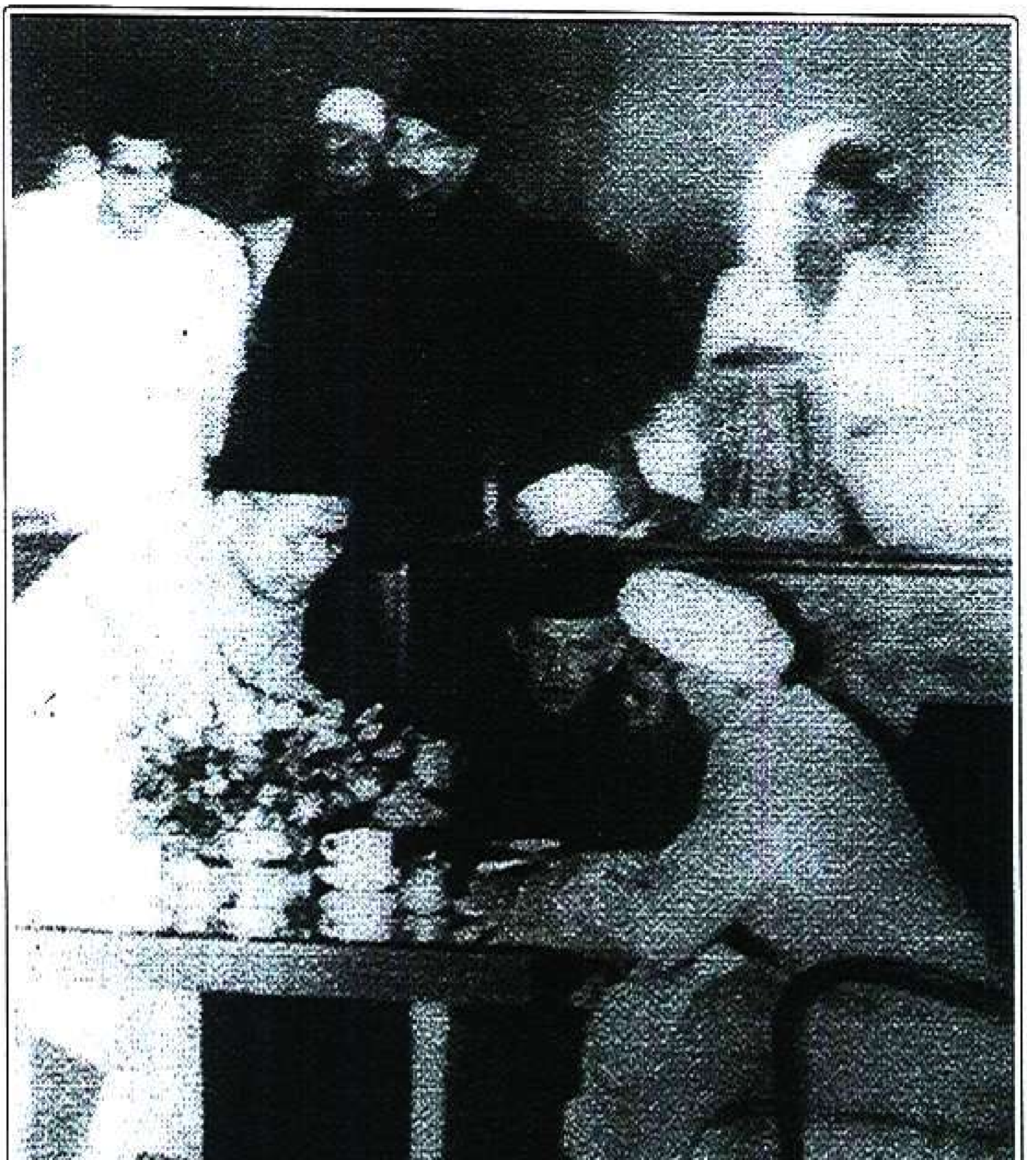

بانٹوا میں مسلم لیگ فنڈ ریزنگ کے موقع پر نامور میمن سماجی رہنما

سلیمان پیر محمد دیوان قائداعظم محمد علی جناح

کو نوٹوں سے بھرا بیگ پیش کر رہے ہیں

آزادی بڑی نعمت ہے

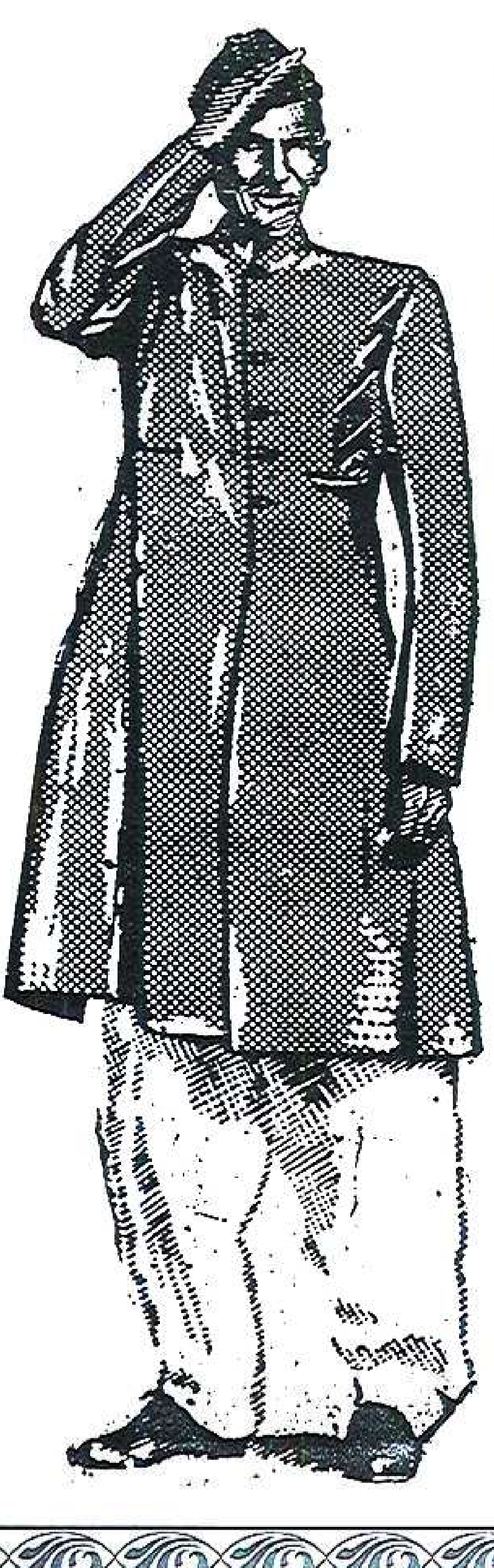

دس سال کی عمر میں قائداعظم ایک گلی میں جارہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص پنجرے میں بند کچھ پرندے لیے جارہا ہے۔ پرندے پنجرے میں اڑنے کی کوشش کرتے اور مایوس ہوجاتے۔ قائداعظم کو ان پر بڑا ترس آیا۔ آپ اس شخص کے پاس گئے اور کہا: ”تم نے ان پرندوں کو کیوں قید کر رکھا ہے؟“

اس شخص نے کہا: ”میں ان کو بیچ کر پیسے کماؤں گا۔“

یہ سن کر قائداعظم نے کہا: ”تم ان کو آزاد کردو۔“

اس نے جواب دیا: ”میں نے ان کو بڑی مشکل سے پکڑا ہے اور اب ان کو کیسے چھوڑ دوں؟“

آپ نے کہا تم یہیں ٹھہرو، میں ان کو خریدوں گا۔ یہ کہہ کر قائداعظم گھر چلے گئے اور واپس آکر اس سے تمام پرندے خرید کر اسی وقت آزاد کردیے۔ وہ شخص حیران ہوا کہ اتنا چھوٹا سا بچہ انہیں اپنے پاس رکھنے کے بجائے آزاد کررہا ہے۔ اس نے قائداعظم سے پوچھا کہ ”تم نے ایسا کیوں کیا؟“

قائداعظم نے جواب دیا کہ تم نہیں جانتے کہ آزادی کتنی بڑی نعمت ہے۔ اگر ان پرندوں کی جگہ تم خود قید ہوتے تو تم پر کیا گزرتی، اس کا اندازہ تم خود لگا سکتے ہو۔ قائداعظم کی یہ بات سن کر وہ شخص حیران ہوا کہ اتنا چھوٹا سا بچہ اتنی اچھی باتیں کرسکتا ہے۔ قائداعظم کو بچپن ہی سے آزادی سے پیار تھا۔

راجکوٹ میں منعقدہ پہلی میمن کانفرنس

جب سر آدم جی رو پڑے

اکتوبر 1931ء میں راجکوٹ میں منعقدہ پہلی میمن کانفرنس کے وقت کا واقعہ ہے۔ برادری کے پہلے بیرسٹر عبدالستار ولی نے یہ قرارداد پیش کی: ’’سیٹھ شاہی کا خاتمہ کیا جائے اور انتخاب بیلٹ کے ذریعے کیا جائے۔‘‘ مسٹر عبدالستار ولی کے طرز تکلم اور استدلال سے سب متاثر ہوئے۔ خوب تالیاں پیٹی گئیں اور قرارداد منظور ہونے والی تھی کہ مسٹر روکڑیا اور مسٹر سوبانی نے قرارداد کی مخالفت کی اور کہا: ’’اگر مسٹر ولی نے اپنی قرارداد واپس نہ لی تو ہم واک آؤٹ کریں گے۔‘‘ ان الفاظ کا مطلوبہ تاثر مرتب نہ ہوا کیونکہ مسٹر ولی کی قرارداد کے حامیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قرارداد اکثریت کی رائے سے پاس ہو جائے گی۔ پہلی کانفرنس میں رخنہ پڑنے کا امکان تھا۔ مرحوم آدم جی نے کانفرنس کو بچانے کے لئے مسٹر ولی سے التماس کیا کہ وہ قرارداد واپس لے لیں بہت سمجھایا لیکن مسٹر ولی آمادہ نہ ہوئے۔ آدم جی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ سب نے ان کو روتے ہوئے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ ان کے آنسو دیکھ کر مسٹر ولی کا دل بھی پگھل گیا اور انہوں نے قرارداد واپس لے لی۔

ماخوذ: مجلہ آدم جی آورش 1972ء

بانٹوا میمن برادری کے ذہنی وفکری ارتقاء اور ترقی اور خوشحالی کا طویل خدمتی سفر

2 جون 2022ء کو 72 واں یوم تاسیس

جمعۃ المبارک 2 جون 1950ء جب بانٹوا میمن جماعت کراچی کا قیام عمل میں آیا

موجودہ قیادت سماجی، فلاحی، اصلاحی اور معاشی مسائل حل کرنے میں مصروف عمل

سینئر قلمکار اور ریسرچ اسکالر کھتری عصمت علی پٹیل کے قلم سے

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی ایک ایسی خدمتی جماعت ہے جس نے سروسز فراہم کرنے اور عوام الناس کی خدمت میں نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ جن کا برادری میں کوئی ثانی نہیں ملتا۔ اس جماعت کو شروع سے ہی نیک دل، پرخلوص، لگن والے، دین دار اور صاحب دل اور مخیر حضرات کا تعاون ملا۔ انہی حضرات نے اپنے دلی جذبے کے تحت 2 جون 1950ء کو بے لوث اور مخلصانہ خدمات انجام دینے والی بانٹوا میمن جماعت کراچی کو قائم کرکے ایک ایسا کارنامہ انجام دے ڈالا جس پر آنے والی تاریخ، آنے والی نسلیں اور پوری بانٹوا میمن قوم ناز کرتی رہے گی۔

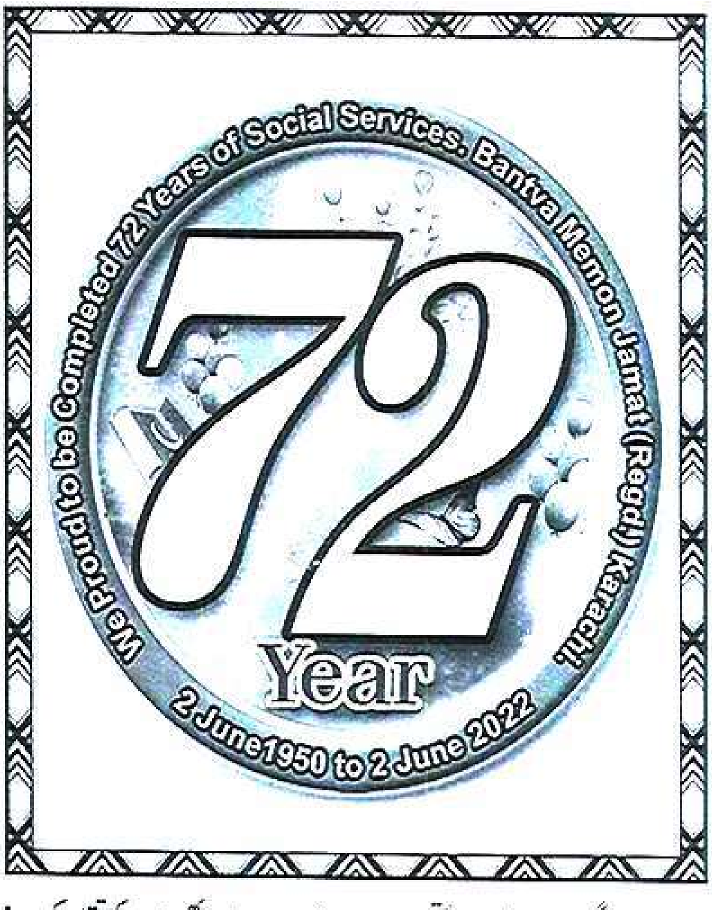

قوم کے بزرگوں، دوستوں اور ہمدردوں نے قوم کو ایک ایسا سائبان اس تاریخی دن فراہم کیا تھا جس کی چھت تلے پوری قوم اور پوری برادری ہر طرح کے دکھ اور تکلیف سے محفوظ ہوگئی تھی۔ اس چھت، اس سائبان اور اس پلیٹ فارم نے ہر سطح پر برادری کی خدمت کی اور اچھا اس انداز سے کی کہ اس خدمت کی خوشبو ہر طرف پھیل گئی اور دوسرے لوگ، دوسری جماعتیں اور دوسری برادریاں بھی اس کی تقلید کرنے پر مجبور ہوگئیں۔

مگر خود بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی اس کے عوض کیا چاہا، کیا مانگا، کیا خواہش کی؟ شاید کچھ بھی نہیں۔ 2 جون کی تاریخ کسے یاد ہے؟ کسی کو بھی نہیں۔ چونکہ بانٹوا میمن برادری میں یوم تاسیس منانے کا نہ تو کوئی رواج ہے اور نہ طریقہ اس لیے کسی کو بھی یہ یاد نہیں ہے کہ خدمت خلق

کے کاموں میں شب و روز مصروف رہنے والی یہ جماعت جس نے دوسری برادریوں کو فلاحی خدمات انجام دینے کا شعور دیا، انہیں بتایا کہ دکھی انسانیت کی خدمت کس طرح کی جاتی ہے مگر یہ سچ ہے کہ یہ دن اور یہ تاریخ اور یہ سن یعنی 2 جون 1950ء، بانٹوا میمن برادری کے اہل دل حضرات، اس کے بزرگوں اور بڑوں کو بہت اچھی طرح یاد ہے جب ایک ایسے گھنے درخت کے لیے بیج ڈالا گیا جس کی چھاؤں تلے برادری کے ضرورت مند بے شمار افراد کو پناہ لینی تھی۔ انہیں ایک ایسا سائبان ملا تھا جس کے نیچے پناہ لینے کی سب کو بلا امتیاز جماعت تھی اور جس نے خدمت انسانیت کے اعلیٰ معیار قائم کیے۔

یہ تاریخ یہ مہینہ آج بھی حسب معمول آتا ہے اور خاموشی سے چلا جاتا ہے۔ نئی نسل کو تو بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کی تاریخ کا کوئی علم ہی نہیں ہے جبکہ انہیں اپنی اس محبت کرنے والی اور سرپرست جماعت کی خدمات کے بارے میں پوری معلومات حاصل ہوتی چاہیے۔

واضح رہے کہ بانٹوا کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے 72 سال پہلے جب بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی میں قائم کی

بانٹوا میمن جماعت خانہ حاجی آدم میموریل ہال اور حور بائی حاجیانی گرلز اسکول کی عمارت کے سنگ بنیاد کی تختی کی نقاب کشائی مورخہ 7 دسمبر 1963ء کو کمشنر کراچی جناب روئداد خان اپنے دست مبارک سے کرتے ہوئے۔ ساتھ کھڑے ہوئے سیٹھ حاجی صدیق حاجی آدم، سیٹھ احمد داؤد اور بانٹوا میمن برادری کے دیگر معززین۔

گئی تھی تو اس وقت برادری کے بڑوں اور بزرگوں نے جناب سیٹھ حسین قاسم دادا کو مکمل اتفاق رائے کے ساتھ اس کا پہلا صدر مقرر کیا تھا۔اس وقت بے مثال اتفاق رائے ہم آہنگی اور یکجہتی دیکھنے میں آئی تھی۔سب نے جس طرح ایک زبان ہوکر آپس میں ہم خیالی کا مظاہرہ کیا تھا،اس کے لیے آج لوگ ترستے ہیں کہ کاش ویسے ہی مناظر آج پھر نظر آجائیں۔یہ وہ تاریخی موقع تھا جب جناب حاجی عمر حاجی حبیب اس جماعت بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے پہلے اعزازی جنرل سیکریٹری بنائے گئے تھے اور یہ کام بھی تمام بزرگوں اور بڑوں کے اتفاق رائے سے کیا گیا تھا۔

آخر اس جماعت کے قیام کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس سوال کا ایک سادہ اور سیدھا سا جواب یہ ہے کہ بھارت کی ریاست کاٹھیاواڑ کی دھن نگری شہر بانٹوا کے مسلمان جب وہاں فسادات کے بعد پاکستان ہجرت پر مجبور ہوئے تو وہ بہت دکھی تھے۔انہیں اپنے وطن اور اپنی زمین سے بچھڑنے کا دکھ تھا کیونکہ جو لطف و مسرت انہیں وہاں حاصل تھا وہ یہاں شروع میں محسوس نہیں ہوا اس لیے ان سب نے مل کر یہاں بانٹوا جیسا ماحول پیدا کرنے کے لیے اپنے آپ کو منظم کیا اور پھر بانٹوا میمن جماعت کے قیام کے لیے غور و فکر کیا۔اس طرح ایک ایسی جماعت کی داغ بیل ڈالنے کی راہ ہموار ہوئی جو انہیں ایک نئے وطن میں اجتماعیت فراہم کر سکتی تھی۔

جناب حاجی عمر حاجی حبیب، جناب محمد عبداللہ کریم ڈنڈیا، جناب سلیمان ابراہیم پولانی، جناب حاجی سلیمان حاجی ابراہیم بھورا، جناب جان محمد داؤد ایل ایل بی، جناب حاجی یوسف حاجی ابراہیم ڈونگر گدھ والا، جناب حاجی رحمت اللہ عبدالغنی جانگڑا اور رحمت اللہ قاسم ناکرا والا کی اجتماعی کوششوں سے 2 جون 1950ء کو بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی قائم کردی گئی۔اس سے پہلے اس کے لیے آئین تیار کیا گیا جس کے لیے برادری کے سبھی سرکردہ حضرات نے آپس میں صلاح مشورہ کیا تھا اور سماجی خدمات کی فوری فراہمی کے لیے آئین کا مسودہ تیار کرلیا گیا تھا۔یہ آئین 21 مئی 1950ء کو عملی شکل میں آگیا تھا۔

جب یہ آئین تیار ہوا تھا اس وقت بانٹوا میمن برادری کے گھروں کی تعداد کا اندازہ کم و بیش 4000 گھروں کا لگایا گیا تھا اور برادری کے لوگوں کی مجموعی تعداد کا اندازہ لگ بھگ 20,000 لگایا گیا تھا۔اس آئین کی رو سے ووٹ دینے کی عمر کی حد 21 سال تھی۔گویا 21 سال یا اس سے زیادہ عمر کے افراد ووٹ دینے کے اہل قرار پائے تھے۔دوسری طرف اسی آئین نے یہ سہولت بھی فراہم کی تھی کہ بانٹوا میمن برادری کا ہر وہ فرد جس کی عمر 25 سال یا اس سے زیادہ ہے وہ اس جماعت کی مینجنگ کمیٹی کا ممبر بن سکتا ہے۔

اس آئین کے تحت انتخابات کا ایک باقاعدہ سسٹم بھی تیار کیا گیا تھا جس کے تحت مینجنگ کمیٹی کے ممبرز کی تعداد 50 رکھی گئی۔الیکشن کا سسٹم یہ تھا کہ پہلے جنرل باڈی اجلاس میں 7 صدور (Presidents) کا الیکشن ہوتا ہے اور پھر ان 7 صدور کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ 43 ممبرز منتخب کریں۔پھر 43 ممبرز کی کمیٹی جنرل سیکریٹری اور جوائنٹ سیکریٹری کو منتخب کرتی ہے۔

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی واقعی ایک ایسا ادارہ ہے جو دل سے اپنی برادری کے مستحقین کو سپورٹ کرتا ہے کیونکہ وہ یہ کام اس طرح کرتا ہے کہ مالی امداد لینے والے کسی بھی فرد (خواتین و حضرات) کی عزت نفس مجروح نہیں ہوتی۔یہ ایک ایسا انوکھا سسٹم ہے۔جس کی زندگی کے ہر شعبے میں تعریف ہوتی ہے اور لوگ اس سسٹم کو دل سے پسند کرتے ہیں کیونکہ اکثر جماعتیں اور ادارے اس سسٹم کی تقلید کرتے ہوئے اسے دل و جان سے اپنا رہے ہیں۔ظاہر ہے یہ سسٹم ہی اچھا ہے جبھی تو ہر سطح پر اسے پسند کیا جا رہا ہے۔

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی بڑے طریقے اور سلیقے سے ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے کی مالی سپورٹ غریبوں اور مستحقین میں

تقسیم کررہی ہے اور اس کام کو اس قدر خاموشی سے کررہی ہے کہ لینے والوں کو کوئی شرمندگی نہیں ہوتی۔ اس کی سیدھی سی وجہ یہ ہے کہ یہ جماعت اپنے اس فلاحی کام کی کوئی تشہیر یا پبلسٹی نہیں کرتی۔ اس جماعت نے عورت اور مرد دونوں کی معاونت کی ہے۔ ان کے مسائل کو سمجھا ہے۔ ان کے مزاج کا اندازہ لگایا ہے اور پھر ان کی اس طرح سپورٹ (دادرسی) کی ہے کہ وہ لوگ خوش اور مطمئن ہو گئے۔ اسی طرح تعلیمی اسکالرشپ اور ہائر ایجوکیشن حاصل کرنے کے طالب علموں کے لئے جماعت کی خاموش اور پرداداری میں سپورٹ قابل تحسین اقدام ہے۔

اس جماعت نے محنتی، ایماندار مگر سرمائے سے محروم نوجوانوں کو کاروبار کرنے کے لیے سپورٹ فراہم کی۔ اس جماعت نے سفید پوش اور سلجھی ہوئی مگر پیسے سے محروم خواتین کے لیے ایسے انتظامات کیے کہ وہ باعزت طریقے سے روزی حاصل کرسکیں۔ کہیں ہمارے لوگ گھروں سے محروم ہیں تو کہیں زندگی کی بنیادی ضروریات سے مگر ان کی اپنی سرپرست جماعت نے ان تمام مشکلات میں ان کی مدد کی اور انہیں سہولتیں فراہم کیں۔

بانٹوا میمن برادری کے بعض لوگ تو ایسے علاقوں میں آباد ہیں جہاں زندگی کی کوئی بھی بنیادی سہولت میسر نہیں ہے۔ کہیں گٹر ابل رہے ہیں تو کہیں سڑکیں ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں۔ کہیں گندگی کے ڈھیر ہیں تو کہیں پانی نہیں ہے اس موقع پر اس جماعت نے اپنے لوگوں کی دادرسی کر کے ان کے لیے آسانیاں فراہم کی ہیں۔ اسی طرح مکانات کی خریداری کے لیے بھی یہ قابل فخر ادارہ سہولت اور آسانی فراہم کررہا ہے۔ یہ ادارہ بے روزگاری کے خاتمے میں ڈائنامک کردار ادا کر کے برادری سے جہالت کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کررہا ہے اور تعلیم کے اجالے کو گھر گھر پہنچانے کے لیے بھی سرگرم ہے۔

جماعت کی سب سے زیادہ توجہ اپنی بہنوں (خواتین) پر ہے جو غربت کی چکی میں پس رہی ہیں۔ یہ خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے مسلسل سرگرمی سے کام کررہی ہے۔ بانٹوا میمن جماعت کے تحت جنوری 1956ء سے ماہنامہ میمن سماج کا اجراء کیا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ رسالہ (گجراتی زبان) آگے کی جانب بڑھتا رہا۔ اس میں غلط رسم و رواج کا خاتمہ، میمن برادری کے شب و روز اور اصلاحی معاشرہ کے موضوع پر مضامین کی اشاعت شروع ہوئی۔ بانٹوا میمن برادری کی نئی نسل اردو جاننے کے سبب اور بانٹوا میمن جماعت کے مشن اور وژن کو بانٹوا میمن برادری کے گھرانوں میں پہنچانے کے لئے جنوری 1965ء میں جماعت کی میجنگ کمیٹی کے فیصلے، ہدایت اور خواہش پر حصہ اردو کو شامل اشاعت کیا گیا۔

کراچی میں 2 جون 1950ء میں یعنی قیام پاکستان کے تین سال بعد بانٹوا میمن جماعت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس موقع پر بانٹوا (انڈیا) کی طرز پر کراچی میں بھی بانٹوا میمن جماعت کا ایک جماعت خانہ تعمیر کرانے کا ارادہ ظاہر کیا گیا اور اس پر جلد از جلد عمل درآمد کے عزم کا اظہار کیا گیا۔ اس کے علاوہ جب بانٹوا میمن جماعت کا دستور (آئین) تیار ہوا تو اس میں بھی یہ ذکر کیا گیا کہ سماجی خدمات کے لیے ایک جماعت خانہ قائم کیا جائے گا۔

بانٹوا میمن جماعت خانہ کے قیام اور تعمیر کا مختصر احوال: ادھر 2 جون 1950ء میں بانٹوا میمن جماعت کراچی کی داغ بیل ڈالی گئی اور ادھر اس کی سماجی خدمات کا سلسلہ بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ شروع ہوا۔ یہ سلسلہ شروع ہوتے ہی جماعت خانے کے لیے زمین کے ایک پلاٹ کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی۔ چنانچہ اس کے لیے اپریل 1954ء میں ایک سب کمیٹی قائم کردی گئی۔ کمیٹی کے ارکان نے اس ضمن میں بہت سے پلاٹ دیکھے مگر انہیں کوئی جگہ پسند نہ آئی۔ آخرکار ان لوگوں کی نظر میں ایک ایسا پلاٹ آیا جو

انہیں اچھا لگا۔ آج اسی پلاٹ پر بانٹوا میمن جماعت خانہ قائم ہے۔ یہ پلاٹ حاجی آدم میموریل ہال (راجہ مینشن کے قریب واقع ہے)۔ 2000 مربع گز پر مشتمل یہ پلاٹ پارسی صاحب کا تھا جن سے اس کا سودا ہوا اور اسے خرید لیا گیا۔ اس وقت اس پلاٹ پر کچھ پکے اور کچے رہائشی فلیٹس تھے جن میں لوگ بھی رہتے تھے۔ آخر اس پلاٹ کی ادائیگی بھی کردی گئی۔ جب قانونی دستاویزات تیار ہوگئیں تو بانٹوا میمن جماعت کراچی کی سب کمیٹی نے ساری توجہ پلاٹ خالی کرانے پر لگادی۔

مارچ 1956ء کے آخر میں زمین کا قبضہ ملا اور جولائی تک اس پر قابض متعدد لوگوں سے اسے چھڑا لیا گیا۔ اس خالی جگہ پر ''بانٹوا میمن جماعت کنزیومر کوآپریٹیو سوسائٹی'' قائم کردی گئی جس کے پہلے سیکریٹری جناب عبدالستار مادھوپوروالا بنائے گئے۔ باقی خالی جگہ پر اسی سوسائٹی کے نام سے ایک اسٹور بھی بنادیا گیا۔ جب تمام لوگوں نے زمین مکمل طور پر خالی کردی تو بھی فوری طور پر جماعت خانے کی تعمیر شروع نہ ہوسکی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جماعت کے پاس مناسب اور مطلوبہ فنڈ نہیں تھا اور دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ زکوٰۃ فنڈ سے جماعت خانے کی تعمیر نہیں کرائی تھی۔ دوسری جانب اتنی خطیر رقم کا عطیہ دینے والا کوئی ڈونر بھی نہیں مل پا رہا تھا۔ کافی محنت اور کوشش کے بعد آدم لمیٹڈ کے ڈائریکٹر سیٹھ حاجی صدیق آدم جانگڑا سامنے آئے۔ انہوں نے مجوزہ جماعت خانے کے ساتھ لڑکیوں کا ایک بڑا اسکول اپنی والدہ محترمہ کے نام پر ''حور بائی حاجیانی گرلز اسکول'' اور ایک میموریل ہال اپنے والد محترم کے نام پر ''حاجی آدم میموریل کمیونٹی ہال'' قائم کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ یہ ہال ہی اصل میں بانٹوا میمن جماعت کا جماعت خانہ ہے۔ لہٰذا اس طرح فنڈ ملا اور جماعت خانے کی تعمیر ممکن ہوسکی۔

مئی 1961ء میں مجوزہ جماعت خانے کا نقشہ پاس ہوا اور اس کے اگلے ہی سال 1962ء میں بانٹوا میمن جماعت خانے کی تعمیر شروع ہوگئی۔ یہ تعمیر چل رہی تھی کہ 1964ء میں پاکستان کے قومی انتخابات شروع ہوگئے۔ جماعت خانے کی زمین پر جناب سیٹھ حاجی صدیق گاندھی نے اپنا انتخابی دفتر قائم کردیا۔ وہ اس الیکشن میں ایک امیدوار کی حیثیت سے حصہ لے رہے تھے۔ آخر اسکول اور جماعت دونوں کا تعمیراتی کام مکمل ہوگیا۔ جب جماعت خانہ تیار ہوگیا تو 1967ء میں میسرز آدم لمیٹڈ نے اس کا باقاعدہ شاندار افتتاح کرایا۔ پھر اسکول کا گراؤنڈ فلور بھی 1972ء میں بانٹوا میمن جماعت کے حوالے کردیا گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب تمام اسکولوں کو حکومت پاکستان نے قومی ملکیت میں لے لیا تھا۔

1956ء میں جب جماعت کا ترجمان ماہنامہ میمن سماج شائع ہوا تو اس میں جماعت خانے کے حوالے سے ساری معلومات شامل کی گئیں۔ میمن سماج کے پانچ سال مکمل ہونے پر اس کے خصوصی پانچ سالہ (پنج سالہ) رسالے میں جماعت کے افتتاح کے حوالے سے تفصیلی رپورٹ بھی شامل اشاعت کی گئی۔ اس کے افتتاح کا احوال بھی دیا گیا اور تمام اہم تصاویر بھی رسالے میں شائع کی گئی تھیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بھی ذکر کرچکے ہیں اس جماعت خانے کا نام ''حاجی آدم میموریل ہال'' رکھا گیا تھا اور لڑکیوں کے اسکول کا نام ''حاجیانی حور بائی گرلز اسکول'' رکھا گیا تھا۔ ان ناموں کی تختیاں آج بھی جماعت خانے کے گیٹ کے پاس نصب ہیں اور خود ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

اسی جماعت کے تحت گھریلو تنازعات کے سماجی فیصلے بھی کیے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کے مسائل دور ہوں اور وہ کورٹ کچہری کے چکر لگانے سے بچ جائیں۔ اس ادارے نے اس سرزمین کو فراموش نہیں کیا جہاں سے چل کر اس کے لوگ یہاں یعنی پاکستان پہنچے تھے۔ اس ادارے کے تحت انڈیا میں قائم مختلف بانٹوا تعلیمی اداروں اور سماجی، اسلامی و رفاہی اداروں کی مدد بھی کی جارہی ہے۔ اس امداد کی رقم لاکھوں میں ہے۔

میں نے بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کا مختصر احوال پیش کیا کہ کس طرح اس ادارے کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی اور کس طرح اس ادارے کے لیے آئین تیار کیا گیا پھر اسے عملی طور پر نافذ کرتے ہوئے کس انداز سے اس کی سرگرمیاں شروع کی گئی تھیں جو آج تک جاری ہیں۔

ہر چند کہ میرا تعلق میمن برادری سے نہیں لیکن بانٹوا میمن جماعت کے ترجمان رسالے ماہنامہ میمن سماج کے سب ایڈیٹر کی حیثیت سے اکتوبر 1983ء سے اب تک یعنی گزشتہ 39 سالوں سے وابستہ ہوں اس لئے کماحقہ وسیع تر آگاہی رکھتا ہوں۔ اس ادارے سے اپنی وابستگی پر ناز ہے۔ بلاشبہ اس کی تحقیقی اور قلمی گراں قدر خدمات کی گواہی آنے والا وقت اور بانٹوا میمن برادری کی تاریخ ضرور دے گی۔

نوٹ : مذکورہ تفصیلی مضمون کی تیاری کے سلسلے میں ماہنامہ میمن سماج کی پرانی فائلیں، میمن ویلفیئر لائبریری (بمبئی بازار) میں گجراتی اخبارات کے تراشوں، ممتاز دانشور عبداللطیف مدراس والا مرحوم اور حاجی عبدالعزیز عثمان ایدھی مرحوم کی اپنی زندگی میں فراہم کردہ یادداشتوں سے مضمون کی تیاری کی گئی جو بانٹوا میمن برادری کے لئے ایک اثاثے کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں تمام تعاون کرنے والوں کا دلی شکرگزار ہوں۔ (مضمون نگار)

آل پاکستان میمن فیڈریشن

غلط رسم ورواج کے خاتمے کے لئے میمن فیڈریشن کے منظور شدہ اور جماعتوں کے تسلیم شدہ چھے سماجی ضابطے

ملک میں آج کے مہنگائی کے دور میں دن بہ دن جو فضول رسمیں برادری میں رائج ہوگئی ہیں اس سے غریب اور متوسط طبقوں کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے موقع پر برادری کے ہر فرد کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ ان ناگفتہ اور کٹھن حالات میں میمن فیڈریشن کے منظور شدہ اور جماعتوں کے تسلیم شدہ مندرجہ ذیل چھ سماجی ضابطوں پر پوری طرح عمل پیرا ہوں۔

1- دلہن کو جو جہیز دیا جاتا ہے اس کی تشہیر کے لئے کسی قسم کی تقاریب یا محفل منعقد نہ کی جائے یا کسی اور طرح سے نمائش نہ کی جائے۔

2- شادی کی رسم صرف مسجد میں ادا کی جائے۔ دوسری کسی جگہ یہ تقریب ادا نہ کی جائے۔

3- ختنہ کے موقع پر کسی قسم کی تقاریب، جلسہ یا محفل منعقد نہ کی جائے۔

4- شادی یا اسی قسم کے دوسرے موقع پر آل پاکستان میمن فیڈریشن کی طرف سے منظور شدہ شادی کارڈ استعمال کیے جائیں کسی قسم کے ڈیکوریشن یا پلاسٹک کوٹیڈ کے بغیر سادے ایوری کارڈ استعمال کیے جائیں۔

5- منگنی، شادی یا اسی قسم کے مواقع پر ورائٹی پروگرام یا فلم شو یا اسی قسم کی دوسری محفل پر پابندی ہے۔

6- زیارت، سوئم یا قرآن خوانی مسجد میں رکھی جائے۔ عورتوں کے لئے قرآن خوانی سوگوار خاندان کے گھر پر بعد دوپہر رکھنے کی سفارش کی جاتی ہے۔

موتیا اور اس کا سدباب

ڈاکٹر شریف ہاشمانی (ماہر امراض چشم) کے قلم سے

Dr. Shareef Hashmani

جناب ڈاکٹر شریف ہاشمانی ایک ممتاز جوان عمر ماہر امرض چشم سرجن ہیں۔ ان کا شمار ملک کے صف اول کے ڈاکٹروں میں ہوتا ہے۔ آپ کی پیدائش 11 اکتوبر 1952ء میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے ابتدا میں دینی تعلیم حاصل کی پھر سی۔ ایم۔ اے سیکنڈری اسکول میں داخلہ لیا اور یہیں سے اکتوبر 1969ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد نیشنل کالج میں انٹر سائنس میں داخلہ لیا۔ بعد ازاں ڈاؤ میڈیکل کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آنکھوں کے امراض پر ریسرچ اور مزید اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں عرصے تک امریکہ میں قیام پذیر رہے۔ وہاں سے ڈاکٹر کی سند حاصل کرنے کے بعد کراچی میں مسلم ایسوی ایشن رنچھوڑ لائن کے آئی ہسپتال میں طویل عرصے تک بلا معاوضہ خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے ایم۔ اے۔ جناح روڈ پر ایک شاندار (24 گھنٹے ایمرجنسی) جدید آلات سے لیس 35 بستروں کا ہسپتال "ہاشمانی آئی میڈیکل کمپلکس" قائم کیا جو آج ملک کے چند اہم میڈیکل سینٹروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر شریف ہاشمانی کی شادی 1981ء میں ہوئی۔ آپ نے اندرون سندھ اور کراچی کی مضافاتی بستیوں میں سینکڑوں آئی کیمپ لگا کر موتیا کے آپریشن کیے ہیں جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ سے زائد ہے۔ آپ اپنے محترم والد مرحوم داؤد ہاشمانی کی طرح نہایت ملنسار، پرخلوص اور وضع دار شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کو سماجی اور معالجاتی فلاحی خدمات کے اعتراف میں بے شمار گولڈ میڈل اور یادگاری شیلڈز پیش کی گئیں ہیں۔ یہاں ڈاکٹر صاحب کا ایک تحقیقی مضمون پیش کر رہے ہیں جو 25 سال قبل تحریر کیا تھا۔ جو قارئین کی معلومات میں اضافہ کا سبب بنے گا۔

فرسٹ ٹائم ان پاکستان نئی لیزر لینس ٹیکنالوجی موتیے کے علاج کا انقلابی طریقہ پاکستان کے ممتاز آئی سرجن محترم ہاشمانی صاحب کا کارنامہ ہے۔ ملک میں پہلی بار ہاشمانیز اسپتال میں متعارف کرایا گیا۔ 2 نومبر 2013ء کو ریجنٹ پلازہ میں سیمنار منعقد کیا گیا جس کے مہمان خصوصی ممتاز بزنس مین جناب عقیل کریم ڈیڈھی علاوہ ممتاز بینکار اور بزنس مین جناب عارف حبیب نے بھی اس تقریب میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے رونق بخشی تھی۔

موتیا ایک عام مرض ہے اور اس کا علاج بھی نہایت ہی سادہ لیکن زیادہ تر دیہاتوں میں اور عام طور پر شہروں میں لوگ اس کی وجہ سے بینائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ موتیا کوئی مرض نہیں بلکہ اسے یوں سمجھنا چاہیے جیسے کوئی شیشہ کثرت استعمال سے دھندلا ہو جائے۔ آنکھ کے اندر بھی ایک عدسہ ہوتا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ دھندلا ہو جاتا ہے۔ جس کو ہم موتیا اترنا کہتے ہیں آنکھ کے عدسے کے دھندلا جانے کی کئی وجوہات ہیں۔

☆ بعض اوقات یہ پیدائشی طور پر موجود مریضوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ جن کو میٹھے پیشاب کی بیماری ہوتی ہے۔

☆ بعض اوقات یہ چوٹ لگنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

☆ عموماً موتیا عمر کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے لیکن اس کے لئے کوئی خاص عمر مقرر نہیں بعض کو یہ چالیس 40 سال کی عمر میں ہو جاتا ہے اور بعض کو ستر سال کی عمر میں بھی نہیں ہوتا۔

اب تک موتیا کے آپریشن میں موتیا نکال دیا جاتا ہے اور تقریباً چھ ہفتے کے بعد مریض کو عینک تجویز کر دی جاتی ہے۔ جس کے شیشے کافی موٹے ہوتے ہیں ان شیشوں کی مدد سے آدمی بے شک صاف دیکھ سکتا ہے لیکن اس کی قدرتی بینائی واپس نہیں آتی۔ اسے یوں سمجھنا چاہیئے جیسے ایک آدمی ایک ٹیوب کے ذریعے دیکھے لیکن جیسا کہ نیچے ذکر کیا گیا ہے اس کو دور کرنے کا طریقہ اور انسان کو اس کی قدرتی بینائی لوٹانے کا طریقہ دریافت کرلیا گیا ہے۔

اب تک بلکہ کافی ہسپتالوں میں اب بھی موتیا کے آپریشن کے بعد مریضوں کو تین سے سات روز تک ہسپتال میں رکھا جاتا ہے جس کی قطعی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اب سائنس نے کافی ترقی کرلی ہے۔ پہلے مریضوں کو کھانے پینے میں بھی پابندی لگائی جاتی تھی۔ اسے آپریشن والی سائیڈ پر کروٹ لینے کی ممانعت تھی۔ اسے روشنی سے دور اور اندھیرے کمرے میں رہنے کے لئے کہا جاتا تھا غرض کہ آنکھ کا آپریشن مرض کے لئے ایک خطرناک خواب تھا لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ ہم آپریشن او پی ڈی کی بنیاد پر کرتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ مریض کو آپریشن کے دن صبح اسپتال آتا ہے۔ اور آپریشن کے فوراً بعد وہ گھر جا سکتا ہے (جو مریض داخل رہنا چاہیں وہ رہ بھی سکتے ہیں) آپریشن کے دو روز کے بعد مریض ہسپتال میں آکر پٹی کھلوا جاتا ہے۔ اسے کسی قسم کا پرہیز نہیں کرنا اور وہ ایک عام انسان کی طرح سارے معمولات انجام دے سکتا ہے اس صرف سجدہ کرنے اور وزن اٹھانے سے پرہیز کرنا چاہیئے (نماز اشاروں سے ادا کی جائے)۔

پہلے مریضوں کو آپریشن کے بعد موٹے شیشوں والی عینک دے دی جاتی تھی لیکن اب اس کے لئے دو طریقے دریافت کیئے گئے ہیں۔

پہلا طریقہ : اس طریقے میں مریض آپریشن عام طریقے سے کر دیا جاتا ہے اور آپریشن کے دو ماہ بعد Contact Lens تجویز کر دیا جاتا ہے۔ اس Lens کے لگنے سے مریض کی قدرتی بینائی واپس آجاتی ہے اور اسے موٹے شیشوں سے نجات مل جاتی ہے۔

دوسرا طریقہ : اس طریقے میں موتیا کے آپریشن کے دوران ہی مریض کی آنکھ میں ایک Lens ڈال دیا جاتا ہے جسے Intraocular Lens کہتے ہیں۔ یقیناً اس آپریشن میں خرچ دوسرے عام آپریشن سے زیادہ آتا ہے لیکن اس طرح مریض کی قدرتی بینائی واپس آجاتی ہے اور دوسرا اسے موٹے شیشوں والی عینک سے ہی نجات مل جاتی ہے۔ امریکہ میں یہ طریقہ کافی مقبول ہوا ہے ایک اندازے کے مطابق وہاں ہر تیسرے مریض کو I-O-L لگایا جاتا ہے۔ پاکستان میں بھی اب اس قسم کے آپریشن ہونے لگے ہیں اور کافی کامیاب رہے ہیں۔

موتیا اور کالا پانی میں تعلق : Glaucoma Catraract کالا پانی اور موتیا دو الگ الگ مرض ہیں چونکہ عام فہم زبان کالا پانی کو لوگ کالا موتیا اور موتیا کو لوگ سفید موتیا کے نام سے جانتے ہیں اس لئے غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان ہے جو کافی خطرناک ہے۔ کالا پانی ایک ایسی خطرناک بیماری ہے جس میں آنکھوں کی روشنی آہستہ آہستہ زائل ہوتی ہے اور اگر مناسب علاج نہ ملے تو انسان کو اندھا کردیتی ہے۔ زائل ہوئی روشنی پھر آپریشن کے ذریعے بھی بحال نہیں کی جاسکتی۔ موتیا Cataract (سفید موتیا) ایک ایسا مرض ہے جس میں آنکھ کا عدسہ آہستہ آہستہ دھندلا ہوجاتا ہے اور بینائی کم ہوتی رہتی ہے مریض کو اس طرح نظر آتا ہے جیسے وہ دھوئیں میں سے دیکھ رہا ہو اور وقت گزرنے کے ساتھ کم ہوتے ہوتے اسے نظر آنا بالکل بند ہوجاتا ہے۔ لیکن یہ بینائی آپریشن کے بعد بحال ہوجاتی ہے۔ موتیا اور کالا پانی اس طرح دو الگ مرض ہیں لیکن ایک تعلق دونوں میں ہے اور وہ یہ کہ اگر موتیا کا آپریشن مناسب وقت پر نہ کرایا جائے تو کالے پانی کے اترنے کا خدشہ بھی رہتا ہے لیکن اس قسم کا کالا پانی صرف اس صورت میں اترتا ہے جب موتیا کے آپریشن میں کافی تاخیر کی جائے۔

موتیا کے آپریشن کا مناسب وقت : موتیا کے مریض عموماً یہ سوال کرتے ہیں کہ ان کو آپریشن کب کرانا چاہیے یا یہ کہ ان کا موتیا پک گیا ہے آج کے اس سائنسی دور میں جب ٹیکنالوجی نے اتنی ترقی کی ہے کہ یہ سوال کہ موتیا پک گیا ہے یا نہیں کافی عجیب لگتا ہے۔ مجھ سے جب کوئی یہ سوال کرتا ہے کہ موتیا کا آپریشن کب کرانا چاہیے یا یہ کہ میرا موتیا پک گیا ہے تو اس کا جواب یہ کہ اس کا دارومدار مریض کے پیشے پر ہے اگر اس کا پیشہ اس قسم کا ہے کہ اسے باریک کام زیادہ کرنا پڑتا ہے یا کہ لکھنے پڑھنے کا کام زیادہ ہے مثلاً وہ کوئی استاد ہے، وکیل ہے یا ڈاکٹر ہے تو اسے اس وقت آپریشن کرنا ہے جب وہ لکھنے پڑھنے میں دقعت محسوس کرینگے۔ لیکن ایک عورت جس کا زیادہ تر وقت گھر کے کام کاج میں صرف ہوتا ہے وہ اس وقت تک آپریشن یا یہ کہ اس کے لئے اس کا موتیا اس وقت تک پکا ہوا نہیں کہلائے گا جب تک کہ اسے اپنے روزمرہ کے کام کاج میں تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

آنکھیں کب چیک کرائی جائیں : میرا مشورہ ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد ہر شخص کو اپنی آنکھیں ایک بار ضرور چیک کرانی چاہئیں اور پھر اس کے بعد کم از کم سال کے ساتھ اور زیادہ سے زیادہ ہر دو سال بعد چیک کرانی چاہئیں۔

میرے حقوق کیا ہیں

☆ میں اڑ نہیں سکتا کیونکہ ہوا بے حد آلودہ ہے۔

☆ میں تیر نہیں سکتا کیونکہ پانی بے حد آلودہ ہے۔

☆ میں کیا کرسکتا ہوں؟ میرا کوئی مستقبل ہے؟

علم و حکمت کی باتیں

کامیاب زندگی کے رہنما اصول

حضرت سچل سرمست رحمۃ اللہ علیہ

☆ اگر تم چاہتے ہو کہ لوگوں کی ذہنیت تبدیل کر کے انہیں اپنا ہم خیال بناؤ تو ان کے شریفانہ جذبات اور بلند احساسات کا خیال کرو اور ان کو متاثر کرو۔

☆ یاد رکھو! ہنس مکھ انسان ہی دلیری کے ساتھ ہر مصیبت کا سامنا کر سکتا ہے

☆ اگر تم لوگوں کے دلوں میں گھر کر کے انہیں اپنی طرف مائل کرنا چاہتے ہو تو ہر اس آدمی کا نام یاد رکھنے کی کوشش کرو جس سے تمہاری ایک بار بھی ملاقات ہوئی ہو۔

☆ اپنے آپ کو دوسروں کی نگاہوں میں مقبول بنانے کا بہترین اصول یہی ہے کہ تم دوسروں کو نہایت سچائی اور خلوص کے ساتھ اس بات کا یقین دلا دو کہ وہ تمہاری نگاہ میں بہت پسندیدہ ہیں۔

☆ اگر تم چاہتے ہو کہ دوسرے اپنی خواہشوں سے تمہارا مقصد پورا کریں تو تم ان کی خواہشات کا خیال کرو۔

☆ اگر یہ چاہتے ہو کہ لوگ تمہاری طرف مائل ہوں تو نہایت خلوص کے ساتھ ہر شخص کی سچی قدر دانی اور تعریف کیا کرو۔

☆ یاد رکھو! بحث کرنے کے بجائے بحث سے دور بھاگنا ہی سب سے بڑی جیت ہے۔

☆ اگر تم لوگوں کے چال چلن سدھار کر ان کی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے خواہش مند ہو تو انہیں اس خوبی اور صلاحیت میں مشہور کرو جو ان میں موجود ہے۔

☆ اگر ہم اپنے عالم دین حضرات کی عزت بڑھاتے رہیں گے تو ہماری قوم اور وطن کی سرزمین ان کے ناموں سے ستاروں کی طرح جگمگا اٹھے گی۔

بشکریہ : ماہنامہ تجلیات اسلام، لاہور

نئی نسل کی آئی ٹی تعلیم سے دلچسپی کامیابی کی ضمانت

منزل کی تلاش میں ثابت قدمی ضروری ہے

تحریر : جناب مصطفیٰ حنیف بالاگام والا، ایم بی اے، ایم فل فنانس، ایم اے اکنامکس

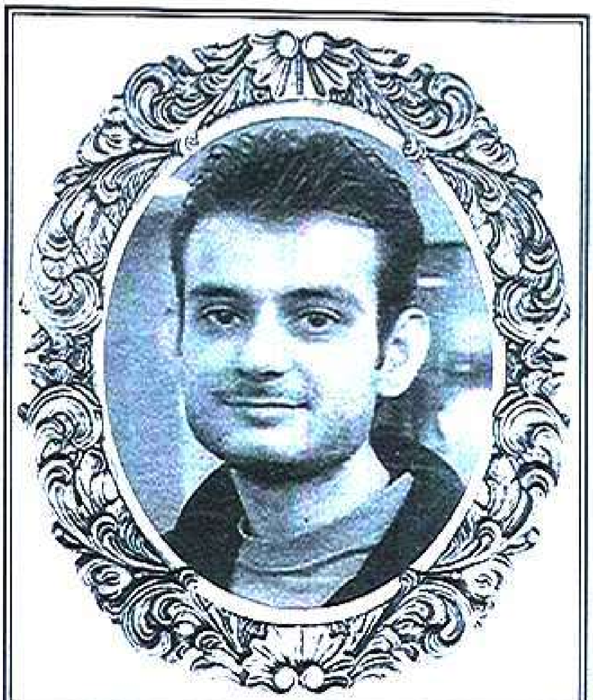

Mr. Mustafa Balagamwala

وقت کا چکر ہمیشہ ایک مخصوص رفتار سے چلتا رہتا ہے۔ ہر ذی شعور نوجوان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس چکر سے آگے نکل جائے، لیکن کبھی وقت اور کبھی اس کے تقاضے انسان پر حاوی آجاتے ہیں تو کبھی معاشرہ اور اس کی گھسی پٹی اقدار اس کا راستہ روک لیتی ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کی تعلیم اور کامیابی نوجوانوں کا حق ہے اور وہ اس کے لئے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے پرعزم ہیں۔ یہ معاشرہ ہی ہے جو کامیابی کو ایک چیلنج بنادیتا ہے۔ کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوئی نوجوان ان تھک محنت کرتا ہے تو کوئی اخلاقیات کے اصولوں کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے سرخرو ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ کامیابی کا تصور اس قدر خوش کن ہے کہ اسے حاصل کرنے کے لئے کبھی تو نوجوان گم نام گلیوں میں اپنا وجود کھودیتے ہیں اور کبھی پرخار راستے انہیں اس قدر تھکا دیتے ہیں کہ ان کی روح تک چھلنی ہو جاتی ہے اور پھر وہ اپنے جسم کا بار اٹھائے تمام زندگی سانسوں کی گنتی گنتے گزار دیتے ہیں۔

والدین اپنے ادھورے خوابوں کو اپنی اولاد کی آنکھوں میں سمودیتے ہیں اور ان خوابوں کی اس طرح نشوونما کرتے ہیں کہ بچے ان کے حصار سے کبھی نکل نہیں پاتے۔ بعض نوجوان اپنے خوابوں کی تعبیر تلاش کرتے ہوئے اندھیرے راستوں کے راہی بن جاتے ہیں۔ اس کے بعد

خواب تو زندہ رہتے ہیں مگر رشتے، روایات اور اخلاقیات سب ختم ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نوجوان اپنے خوابوں کے حصول میں معاشرے کے ہاتھوں اس بری طرح روندے جاتے ہیں کہ اس کے بعد کامیابی ایسے جگنو کی طرح لگتی ہے جس کی روشنی وہ دیکھ تو سکتے ہیں مگر اس کا حاصل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں لیکن بنیادی وجہ یہ ہے کہ اب بھی بہت سے نوجوان محنت اور ایمان داری کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کے موقف پر سختی سے قائم ہیں۔ ان سے لڑنے سے ان کا وجود بکھر سکتا ہے۔

ہمارے معاشرے کی آئینہ دکھاتی ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ کوئی شخص چاہے وہ زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھتا ہو، اگر محنتی، ایماندار، خوش گفتار، نرم مزاج اور مثبت سوچ کا حامل ہے اور پوری یک سوئی سے کام کرنے پر یقین رکھتا ہے تو اس بات کے امکانات بہت کم ہیں کہ کامیابی اس کے قدم چومے۔ کامیابی حاصل کرنے کے لئے اسے اپنی صلاحیتوں سے زیادہ ان ہتھ کنڈوں کا سہارا لینا پڑتا ہے جو ہمارے معاشرے میں کامیابی کی نشانی سمجھے جاتے ہیں۔ نوجوان اگر یہ چاہتا ہے کہ اپنی ترقی کے ساتھ اپنے ادارے کی کامیابی کے لئے بھی اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائے تو اسے کتنی ہی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے نوجوانوں کو ہمارے ہاں ناکام تصور سمجھ کر دھتکار دیا جاتا ہے، ان کی تذلیل کی جاتی ہے۔ اگر وہ اس کے باوجود اپنی روش پر قائم رہتے ہیں تو ان پر الٹے سیدھے الزامات لگا کر انہیں پیچھے کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے۔ نوجوانوں جدید تعلیم سے آراستہ ہو کر اپنے مستقبل کو تابناک بنانا چاہیے۔

ہمارے معاشرے میں اس کی قدر کی جاتی ہے جو سیاست کی بساط بچھا کر کامیابی کے لئے ہر جائز و ناجائز کام پر آمادہ رہتا ہو، چاہے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اسے کسی کی گردن پر چھری ہی کیوں نہ چلانی پڑے۔ مستحکم کامیابی وہی ہوتی ہے جس کی بنیاد محنت، دیانت داری اور سچائی کے اصولوں پر رکھی گئی ہو۔ جھوٹ، دھوکا دہی اور مکر و فریب سے حاصل کی جانے والی کامیابی سبھی کے لیے تباہ کن ہوتی ہے۔ اگر ہم غور کریں تو یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ اس قسم کی کامیابیاں، ہمارے معاشرے کو اندھیروں کی طرف لے جا رہی ہیں۔ ہم ایسی دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں کہ جس سے نکلنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ نئی نسل بچ موبائل ٹیکنالوجی کے سبب اس سے ایک طرف تو ہماری نوجوان نسل تباہ ہو رہی ہے اور دوسری طرف عالمی سطح پر ہماری اخلاقیات، اقدار اور تہذیب کے حوالے سے ایک بدنما تاثر ابھر رہا ہے، جس سے ہم اقوام عالم میں بھی تیزی سے اپنا وقار کھو رہے ہیں۔ منزل کی تلاش میں ثابت قدمی ضروری ہے۔ نئی نسل کی آئی ٹی تعلیم سے دلچسپی کامیابی کی ضمانت ہے۔ موبائل کا استعمال میں احتیاط بے حد ضروری ہے۔

لگتا ہے جیسے ہمارے اداروں کو اب مخلص، محنتی، دیانت دار اور ذہین نوجوانوں کی قطعاً ضرورت نہیں رہی ہے۔ ادارے تو ایک طرف اب تو معاشرے میں بھی یہ چلن عام ہو گیا کہ ایسے نوجوان جو خوش گفتار ہوں، کمزور کہلاتے ہیں، جو محنتی ہیں وہ ڈرپوک اور جو دیانت دار ہیں انہیں ناکام انسان تصور کیا جاتا ہے۔ معاشرے کی اس اجتماعی نفسیات کا عکس اداروں میں بھی صاف دیکھا جاسکتا ہے جہاں ایسے نوجوانوں کو زیادہ خوش دلی سے خوش آمدید نہیں کہا جاتا۔ کامیابی آخر ہے کیا؟ ہمارے ہاں عام طور پر کامیاب انسان اسے سمجھا جاتا ہے جو معاشی لحاظ سے نہایت آسودہ حال ہو اور اس کے پاس کسی بھی انسان کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہو۔ اس سے قطع نظر کہ یہ دولت کن ذرائع سے حاصل کی گئی اور اس بااختیار کرسی تک پہنچنے کے لئے اسے کن مراحل سے گزرنا پڑا؟

کامیابی کا یہ تصور نہایت عمومی نوعیت کا ہے ورنہ حقیقی کامیابی تو وہ ہے جس سے اجتماعی سطح پر کوئی مثبت تبدیلی رونما ہو۔ کوئی ایسا کام یا تخلیق

کی جائے جس سے پوری انسانیت کی فلاح کا سامان ہوسکے۔ ہمارے معاشرے میں نوجوانوں کی تعلیم اور تربیت ان اہداف کو پیش نظر رکھ کر نہیں کی جاتی۔ ہمارے درس گاہوں میں نوجوان کلرکی یا افسری کے لیے تیار کیے جاتے ہیں۔اس کے باوجود یہ امر خوش آئند ہے کہ ہمارے میمن نوجوانوں کے حوصلے اب تک ماند نہیں پڑے، ان کا یقین نہیں دھندلایا ہے اور وہ ان تمام تر رکاوٹوں کے باوجود اپنے لیے حقیقی کامیابی کا راستہ تراشنے کی کوشش میں مشغول ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آج بھی ایک روشن کل کے لئے پرامید ہیں۔

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

صنعت کار، تاجر اور بے روزگار حضرات متوجہ ہوں

ملازم کی ضرورت ھے یا ملازمت کی ہم سے رجوع کریں

ایمپلائمنٹ بیورو بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کا ایک ایسا شعبہ ہے جو تمام میمن برادریوں اور اداروں کو روزگار فراہم کرنے کے لئے گزشتہ 68 سالوں سے بلا معاوضہ اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔ ہمارے اس شعبہ کی کوششوں سے ہر ماہ کئی بے روزگاروں کی روزی (جاب) کا بندوبست ہو جاتا ہے۔ اس وقت ملک کے معاشی حالات بے حد خراب ہیں اور ملک میں بے روزگاروں کی تعداد بھی بے حد بڑھ رہی ہے۔ اس وجہ سے اس شعبے پر خاصا بوجھ ہے اور خاصی درخواستیں آرہی ہیں۔

اس ضمن میں میمن برادری کے اور دیگر کاروباری اداروں کے مالکان سے التماس ہے کہ اگر انھیں اپنی دکان، فیکٹری، ملز، آفس یا دیگر کسی بھی کاروباری شعبے میں کسی قابل اور باصلاحیت اسٹاف کی ضرورت ہو تو وہ بانٹوا میمن جماعت کے دفتر "شعبہ فراہمی روزگار" سے رابطہ کریں۔ میمن برادری کے وہ افراد بھی جو بے روزگار ہیں اور روزگار کی تلاش میں ہیں وہ ان تعطیل کے دن کے علاوہ شام 4 بجے سے شب 8 بجے کے درمیان جماعت کے آفس میں آکر اپنی سی وی (CV) اور جماعت کا کارڈ، سی این آئی سی (CNIC) کارڈ، جماعت کے نام درخواست معہ دو تصاویر (فوٹو) ساتھ جمع کرا سکتے ہیں۔

تعاون کے طلب گار

محمد منظور ایم عباس میمن — **کنوینر ایمپلائمنٹ بیورو کمیٹی**

رابطہ موبائل: 0333-3163170

ای میل: bantvaemploymentbureau@yahoo.com

پتہ: بانٹوا میمن جماعت خانہ ملحقہ حور بائی حاجیانی اسکول، یعقوب خان روڈ، نزد راجہ مینشن کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں

☆اے بیٹے! جب کسی کے گھر جاؤ تو زبان اور آنکھوں کی حفاظت کر۔

☆اے بیٹے! جنازوں کی شرکت آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

☆اے بیٹے! جسم کو گندگی سے، زبان کو گالی سے پاک رکھ۔

☆اے بیٹے! کسی کو لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کر۔

☆اے بیٹے! رات کو نرم اور آہستہ بات کر۔

☆اے بیٹے! آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نہ سو۔

☆اے بیٹے! لوگوں کے سامنے دانتوں میں خلال اور ناک میں انگلی نہ کر۔

☆اے بیٹے! لوگوں سے تعریف کا خواہش مند نہ ہو۔

☆اے بیٹے! جھوٹ بولنے والے کے چہرے کی رونق زائل ہو جاتی ہے۔

پندرہ روزہ میمن نیوز (گجراتی) کے اداریہ کا اردو ترجمہ

نوجوان اپنی آنکھوں سے یہ لالچ کا چشمہ اتاریں

میمن نوجوانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کا وقت آن پہنچا ہے

شادی کے بعد لڑکی والوں سے مختلف خوشی کے مواقع پر تحائف طلب کرنا، طعنے اور آخر میں طلاق پر سب کچھ ختم ہو جاتا ہے

الحاج محمد صدیق پولانی (مرحوم) کے قلم سے

Late M. Siddique Polani

پہلے سے جاری ترقیاتی کاموں کو فروغ دینا ان میں آسانیاں پیدا کرنا اور خود ترقی کرنا دو الگ چیزیں ہیں۔ ہمارے گذشتہ صدی کے مسائل پہلے کی طرح ابھی تک موجود ہیں۔ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں۔ زمانہ چاہے جتنی ترقی کرلے مگر میمن برادری ترقی کرتے ہوئے بھی اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک کہ وہ ایک پلیٹ فارم پر نہ آجائے۔ ہمارے درمیان اتحاد و اتفاق کی بے حد کمی ہے اگر یہ کمی دور نہ ہوئی تو ہم پیچھے رہ جائیں گے۔ ہمیں گام واد کو ختم کرنا ہوگا۔ ہماری جماعتیں الگ الگ ہیں۔ ہمارے قبرستان الگ الگ ہیں، ہماری بچیوں کی شادیاں انہیں وجوہات کی بنا پر ہو نہیں پاتیں کہ ہماری آج کی نئی نسل اور ہمارا نوجوان بے حس ہے۔ وہ خوابِ غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، پھر نہ کچھ کہتا ہے نہ کرتا ہے اور نہ آوازِ حق بلند کرتا ہے۔

لالچ اور بکاؤ : شادی بیاہ میں پگڑی سسٹم، جہیز کا مطالبہ، پیسے کا لالچ اور حرص یہ تمام برائیاں آج کے نوجوان میں خوب موجود ہیں جو فخر سے اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ میری بیس لاکھ آفر آئی ہے، کبھی کہتا ہے میری پچاس لاکھ آفر آئی ہے۔ آفر کا مطلب سمجھ رہے ہیں آپ؟ وہ یہ نہیں کہتا کہ اس کی قیمت لگی ہے۔ وہ بکاؤ مال ہے۔ لڑکی کے ماں باپ لڑکے کو لاکھوں روپے دیتے ہیں، مکان خرید کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کی بیٹی سکھی نہیں رہتی۔ لڑکے والے اس پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ سسرال والوں کے طعنے ملتے ہیں اور آخر میں طلاق پر سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ اس رسم کا آغاز بانٹوا میمن برادری کی طرف سے ہوا جو ایک بڑی برادری ہے لیکن اس خراب رسم کو دیگر جماعتوں نے بھی اپنا لیا۔ اب تقریباً ہر چھوٹی بڑی جماعت میں شادی بیاہ کے موقع پر مکان اور گھر سامان کا رواج چل پڑا ہے۔

نوجوان بے حس ہوگئے : برائی کا آغاز جہاں سے بھی ہوا ہو، جس نے بھی شروع کیا ہو، ہماری نوجوان نسل اگر چاہتی تو جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو ختم کرسکتی تھی۔ ایک نوجوان کہہ دے کہ مجھے کچھ نہیں چاہئے سوائے لڑکی کے تو یہ مسئلہ یقیناً ختم ہوسکتا ہے۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ مکان لڑکی کا، سامان لڑکی کے ماں باپ کا، گھر میں چھ ماہ کا راشن لڑکی کا، ٹیلی فون، ایئر کنڈیشنر، فریج، لڑکے کی تنخواہ چار یا پانچ ہزار

روپیہ مہینہ، اب وہ بل نہیں بھر سکتا۔ ٹیلی فون کے بل کا مسئلہ، بجلی کے بل کا مسئلہ، گھر کے اخراجات چلانے کا مسئلہ، نتیجتاً لڑکا پھر لڑکی پر دباؤ ڈالے گا کہ جاؤ اپنے ماں باپ سے پیسے لے آؤ۔ ورنہ یہ ہوگا وہ ہوگا۔ بے غیرتی کی یہ چھوٹی سی مثال ہے۔ اب آگے سنئے شادی ہوتی ہے۔ گھروں میں لڑکیاں ناچتی ہیں۔ بھائیوں کے سامنے، باپ کے سامنے، دیوروں کے سامنے، ساس سسر کے سامنے اور اس کے سامنے جس سے کوئی رشتہ کوئی تعلق نہیں ہوتا جو مکمل طور پر باہر کا آدمی ہے یعنی ویڈیو فلم والا۔ وہ کیمرے کی آنکھ سے دلہن کو کس کس طرح اور کس کس انداز سے دیکھتا ہے، ہم اور آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس کے ہاتھ میں کیمرا ہوتا ہے اور اسے ہم نے اپنی عزت سے کھیلنے کا اجازت نامہ خود فراہم کیا ہوتا ہے۔ پھر صرف دلہن ہی نہیں دلہن کی بہنیں اور اس کی رشتے دار اور سہیلیاں سب ویڈیو والے کے اشارے پر بخوشی عمل کرنے کے لئے تیار رہتی ہیں۔

لڑکی بیٹی ہو یا بہو ہر شخص اور قوم کی غیرت ہوتی ہے۔ اسے بے غیرتی میں دھکیلنے والے ہم ہی لوگ ہیں۔ شادی کے موقع پر دولہا اور دلہن کی بیڈروم کے اندر فلم بنائی جاتی ہے جہاں دولہا اور دلہن مل کر کیک کاٹتے ہیں۔ ایک دوسرے کو کھلاتے ہیں، دولہا اپنی دلہن کو اپنے ہاتھوں سے دودھ پلاتا ہے۔ کیا یہ سب کچھ بے غیرتی نہیں ہے؟

یہ ویڈیو فلم کہاں کہاں نہیں جاتی؟ پہلے یہ مکسنگ کے لئے جاتی ہے۔ وہاں غیر آدمی اس فلم کو بناتے ہوئے دیکھتا ہے۔ دو چار دس آدمی اور بھی ہوتے ہیں وہ بھی دیکھتے ہیں۔ دلہن اور اس کی سہیلیوں کے حسن کے قصیدے پڑھتے ہیں، طرح طرح کے جملے کستے ہیں۔ اس فلم میں کچھ ایسے منظر بھی ہوتے ہیں جنہیں بغور دیکھیں تو ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں لیکن ہماری عقل کی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی ہمیں کچھ دیکھنے نہیں دیتی۔ بیڈروم اور باتھ کے مکمل سین فلم بند ہوتے ہیں۔ ہماری لڑکیاں اتنی ایڈوانس ہو چکی ہیں کہ ہر حد ختم ہوگئی ہے۔ اس کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔

نوجوان کو جاگنا ہوگا: ہمارا آج کا نوجوان اگر وہ نہیں جاگا تو ہماری قوم مٹ جائے گی، اپنی شناخت کھودے گی۔ ہمیں رسم و رواج کے چنگل سے نکلنا ہوگا۔ یہ بہت ضروری ہے ہم نے کچھ کما لیا۔ اپنی بیٹیوں کو لاکھوں کا سامان دے سکتے تھے، دے دیا۔ جن لوگوں نے سامان لیا ہے، ان کی بھی بیٹیاں ہیں۔ وہ بھی کبھی جوان ہوں گی۔ ان کی بھی شادی ہوگی۔ کیا ان میں اتنی اہلیت ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو لاکھوں کے سامان اور مکان دے سکیں؟ جن نوجوانوں نے آج جہیز لیا ہے وہ کل جہیز دینے کے لئے غلط ذرائع سے دولت کمانے کے طریقے ڈھونڈ نکالیں گے۔ اس طرح کرپشن پھیلے گا اور میمن برادری رسوا ہوگی۔

آج کا نوجوان عقل کے ناخن لے اور سوچے کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کس طرف جا رہا ہے۔ شادیاں آسان ہو سکتی ہیں۔ نوجوان چاہیں تو اپنی آنکھوں سے یہ لالچ کا چشمہ اتاریں۔ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے لئے سنجیدگی سے سوچیں۔ اتحاد اختیار کریں۔ گام واد کے چکر سے نکلیں۔ ہمارے بچاؤ کی یہی صورت ہے۔ ابھی زیادہ بات نہیں بگڑی ہے اور ابھی زیادہ وقت بھی نہیں گزرا ہے۔ اگر ہمارے تعلیم یافتہ اور باشعور نوجوان ہمت کریں اور جہیز کے لفظ کو اپنی لغت سے نکال دیں تو بے شمار لڑکیوں کی شادیاں ہو جائیں گی اور ہمارے نوجوانوں کی ساری دنیا میں تعریف ہوگی۔ اللہ کرے ایسا ہو! (اردو ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل)

اچھی شہرت کے دور رس اثرات

عبدالعزیز طیب جانگڑا مرحوم کی ایک یادگار تحریر

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا گزر جب ایک بستی سے ہوا تو بستی والوں نے ان کی کوئی مہمان نوازی نہیں کی۔ اس بستی میں آگے جاتے ہوئے ان کی نظر ایک گرتی ہوئی دیوار پر پڑی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کی مرمت کردی۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے کہا کہ جس بستی والوں نے ہماری کوئی پروانہیں کی، ان کا کام آپ نے بلامعاوضہ کیوں کردیا۔ تو خضر علیہ السلام نے کہا کہ اس دیوار کے نیچے یتیم بچوں کا مال دفن ہے اور اگر یہ دیوار گرجاتی تو دفن شدہ مال کی کوئی نشانی باقی نہ رہتی۔ چونکہ ان تیموں کا باپ نیک اور صالح آدمی تھا اس لیے اللہ اس کی اولاد کے مفادات کی نگہداشت کرتا ہے اور یہی مجھے حکم ملا تھا جس کا تمہیں کوئی علم نہیں۔ پارہ 16 آیت 81-77

مذکورہ آیات یہ بات واضح ہوئی کہ جس کے اعمال اچھے ہوتے ہیں وہ اپنے اخلاق اور حسن عمل سے پہچانا جاتا ہے۔ ہر شخص اس کی عزت کرتا ہے، اور اسے احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور معاشرہ میں اس کا ایک مقام ہوتا ہے۔ اور اس کے اہل وعیال کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایسے صالح شخص کی اولاد جب ہوش سنبھالتی ہے تو اس وقت اپنے والدین کو حاصل شدہ باعزت مقام کو دیکھ کر اس کا سر بھی معاشرے میں اونچا ہوتا ہے اور وہ فخر سے اپنے والدین کی پہچان کراتا ہے۔ اس کے برعکس ایک بدکردار اور بھٹکا ہوا شخص جسے جائز وناجائز میں تمیز نہ ہو، وہ لوگوں کے مال وعزت سے کھیلنے کو اپنا مشن سمجھتا ہے اور یہی نہیں بلکہ ناجائز طریقوں سے حاصل کیا ہوا مال اپنی معصوم اولاد کو بھی کھلاتا ہے اور اپنی گھریلو زندگی کو بھی عذاب بنا کر رکھتا ہے۔ لیکن قدرت کے قانون جزا وسزا کے تحت جب وہ تھک ہار کر رسوائی اور بدنامی مول لیتا ہے تو اس موقع پر وقت اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے۔ اگر اس نے دولت کمائی بھی ہے تب بھی معاشرے میں اس کا کوئی مقام نہیں اور نہ اس کی اولاد کی کوئی عزت ہوتی ہے۔ اور یہ حقیقت اس وقت سامنے آتی ہے جب وہ اپنی اولاد کے رشتے کے لیے نکلتا ہے، اول تو وہ اپنی بری شہرت کی وجہ سے اچھے رشتے بھی حاصل نہیں کرسکتا اور اپنے مال ودولت کے زور پر اسے اگر رشتہ مل بھی جاتا ہے تو نہ خود اسے اور نہ اس کی اولاد کو عزت نصیب ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر ایک شریف النفس انسان جو کہ اپنی بیٹی کو شادی کے وقت قابل ذکر جہیز وسامان تو نہیں دے سکا ہے پھر بھی اس کی بیٹی کو اس کے والدین کی اچھی شہرت کی وجہ سے سسرال میں عزت کا مقام ضرور ملتا ہے۔ اس کے برعکس ایک جائز وناجائز کی تمیز سے عاری شخص اگرچہ

اپنی بیٹی کو کار، کوٹھی اور دنیا بھر کی اشیاء دے کر رخصت کرتا ہے، اس کی بیٹی کو کچھ عرصہ تک تو عزت ملتی ہے۔

جہیز کا بول بالا ہوتا ہے لیکن پھر موقع بہ موقع اس لڑکی کو اپنے والدین کے حوالے سے طعنے سننے کو ملتے ہیں۔ اس طرح ایک معصوم کو نا کردہ گناہوں کی سزا ملتی ہے۔ اس تلخ حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم میں ہر شخص اچھا یا برا کام انجام دیتے ہوئے اس بات کو پیش نظر رکھے کہ اس کہ اس کے اعمال کا اثر صرف اسی کی ذات تک محدود نہیں بلکہ اس کی اولاد تک کے مستقبل پر اثر انداز ہوتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ایمان والو! اپنی ذات کو اپنی اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ''۔ (سورۃ مریم)

قیام: 10 اپریل 1916ء (بانٹوا۔ انڈیا) قیام: 20 مارچ 1948ء (کراچی۔ پاکستان)

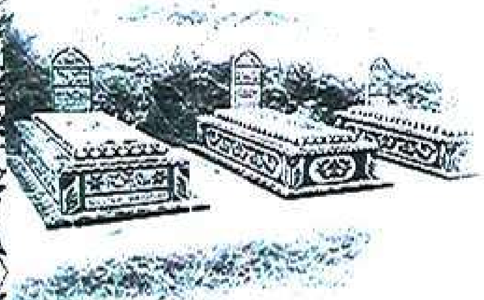

بانٹوا انجمن حمایت اسلام کراچی

کیا ہمیں اپنے مرحومین یاد ہیں؟

آپ نے کبھی سوچا کہ۔۔۔۔

ہمارے وہ عزیز واقارب جو کبھی ہمیں جان سے پیارے تھے۔ جن کے بغیر ہماری زندگی ادھوری ہوا کرتی تھی جو ہماری ہر خوشی میں خوش، ہر غم میں شریک تھے۔ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں اور قبرستان میں منوں مٹی تلے سوئے ہوئے ہیں۔

آپ نے کبھی اس پر غور کیا!!۔۔۔

ہم نے عید تہوار، سال چھ مہینے بعد قبر پر جا کر چند لمحے فاتحہ خوانی کی، قبر پر تھوڑا سا پانی ڈال دیا اور اللہ اللہ خیر صلا۔ کیا ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ ہمارے ماں کا، بہن بھائیوں کا، عزیز واقارب کا ہم پر صرف اتنا ہی حق ہے؟

کیا ہم نے حق ادا کر دیا۔۔۔؟

ذرا سوچیے!۔۔۔۔

قبرستان ہمارے عزیز واقارب کی آخری آرام گاہ ہیں، کیا ہم قبرستانوں کی دیکھ بھال میں اپنا فرض ادا کر رہے ہیں؟

کیا ہم اپنے پیارے عزیزوں کی قبور کی Maintenance دیکھ بھال اور انتظامی اخراجات میں تعاون کر رہے ہیں؟

براہ کرم بانٹوا انجمن حمایت اسلام سے بھرپور مالی تعاون کریں

اپنے پیاروں کی قبور کی دیکھ بھال کے لئے۔۔۔

قبرستانوں کے ترقیاتی کاموں کے لیے آپ کی سپورٹ (مدد) درکار ہے

تعارف: کھتری عصمت علی پٹیل

ملک بھر میں ڈاک ٹکٹ جمع کرنے والوں میں ممتاز مقام،
عالمی سطح پر بے شمار گولڈ میڈلز اور ایوارڈز حاصل کرنے والی پرعزم اور ہمہ جہت شخصیت

جناب محمد عارف بلگام والا تمغہ امتیاز

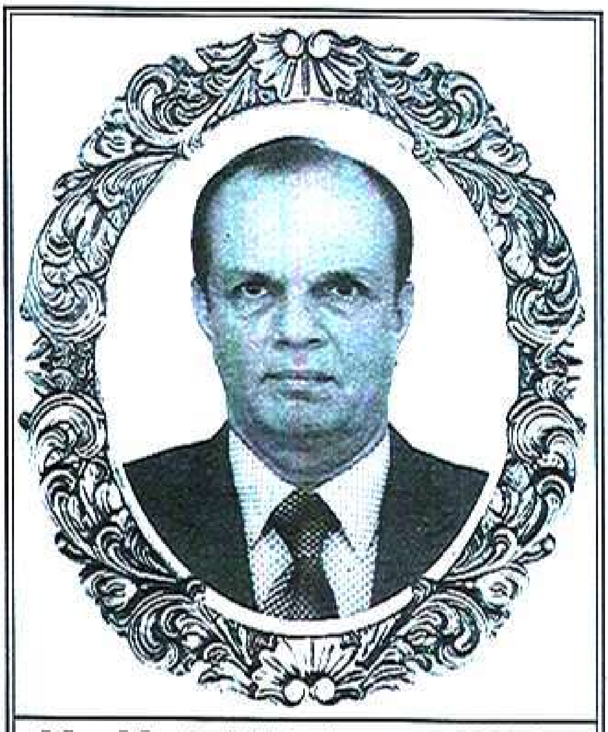

Mr. M. Arif Balagam Wala

جناب عارف بلگام والا ایک ایسی پاکستانی شخصیت ہیں جو 1973ء سے یعنی اپنے اسکول کے زمانے سے ہی ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کے بے حد شوقین رہے ہیں۔ یہ ان کا شوق ہی تھا جس کے باعث 1993ء میں انڈونیشیا میں ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کی جو عالمی نمائش منعقد ہوئی اس میں جناب عارف بلگام والا نے پاکستان کے لئے کانسی کا تمغہ حاصل کیا۔ اس کے بعد انہوں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور ذاتی و انفرادی کوششیں جاری رکھیں۔ وہ ڈاک کے نادر ٹکٹ جمع کرتے رہے اور مختلف ڈاک کے ٹکٹوں کی بین الاقوامی نمائشوں میں شرکت کرتے رہے۔

جناب محمد عارف بلگام والا نے صدارتی تمغہ امتیاز جناب گورنر سندھ ڈاکٹر عشرت العباد خان سے 23 مارچ 2010ء کو وصول کیا تھا۔ صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جناب آصف علی زرداری نے 14 اگست 2009ء کو محمد عارف بلگام والا کے لئے صدارتی تمغہ امتیاز کا اعلان کیا۔ یہ اعزاز محمد عارف بالاگام والا کی بحیثیت دنیا کے ممتاز و معروف ڈاک ٹکٹ جمع کرنے والے (Philatelist) میں سے ایک جنھیں دنیا بھر سے پذیرائی اور شہرت پائی اور پاکستان کی 75 سالہ تاریخ میں ملک کے پہلے اور واحد ڈاک ٹکٹ جمع کرنے والے (Philatelist) کی حیثیت سے اپنی نمایاں اور غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دنیا بھر میں Philately کے بین الاقوامی مقابلوں میں پاکستان کی نمائندگی کی اور پانچ مرتبہ سونے، تین مرتبہ بڑے سونے کے میڈلز، دو دفعہ بہترین نمائش کار، FIP چیمپئن شپ کلاس میں بڑے سونے کا میڈل حاصل کرنے اور پاکستان کے لئے Philately کے میدان میں پوری دنیا میں شناخت اور شہرت حاصل کرنے کے اعزاز کے لئے پیش کیا گیا۔

جناب محمد عارف بلگام والا کراچی کے شہرت یافتہ بزنس مین ہیں۔ جب صدر پاکستان نے جناب عارف بلگام والا کے لئے صدارتی تمغہ امتیاز کا اعلان کیا تھا۔ آپ کراچی چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری میں بحیثیت فنجنگ کمیٹی کے ممبر اور کراچی چیمبر کی ڈپلومیٹس افیئرز کمیٹی کے چیئرمین کے طور پر بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

پاکستان نے برطانیہ میں منعقد ہونے والی ٹکٹوں کی بین الاقوامی نمائش لندن 2022ء میں گولڈ میڈل حاصل کیا ہے۔ پاکستان کے

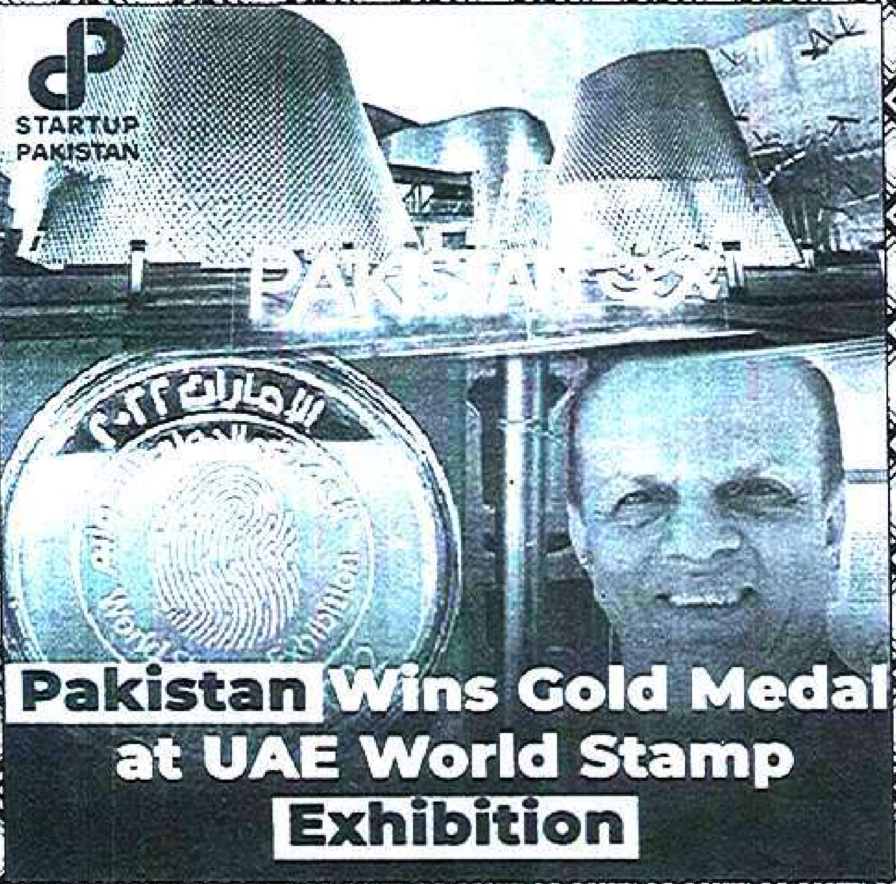

جناب عارف بلگام والا نے ''لندن ورلڈ اسٹیمپ نمائش 2022ء'' میں گولڈ میڈل جیت لیا۔
75 سالوں میں دنیا بھر میں پہلی بار کسی پاکستانی نے لندن نمائش میں یہ اعزاز حاصل کیا

معروف تاجر اور فلاٹیلسٹ (Philatelist)، سابق چیئرمین کراچی چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی ڈپلومیٹک سب کمیٹی اور پاکستان کیمیکلز اینڈ ڈائز مرچنٹس ایسوسی ایشن کے سابق چیئرمین جناب محمد عارف بلگام والا (تمغہ امتیاز) نے پاکستان کے بارے میں نایاب ٹکٹ کلیکشن کی وسیع رینج پیش کی۔ برطانیہ کے کیپٹل لندن کے بزنس سینٹر میں منعقدہ یہ نمائش 19 فروری 2022ء کو شروع ہوئی۔ یہ نمائش دس سال کے وقفے سے منعقد ہوتی ہے۔ جناب عارف بلگام والا نے دنیا بھر میں پاکستان کے بارے میں ہونے والی ٹکٹوں کی نمائش (1947ء سے 1949ء) میں اپنی شاندار کلیکشن کی بدولت گولڈ میڈل حاصل کر کے پہلا پاکستانی ہونے کا منفرد اعزاز حاصل کیا جو اس سے پہلے گذشتہ 75 سالوں میں آج تک کسی نے یہ اعزاز حاصل نہیں کیا۔

لندن 2022ء میں گولڈ میڈل ونر جناب محمد عارف بلگام والا (تمغہ امتیاز) نے اپنی کامیابی کو وطن عزیز پاکستان کے نام کرتے ہوئے کہا کہ وہ بہت فخر محسوس کر رہے ہیں اور انہیں اپنے ملک پر فخر ہے جس نے انہیں آج یہ مقام دیا گیا ہے۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ پاکستان کا نام روشن کرنے کے لیے آئندہ بھی ہمیشہ اور شب و روز کوششیں جاری رکھیں گے اور پاکستان کا سافٹ امیج دنیا کے سامنے اجاگر کریں گے۔ جناب عارف بلگام والا کو ڈاک کے ٹکٹ جمع کرنے کا شوق ہی نہیں بلکہ جنون ہے۔ وہ اب بھی شب و روز اسی کام میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ابھی تک میرے ملک پاکستان کو اس شعبے میں وہ مقام نہیں مل سکا جس کا یہ حقدار ہے اور میں اس کو یہ حق دلوا کر رہوں گا اور ساری دنیا میں اس حوالے سے میرے وطن کی پہچان ہوگی۔ پاکستان میں بھی ڈاک کے ٹکٹوں کی کئی نمائشیں ہوئیں، ان نمائشوں کے انعقاد میں ڈائریکٹوریٹ جنرل پوسٹ آفس نے بھرپور معاونت کی۔ اس کے تعاون کے بغیر شاید ان نمائشوں کا انعقاد ممکن نہ ہوتا۔ وہ نمائشیں درج ذیل ہیں:

☆ آر سی ڈی پیکس 1976ء (سونے کا تمغہ) ☆ ایکو فلیکس 1986ء (سونے کا تمغہ)

☆ پاکستان 1998ء (سونے کا تمغہ)

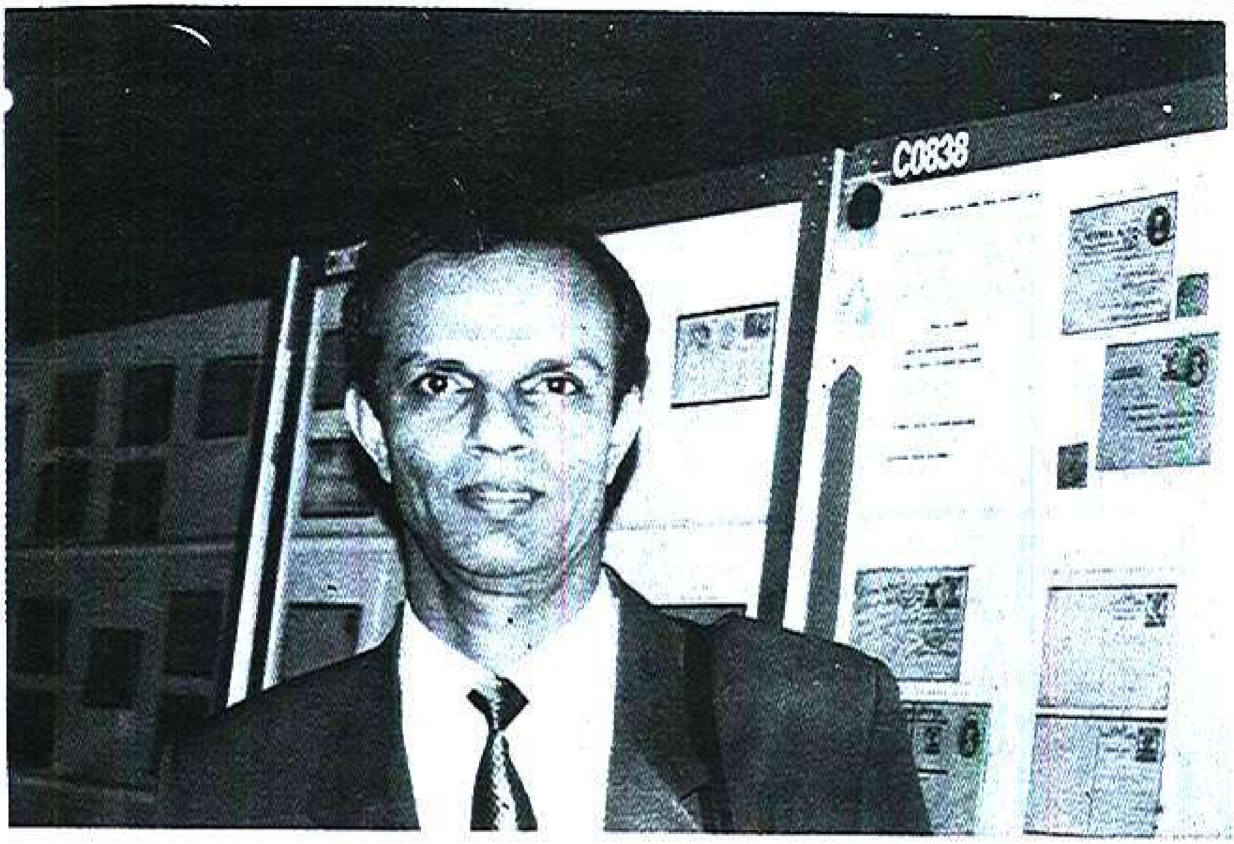

جناب عارف بلگام والا عالمی سطح پر سب سے زیادہ انعامات واعزازات جیت چکے ہیں۔ان کے انعامات کی تعداد بھی دوسروں کے مقابلے میں کافی زیادہ ہے۔انہوں نے پاکستان کے لئے بڑے اعزازات حاصل کیے ہیں۔

استدعا برائے اشتہارات

ماہنامہ میمن سماج کراچی بانٹوا میمن جماعت کا واحد ترجمان ہے

جس میں پوری بانٹوا میمن اور میمن برادری کی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ علمی، تاریخ وثقافت، تحقیقی مضامین، انٹرویو، سوانح حیات، ادبی معلومات وتفریحی مواد پیش کیا جارہا ہے تاکہ ہر ذوق طبع کے لئے یہ دلچسپ جریدہ ثابت ہو اس لئے برادری اور دیگر تاجر وکاروباری حضرات سے استدعا ہے کہ

ماہنامہ میمن سماج میں اشتہارات دے کر اسے مالی استحکام بخشیں اور اپنا بھرپور تعاون فرمائیں

اشتہارات کی بکنگ اور نرخ کے سلسلے میں بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی سے رجوع کریں۔شکریہ

آپ کے عملی تعاون کا پیشگی بے حد شکریہ

فون : 32728397 - 32768214

پتا : ملحقہ بانٹوا میمن جماعت خانہ، حور بائی حاجیانی اسکول، یعقوب خان روڈ نزد راجہ مینشن کراچی

دنیا جہاں کی باتیں

ممتاز دانشور محمد اسماعیل درویش مرحوم کی ایک عمدہ تحریر

Late Ismail Durvesh

دنیا جہاں میں جتنی باتیں ہوتی ہیں، اتنا لکھا نہیں جاتا، اتنا کام بھی نہیں ہوتا باتیں طرح طرح کی بلکہ ہر طرح کی ہوتی ہیں، خراب، اچھی، میٹھی، کڑوی، کسیلی زور زور سے جلدی جلدی آہستہ آہستہ غصہ سے پیار سے باتیں ہوتی ہی رہتی ہیں، باتیں سکھ دکھ کی ہوں، غم کی خوشی کی فکری، بے فکری کی درد کی دوا کی دعا کی ہوں، باتیں دھندا روزگار کی نوکری کی چاکری کی، کھیل کود کی، آنے جانے کی، بچپن کی جوانی کی بڑھاپے کی ہوں، باتیں اپنی دوسروں کی، یہاں کی، وہاں کی، ماضی کی، حال کی، مستقبل کی ہوں۔

باتیں عقل کی بے عقلی کی ٹھگنے کی مکروفریب کی پسند کی ناپسند، چھچھوری ہوں، حال احوال خبروں کی باتیں کہانی ناٹک باتیں۔ سُننے کے لئے سنانے کے لئے، سمجھنے کے لئے سمجھانے کے لیے، پوچھنے کے لئے، معلومات کے لئے، پڑھنے لکھنے کے لئے باتیں، تکبر بھری باتیں، چین والی، بے چینی والی باتیں، اشاروں کی باتیں، سوال جواب کی باتیں، علم ہنر سکھانے کی باتیں، باتیں شکھی کرتی ہیں، دکھ دیتی ہیں فکریں دیتی ہیں۔ جھگڑا فساد توڑ پھوڑ کا سبب باتیں، قتل و غارت گری کی باتیں۔ شادی بیاہ موت حیات، جلسے جلوس میں ہوئی باتیں۔

دوستی کرنے کے لئے تعارف کے لئے۔ یا پھر دشمن بنانے کے لئے نفرت کے لیے باتیں چپ چپ کانا پھوسی بھید بھری باتی، سستائی مہنگائی زمین آسمان کی باتیں، ہنسنے کی اور رونے کی باتیں، زمانہ کی زمانے سے باتیں، موقع بے موقع باتیں۔ ڈھنگ کی بے ڈھنگی چاہتے نہ چاہتے باتیں۔ اچانک یکا یک زبان سے نکلنے والی باتیں، آگ لگانے والی آگ بجھانے والی باتیں، برائی سے بچانے والی باتیں، برائی میں پھنسانے والی باتیں۔ حقیقت والی باتیں۔ من گھڑت باتیں، سیدھے یا ٹیڑھے راستے پر چلنے والی باتیں، بادشاہ کی فقیر کی عالم کی جاہل کی باتیں۔ گناہ کی ثواب کی معافی کی توبہ کی باتیں، گھر میں باتیں راستے میں باتیں، پَل پَل باتیں، جنگل کی شکار کی باغ کی باتیں۔ دل میں چھپی ذہن میں گھومتی باتیں، شیطان کی درویش کی باتیں، اللہ رسول کی باتیں، دین وایمان کی باتیں، سچائی اور برائی کی باتیں، قرآن کی باتیں، عزت وذلت دینے والی باتیں بے شمار باتیں۔ ہائے ہائے باتیں واہ واہ باتیں۔

قیامت کی باتیں۔ درویش اللہ کے واسطے چپ ہو جاؤ۔

بشکریہ: سبہ ماہی نیا پو

اوراق گم گشتہ

تاریخ کے جھروکوں سے

میمنوں کی تاریخ: پس منظر اور روشن پہلو

گجراتی تحریر: الحاج احمد عبداللہ غریب مرحوم (بمبئی۔انڈیا)، میمن ریسرچ اسکالر، ممتاز مورخ
اردو ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل

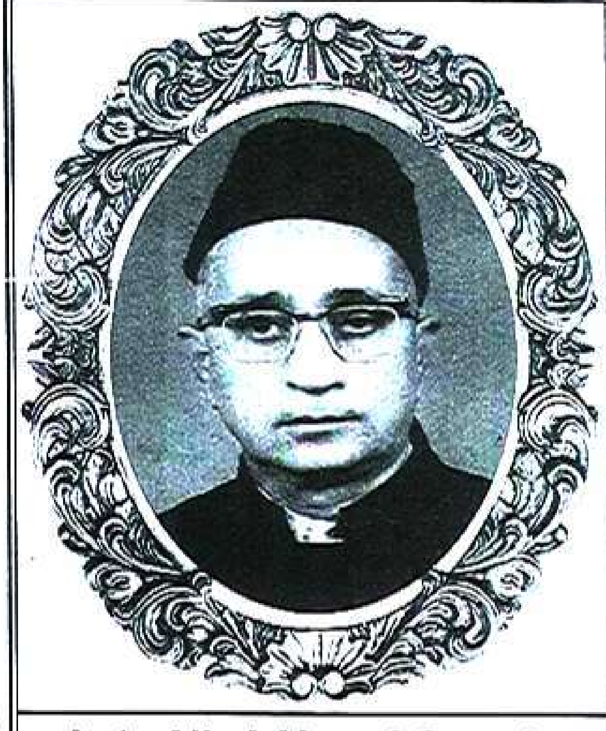

Late Alhaj Ahmed Gareeb

پیش نظر مضمون الحاج احمد عبداللہ غریب مرحوم نے بڑی تحقیق اور ریسرچ کے بعد تحریر کیا تھا اور بلاشبہ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ تحریر تاریخی حوالوں میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ انڈیا کے عروس البلاد بمبئی سے تعلق رکھنے والے محترم الحاج احمد عبداللہ غریب نے ساری زندگی برادری کی تاریخی کھوج اور دینی مضامین لکھنے میں لگائی۔

مرحوم کی خواہش تھی کہ میمن برادری اور بالخصوص اس کے نوجوانوں نئی نسلوں اور اس کے محققین کو اس برادری کی اصل تاریخ اور ثقافت معلوم ہو اور تاریخ انسانی میں اس کے مقام کا بھی پتہ چل سکے۔ اس لیے مرحوم صاحب نے اس برادری کے تاریخی پس منظر کو بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر تلاش کیا اور عوام الناس کے سامنے پیش کیا اور اس برادری کے کچھ روشن پہلو بھی ڈھونڈ نکالے جن کی وجہ سے ماضی میں بھی میمن برادری عزت و تکریم کی مستحق قرار پائی اور آگے بھی اس نے دنیا کو امن و سلامتی کا پیغام دیتے ہوئے اہل دنیا کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ برادریاں کس طرح رہتی ہیں اور کس طرح اپنے وجود کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ آیئے الحاج احمد عبداللہ غریب مرحوم کے اس تحقیقی مقالے سے استفادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (مترجم)

میمن برادری۔ تاریخی اور جغرافیائی مقام: میں بمبئی میں رہتا ہوں اور اس شہر میں رہتے ہوئے میری نظر ہر وقت اس سوال کا جواب نکالنے پر رہی کہ میمن برادری کا بنیادی اور اصل تاریخی مقام کونسا ہے؟ ٹھٹھہ یا ہالا؟ اس سے پہلے 1800 کے لگ بھگ بمبئی گزیٹئر میں جو حقائق خاصی تحقیق کے بعد تحریر کیے گئے تھے، ان میں ان دونوں مقامات کے حوالے سے ماہرین اقوام اور ماہرین ارضیات نے الگ الگ باتیں کیں اور الگ الگ دلائل بھی پیش کیے جن کے مطابق اس بات یا یوں کہنا چاہیے کہ اس حقیقت کی کسی حد تک تصدیق ہوگئی کہ میمنوں یا میمن قوم کا اصل اور بنیادی جغرافیائی مقام ٹھٹھہ نہیں ہے بلکہ ہالا ہے۔ میں نے سوچا کہ ہم طویل عرصے تک اس بحث میں پڑے ہوئے ہیں کہ آیا

قومِ میمنی سے اوّل جو مشرف باسلام ہوئے ان کے نام

مانک جی داس- ان کے دو بھائی سندر جی اور کانجی...... مانک جی کا اسلامی نام آدم اور ان کے بڑے فرزند کنور جی کا **احمد** اور چھوٹے فرزند بھوج راج جی کا **غلام محمد**۔

اور ان کے بھائی سندر جی کا **عبداللہ**۔ ان کے بڑے فرزند دھنراج جی کا **غلام علی**۔ اور چھوٹے فرزند سوم جی کا **غلام محی الدین**۔

اور چھوٹے بھائی کانجی کا **عبداللطیف**۔ ان کے فرزند ست رام جی کا **غلام حیدر**۔

قوم لہانہ کے دو دھرم گرو جن سے ایک کا نام چتر بھوج جی، اس کا نام **عبدالاحد**۔ ان کے فرزند شنکر لال کا نام **غلام احمد**۔

دوسرے گرو ریواداس کا **عبدالواحد**۔ ان کے فرزند روجی کا **غلام حسن** اور ان ہر دو گرو کے ہونہار چیلے نارائن جی کا **غلام حسین** رکھا۔

یہ دونوں گرو اور چیلا **میمنی آدم سیٹھ** کے رشتہ داروں سے تھے۔

اقرانامۂ قوم میمنی بر تختیِ برنجی در بدین ملک سندھ

سلالۂ خاندانِ مصطفوی نقارۂ دودمانِ مرتضوی ہادیٔ گم گشتگان رہنمائے مریدانِ پوست نشین غوث محی الدین سیّد احمد شہاب الدین جیلانی قادری ہمیشہ بر فرقِ ماظلِ تو قائم باد۔

قبلہ گاہا! بعنایت خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبکرم غوث الاعظم دستگیر قدس سرہ وخاص نظر فیض نواز ونسِ کفرو ارجاسِ شرک بردستِ اقدسِ تو توبہ کردہ مشرف باسلام ومقلد بمذہب ابوحنیفہ ومسلک بسلسلۂ قادریہ شدہ ملقب بہ میمنی گشتیم۔

شاہا! دستخط کنندگانِ ذیل منجانب کل جماعتِ میمنی رقم کردہ پیش کش تو میکنیم کہ از امروز تا روزِ محشر ہر ہر فرد از جماعتِ میمنی غلامِ تو و اولاد واولادِ اولاد و خاندانِ تو ہست۔

اگر کسے از اولاد و اولادِ اولادِ ما از تو واز اولاد و اولادِ اولاد و خاندانِ تو ابا ورزد و منحرف و روگردان شود، آں از نسلِ ما نیست۔

برایں اقرار خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم راہ گواہ می سازیم۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف۔ زیادہ حدِ ادب

روز دوشنبہ یازدہم (۱۱) ربیع الثانی شریف ۸۳۱ہجری

ہماری اپنی میمن برادری کا اصل اور بنیادی مقام کونسا شہر ہے یعنی وہ کونسا تاریخی اور قدیم شہر یا مقام ہے جہاں یہ برادری ظہور میں آئی اور پھر وہاں سے بڑھتے بڑھتے وہ دوسرے شہروں اور خطوں تک پہنچی اور پھیلتی چلی گئی جس کے نتیجے میں آج کی میمن برادری نہ صرف وجود برقرار رکھے ہوئے ہے بلکہ مسلسل ترقی کر کے نہ صرف خود کو اقوام عالم کی فہرست میں نمایاں مقام حاصل کر چکی ہے بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں ترقی اور نشوونما بھی ہو رہی ہے۔

قدیم تاریخ کو کھنگالا : میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کسی طرح قدیم تاریخ کو کھنگالوں، پرانی اور مستند کتابوں میں میمن برادری کے حوالے سے دیئے گئے ریفرنسز چیک کروں، پھر میں نے ایسا ہی کیا اور اس کے نتیجے میں میمن برادری کی اصل اور قدیم تاریخ پر سے وقت کی دبیز تہہ ہٹتی چلی گئی اور میمن برادری کا ORIGIN سامنے آتا چلا گیا۔ واضح رہے کہ میں نے اس مضمون میں بمبئی کی قدیم اور تاریخی لائبریریوں کی خاک بھی چھانی اور وہاں رکھی ہوئی قدیم و مستند کتابیں بھی پڑھیں۔ خاص طور سے میں نے 1800 اور اس کے آس پاس شائع ہونے والی بمبئی گزیٹئر کا مطالعہ بھی کیا جس کے بعد جو حقائق اور FACTS میرے سامنے آئے وہ میں پوری ایمان داری کے ساتھ اپنے دوستوں اور بزرگوں اور خاص طور سے اپنی نئی نسل کے ان نوجوانوں کے سامنے پیش کرنے جا رہا ہوں جو اپنی برادری کی اصلیت، اس کے آغاز اور اس ابتدائی مقام کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تا کہ ان کی نظر میں برادری کی تاریخ اپ ڈیٹ ہو سکے۔

اس کام میں رکاوٹ کیا رہی ؟ میمن برادری کی مستند تاریخ کو قلم بند کرنا ایک مشکل کام ہے مگر اسے انجام دینے کی بھی اشد ضرورت ہے البتہ اس تحقیق طلب کام میں کافی دشواریاں بھی ہیں اور متعدد رکاوٹیں بھی حائل ہیں۔ وہ کیا ہیں؟ ان سطور میں ہم انہی کی بات کریں گے۔ میمن برادری ایک سادہ مزاج اور امن پسند برادری ہے۔ کسی بھی مشکل کام میں نہیں پڑتی اور نہ کسی ایسے کام میں ہاتھ ڈالتی ہے جس میں اسے بظاہر کوئی مالی فائدہ نظر نہ آئے۔ ویسے بھی اس برادری میں بلا کی سادگی اور معصومیت اور وہ بغیر کسی ٹھوس وجہ کے اس طرح کے کاموں میں ہاتھ نہیں ڈالتی جن میں بظاہر کوئی معقول وجہ سامنے نہ ہو۔ ہماری برادری میں بے شمار رفاہی ادارے ہیں جو بڑے بڑے کام کرنے کی باتیں تو کرتے ہیں مگر جب ہم عملی طور پر ان کے کاموں کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ چند ایک ڈسپنسریوں، یتیم خانوں اور گھریلو دستکاریوں کے فروغ کے کام سے بالکل آگے نہیں بڑھتے۔ ایسے میں برادری کی تاریخ پر تحقیق و ریسرچ کرنے کا کام کیسے ہوگا اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض ایسے کام دکھائی دیتے ہیں جن سے بظاہر برادری کو کوئی نمایاں یا ظاہری فائدہ ہوتا دکھائی نہیں دیتا لیکن ہماری برادری کی سادہ لوح افراد یہ تک نہیں جانتے کہ اس طرح کے تحقیقی کاموں کے اپنے قومی فوائد ہوتے ہیں جن کا انہیں کافی عرصے بعد میں چلتا ہے کیونکہ ایسے کاموں کے ظاہری فائدے اشیا یا پروڈکٹس کی صورت میں دکھائی نہیں دیتے البتہ یہ فوائد قومی فوائد ہوتے ہیں جو عام انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ یا HIDDEN ہوتے ہیں ہاں، قومی اور برادرانہ سوچ رکھنے والے افراد اور سرکردہ حضرات کو ان کے ان فائدوں کا علم ہوتا ہے جو انہیں بعد میں پہنچنے والے ہوتے ہیں۔

میمن برادری کی سادہ لوحی : اسے میں میمن برادری کی سادہ لوحی ہی کہوں گا کہ یہ بے چاری برادری یہ تک نہیں سمجھتی کہ وہ جس کام کو کرنے جا رہے ہیں یا جو کام انہیں کرنا ہے، وہ ایسا نہیں ہے۔ جس پر خوب تالیاں بجائی جائیں اور جس کے لئے عملی طور پر تشہیر کی جائے اور اس تشہیر پر پیسے بھی خرچ کیے جائیں۔ وہ بے چارے ان تاریخی اور قومی فائدوں سے واقف تک نہیں ہیں مگر ہمیں اپنی اس معصوم اور سادہ لوح قوم کو اسی کام کے لیے تیار کرنا ہے، ان سادہ لوح افراد کو اس کے متوقع فوائد سے آگاہ کرنا ہے اور یہ کام فوری طور پر شروع کرنا ہے کیونکہ اب تک اس کام

۷۸۶

ترجمہ اقرار نامہ قوم میمنی

خلاصہ خاندانِ مصطفوی نقارۂ دودمان مرتضوی ہادیٔ گم گشتگان رہنمائے مریدین پوست نشین غوث محی الدین سید احمد شہاب الدین جیلانی قادری ہمارے سروں پر آپ کا سایہ ہمیشہ قائم رہے۔

اے ہمارے قبلہ! خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت اور غوث الاعظم دستگیر قدس سرہ الاقدس کے کرم اور خاص آپ کی نگاہِ فیض سے ہم کفر کی نجاستوں اور شرک کی برائیوں سے آپ کے دستِ اقدس پر توبہ کرکے اسلام سے مشرف ہوئے اور مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد اور سلسلۂ عالیہ قادریہ سے منسلک ہوکر میمنی کے لقب سے ملقب ہوئے ہیں۔

اے ہمارے آقا! ہم مندرجہ ذیل دستخط کنندگان کل جماعت میمنی کی طرف سے آپ کی بارگاہ میں تحریر پیش کرتے ہیں کہ آج سے محشر کے دن تک جماعت میمنی کا ہر فرد آپ کا آپ کی اولاد کا اور اولاد کی اولاد کا آپ کے پورے خاندان کا غلام ہے۔ اگر کوئی ہماری اولاد یا اولاد کی اولاد میں سے آپ سے یا آپ کی اولاد سے یا اولاد کی اولاد سے اور آپ کے خاندان سے دوری اختیار کرے منکر ہو یا روگردانی کرے وہ ہماری نسل سے نہیں۔ اس اقرار نامہ پر ہم خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو گواہ بناتے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف　　　زیادہ حد ادب

غلام از غلامانِ تو میمنی آدم۔ میمنی عبداللہ۔ میمنی عبداللطیف۔ میمنی عبدالاحد۔ میمنی عبدالواحد۔

میمنی صلاح الدین۔ میمنی کرم اللہ۔ میمنی طیب۔ میمنی محمد جعفر۔ (گجراتی میں)

میمن قبائل کے نام

مانکانی عرف سیٹھے۔ بھڑے۔ کانجیانی۔ جونسانی۔ صابوانی۔ گھگڑے۔ وانکانی۔ کھیت۔ دھیان۔ گلرے۔ گلرئے۔ کملانی۔ وتاؤ۔ جھنیدانی۔ وھیرے۔ جھندے۔ یکالی۔ بانائی۔ پڑیے۔ آکبانی۔ سریے۔ گایے۔ کاٹھیارے۔ چھینائی۔ کاگڑے۔ کھلسائی۔ چمار۔ کپایے۔ نشی۔ دنیانی۔ وچھات۔ مچھیارے۔ بٹلر۔ جھندے۔ دہڑے۔ ڈھنے۔ پٹنو۔ آڑیے۔ پرھیے۔ کسیانی۔ لوٹے۔ ڈین۔ بدھے۔ جعفرانی۔ پٹے والے۔ جانگھڑے۔ ماپارے۔ لاکھانی۔ نورانی۔ کادوانی۔ لکتانی

میں بہت دیر ہو چکی ہے۔ یہ کام بہت عرصہ پہلے ہو جانا چاہیے تھا مگر ہماری غفلت کہ ہم اب بھی اس کے لیے تیار نہیں اور نہ اسے فوری طور پر کرنے کے لیے آمادہ ہیں

اب وقت نہیں ہے۔ فوری ایکشن کی ضرورت ہے: یہاں میں اپنی قومی ذمے داری محسوس کرتے ہوئے اپنے بزرگوں اپنے دوستوں اور اپنے بھائیوں سے یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ اب ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ ہم پہلے ہی بہت سا وقت ضائع کر چکے ہیں لیکن اب ہمیں فوری ایکشن لینا ہوگا اپنے دوستوں اور بھائیوں کو اس قومی و تحقیقی کام کی قدر و قیمت بتاتے ہوئے جلد ہی اقدامات کرنے ہوں گے اور اپنا یہ کام شروع کرنا ہوگا۔ ہمیں یہ فیصلہ بھی کرنا ہوگا کہ کس انداز سے اس قومی اور تحقیقی کام کی شروعات کی جائے اور اس میں ترجیحی بنیادوں پر نکات بنا کر ان کی درجہ بندی کی جائے پھر ایک ایک کر کے یہ سب کام اس طرح شروع کیے جائیں کہ یہ سب بڑے موثر انداز میں تکمیل پاتے چلے جائیں۔ ہمیں اپنے نکات پر غور کرتے ہوئے پلاننگ کرنی ہے اور یہ فیصلہ کرنا ہے کہ فلاں کام پہلے نمبر پر کرنا ہے، فلاں دوسرے نمبر پر اور اس کے بعد تیسرے، چوتھے اور پانچویں نمبر کے نکات بھی قابل عمل حالت میں لا کر آگے بڑھائے جائیں۔ ہمیں ایک ایک کام اس کی بنیادی اہمیت کے مطابق انجام دینا ہے اور اسی کے اعتبار سے انجام دینا ہے۔

سب سے پہلے اپنی پہچان فائنل کرنی ہے: ہماری میمن برادری کے ساتھ ایک سب سے اہم اور بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنی پہچان کو ابھی تک فائنل نہیں کر سکے کہ ہم کون ہیں، کیا ہیں۔ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے اپنی اصل شناخت یا اپنی پہچان ڈھونڈنی ہے۔ جب یہ تلاش مکمل ہو جائے گی اور ہم اس سے مطمئن ہو جائیں گے کہ یہی ہماری اصل پہچان ہے تو پھر ہم دوسرے مرحلے کی طرف بڑھیں گے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ اپنی اصل پہچان یا اصل شناخت وہ چیز ہے جس پر برادری اور قوم کے دوسرے FACTS کی عمارت تعمیر ہوتی ہے اور ایک شکل سامنے آتی ہے۔

ہماری خوبیاں اور خامیاں کونسی ہیں؟ ایک بات میں اپنے اہل بمبئی، اہل کراچی اور اہل سندھ، اہل کاٹھیاواڑ اور دیگر میمن حضرات سے یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم سے اکثر لوگ یہ شکوہ کرتے ہیں اور بجا طور پر کرتے ہیں کہ دنیا نے نہ تو کبھی ہمیں بہ طور قوم ایک علیحدہ اور منفرد حیثیت دی اور نہ ہی ہمیں کبھی کسی طور برادری اس عزت و تکریم سے نوازا جس کے ہم حق دار تھے۔ میں نے بمبئی گزیٹر کا بھی مطالعہ کیا اور اس میں اپنی میمن برادری کے اصل حقائق تلاش کرنے کی کوشش کی۔ مجھے اس کے لیے دور دراز کے سفر بھی کرنے پڑے اور مختلف لائبریریوں کی خاک بھی چھاننی پڑی مگر مجھے اس برادری کے وہ FACTS نہ مل سکے جن کی مجھے تلاش تھی، ہر برادری اپنی خوبیوں اور خامیوں سے پہچانی جاتی ہے اور یہ خوبیاں یا خامیاں اس کے اوصاف کہلاتی ہیں جو اسے دوسری برادریوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں کافی دوڑ دھوپ کی اور بڑی عرق ریزی سے تحقیق و جستجو کو آگے بڑھایا مگر اس ساری محنت کے بعد مجھے یہ پتا چلا کہ ہم ایسی خاص خوبیوں یا خامیوں کے مالک ہی نہیں تھے جن کو ماضی کا مورخ ضبط تحریر میں لاتا۔ ہماری برادری میں قومی یا نیشنل ہیروز کی کمی نہیں ہے اور قابل ذکر دانشور، سیاست داں، صنعت کار یا نامور حضرات کی کوئی کمی نہیں ہے اور یہ وہ ہستیاں ہیں جو تاریخ میں اپنی برادری کا نام روشن کرتی ہیں تو ساتھ ساتھ انہیں ایک منفرد شناخت بھی عطا کرتی ہیں۔

ایک خاص ہستی۔ ایک عظیم بزرگ: اب میں اپنے قارئین کی خدمت میں ایک اور عظیم ہستی کا تذکرہ کروں گا جن کا نام

تھا حضرت پیر یوسف الدین قادری۔ ان کا تعلق بغداد شہر کی عظیم ہستی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے تھا۔ علاوہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اس عظیم بزرگ کی رہنمائی نے پورے بمبئی میں اوراس کے ساتھ ساتھ قرب وجوار کے ان علاقوں میں ہدایت وراہنمائی کی روشنی پھیلادی تھی جس کے بعد آگے چل کراس پورے خطے میں اسلام کا نور پھیلا اور یہ پورا ہی علاقہ تصوف کی روشنی میں ڈوب گیا۔ حضرت پیر یوسف الدین قادری کا تعلق غوث پاک کے خانوادے سے تھا لہٰذا اس خطے میں رشد وہدایت کی روشنی پھیلنا ایک قدرتی امر تھا اور بلاشبہ حضرت پیر یوسف الدین قادری نے اس پورے خطے میں اسلام کے فروغ کے لیے بڑی کوششیں کیں، بڑی قربانیاں دیں اور ان کی محنت سے اس خطے میں اسلام کا پیغام عام ہوا اور ہدایت کی روشنی پھیلتی چلی گئی اس خطے بالخصوص بمبئی اور قرب وجوار کے شہروں اور علاقوں میں ان کا فیض بڑا عام ہوا اور ہدایت کی روشنی نے اہالیان بمبئی اور کچھ کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں اور بالخصوص میمن برادریوں سے تعلق رکھنے والے اہل ایمان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

ہر مشکل کی وجہ : میں اپنے اہل بمبئی کے دوستوں اور بزرگ اور گجرات کے اہل ایمان کے حوالے سے ایک اہم بات یہ کہوں گا کہ اپنی میمن برادری کا اصل مسئلہ تاریخ کے مطالعہ سے دوری یا تحقیقی کاموں سے محرومی ہے اوراس محرومی کی وجہ سے ہی ہمیں بے شمار مشکلات پیش آئی ہیں اور ہم نے اس خامی کے باعث متعدد رکاوٹوں کا سامنا بھی کیا ہے۔ کیا ہمیں اب بھی اس اہم وجہ کا احساس نہیں ہوا ہے؟ ہم نے اس وجہ کو جاننے اور سمجھنے کے بعد بھی تاریخ وتحقیق اور مطالعہ کی طرف توجہ کیوں نہیں دی۔ اب ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ ہمیں فوری طور پر خواب غفلت سے بیدار ہوکر اپنے سابقہ ماضی پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے آگے کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیے۔ یہ عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے۔

اب توجہ اور غور سے پلاننگ کرنی ہوگی : میرے دوستو! اور ساتھیو! اور خاص طور سے میرے بمبئی کے نوجوانوں اور بزرگو! میں نے آپ کو اس لیے مخاطب کیا ہے کہ اب ہماری ترقی کا پرچم آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ کو اسے اٹھا کر آگے بڑھنا ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے آپ کو خود کو آمادہ اور تیار کرنا ہوگا۔ اس تحقیقی کام کے لیے بہتر، مضبوط اور ٹھوس پلیٹ فارم ہماری شناخت سر آدم جی کی قائم کردہ میمن ایجوکیشنل سوسائٹی ہے جس کے بعد اس کام میں تیزی بھی آئے گی اور تندی بھی۔ اس طرح کے حالات اس وقت پیش آتے ہیں جب ہم کوئی کام موثر پلاننگ کے بغیر شروع کردیتے ہیں۔ عملی کاموں کی ضرورت ہے۔

میمن تاریخ پر توجہ کون دے گا ؟ میں نے بمبئی کے اپنی برادری کے ساتھیوں سے تفصیلی بات چیت کی اور ان کے ساتھ تبادلہ خیال بھی کیا اس کے ساتھ ساتھ میں نے 1800 میں شائع ہونے والے بمبئی گزیٹر کا بھی جستہ جستہ مطالعہ کیا اور اپنے سوالوں کو سامنے رکھ کر ان کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کی تو مجھے اپنے سوالوں کے تسلی بخش جواب نہ مل سکے۔ کیوں نہ مل سکے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم نے ماضی میں کبھی اپنی تاریخ کے حقائق پر کام کیا ہوتا اور پھر ان FACTS کو مستند کتابوں میں تاریخ کا حصہ بنایا ہوتا تو پھر یہ سارے ریفرنسز اور سارے حوالے کھل کر ہمارے سامنے آجاتے مگر ہم تو ابھی تک میمن برادری کی تاریخ کے اصل اور مصدقہ نکات سے نہ تو واقف ہیں اور نہ اس کے لیے کوئی قابل ذکر کوششیں کررہے ہیں۔ جب تک یہ FACTS ماضی کی دبیز تہ سے ابھر کر ہمارے سامنے نہیں آئیں گے، ہم شاید کچھ بھی نہ کرسکیں اور ہمیں اپنی لائن آف ایکشن طے کرنے کے لیے یہ سب تو کرنا ہوگا۔ میں تو اپنے نوجوان دوستوں اور بزرگوں سے صرف یہ کہوں گا کہ اب وہ اس کام میں ڈھیلے نہ پڑیں ورنہ تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ پندرہ روزہ میمن ویلفیئر (گجراتی) بمبئی۔ جولائی 1965ء

☆☆☆☆☆

بیٹی کا گھر جنت بنانے والی انمول باتیں

ایک ماں کی پیاری بیٹی کو دس نصیحتیں

جناب عبدالعزیز گیرڈی کی ایک قابل تعریف تحریر

1-میری پیاری بیٹی ! میری آنکھوں کی ٹھنڈک ،شوہر کے گھر جا کر صبر اور قناعت سے زندگی گزارنے کا اہتمام کرنا۔ جو دال روٹی ملے، اس پر راضی رہنا، جو روکھی سوکھی شوہر کی خوشی کے ساتھ مل جائے وہ اس مرغ پلاؤ سے بہتر ہے جو تمہارا اصرار کرنے پر اس ۔نے ناراضگی سے فراہم کیا ہو۔

2۔ میری پیاری بیٹی ! اس بات کا خیال رکھنا کہ اپنے شوہر کی بات کو ہمیشہ توجہ سے سننا اور اس کو اہمیت دینا۔ ہر حال میں ان کی ہدایت پر عمل کرنے کی کوشش کرنا۔ اس طرح تم ان کے دل میں جگہ بنالوگی کیونکہ آدمی کی صورت نہیں بلکہ اس کا کام پیارا ہوتا ہے۔

3۔میری پیاری بیٹی ! اپنی زینت و جمال کا ایسا خیال رکھنا کہ جب وہ تجھے نگاہ بھر کے دیکھے تو اپنے انتخاب پر خوش ہو اور سادگی کے ساتھ جتنی استطاعت ہو، خوشبوں کا اہتمام ضرور کرنا اور ہاں تیرے جسم ولباس کی کوئی بو یا کوئی بری صورت اسے نفرت وکراہت نہ دلائے۔

4۔میری پیاری بیٹی ! اپنے شوہر کی نگاہ میں بھی معلوم ہونے کے لیے اپنی آنکھوں کو سرمے اور کاجل سے حسن دینا کہ پرکشش آنکھیں پورے وجود کو دیکھنے والے کی نظر میں اچھا بنا دیتی ہیں۔ غسل اور وضو کا اہتمام کرنا کہ یہ سب سے اچھی خوشبو ہے اور لطافت کا بہترین ذریعہ ہے۔

5۔میری پیاری بیٹی ! اپنے شوہر کا کھانا وقت سے پہلے ہی اہتمام سے تیار رکھنا، کیونکہ دیر تک برداشت کی جانی والی بھوک بھڑکتے ہوئے شعلے کی مانند ہو جاتی ہے اور شوہر کے آرام کرنے اور نیند پوری کرنے کے اوقات میں سکون کا ماحول بنانا کیونکہ نیند ادھوری رہ جائے تو طبیعت میں غصہ اور چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔

6۔میری پیاری بیٹی ! شوہر کے گھر اور ان کے مال کی نگرانی کرنا یعنی ان کی اجازت کے بغیر کوئی گھر میں نہ آئے اور ان کا مال لغویات ،نمائش وفیشن میں برباد نہ کرنا کیونکہ مال کی بہتر نگہداشت اچھے انتظام سے ہوتی ہے اور اہل وعیال کی بہتر حفاظت تدبیر سے ہے۔

7۔میری پیاری بیٹی ! شوہر کی راز دار رہنا، ان کی نافرمانی نہ کرنا کیونکہ ان جیسے بارعب شخص کی نافرمانی جلتی پر تیل کا کام کرے گی اور تم اگر اس کا راز دوسروں سے چھپا نہ رکھ سکیں تو اس کا اعتماد تم پر سے ہٹ جائے گا اور پھر تم بھی اس کی بدمزاجی سے محفوظ نہیں رہ سکوگی۔

8۔میری پیاری بیٹی ! جب تمہارا شوہر کسی بات پر غمگین ہو تو اپنی کسی خوشی کا اظہار ان کے سامنے نہ کرنا یعنی ان کے غم میں برابر کی شریک رہنا۔ شوہر کی کسی خوشی کے وقت غم کے اثرات چہرے پر نہ لانا اور نہ ہی شوہر سے ان کے کسی رویے کی شکایت کرنا۔ ان کی خوشی میں خوش رہنا ورنہ تم ان کا دل خراب کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گی۔

9۔ **میری پیاری بیٹی !** اگر تم شوہر کی نگاہوں میں قابل تکریم بننا چاہتی ہو تو اس کی عزت اور احترام کا خوب خیال رکھنا اور اس کی مرضی و خواہش کے مطابق چلنا تو اس کو بھی ہمیشہ ہمیشہ اپنی زندگی کے ہر ہر مرحلے میں اپنا بہترین رفیق پاؤ گی۔

10۔ **میری پیاری بیٹی !** میری اس نصیحت کو پلو سے باندھ لو اس پر گرہ لگا لو کہ جب تک تم شوہر کی خوشی اور مرضی کی خاطر کئی بار اپنا دل نہیں مارو گی اور ان کی بات اوپر رکھنے کے لیے خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند، زندگی کے کئی مرحلوں میں اپنے دل میں اٹھنے والی خواہشوں کو دفن نہیں کرو گی اس وقت تک تمہاری زندگی میں بھی خوشیوں کے پھول نہیں کھلیں گے۔

اے میری پیاری اور لاڈلی بیٹی! ان نصیحتوں کے ساتھ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرتی ہوں، اللہ تعالیٰ زندگی کے تمام مرحلوں میں تمہارے لیے خیر مقدر فرمائے اور ہر برائی سے تم کو بچائے۔ آمین

جماعت کی سرگرمیوں میں اچھی طرح دلچسپی سے حصہ لے کر آپ اپنی ذمہ داری کا ثبوت دیں

بچیوں کے پیغام نکاح کے لئے

بچیاں خود پڑھیں روزانہ پاکی کے ایّام میں، باوضو ایک بار کسی بھی وقت گھر کے دیگر افراد پڑھیں۔ تو دُعا میں بچّی کا نام لے کر دُعا کریں۔

① اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ○ ــــــ گیارہ بار

② وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا ○ ــــــ گیارہ بار

③ درُود شریف جو نمبر ایک پر ہے ــــــ گیارہ بار

④ یَا جَوَّادُ یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ ــــــ تین بار

⑤ اے اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے مجھے نیک اور صالح رشتہ عطا فرما۔ آمین ــــــ تین بار

⑥ درود شریف جو نمبر ایک پر ہے ــــــ صرف ایک بار

ہمارے بزرگوں اور مرحومین کی آخری آرام گاہ اب ماضی کی یادگار بن چکا ہے
اس ماضی کے آثار کی حفاظت ہم سب کی اور وقت کی اہم ضرورت ہے

آخری آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان

حاجی عبدالعزیز عثمان ایدھی مرحوم کی ایک اہم تحریر

Late Aziz Adhi

ویسے تو پاکستان میں میمن جماعتوں اور اداروں کی تعداد کافی ہے مگر ان میں سب سے بڑی جماعت بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی ہے جس کا ماضی اچھا خاصا روشن اور درخشاں رہا ہے۔ بانٹوا میمن برادری نے پاکستان کے وجود میں آنے کے فوراً بعد ”بانٹوا انجمن حمایت اسلام“ قائم کردی تھی اور اس کے تحت برادری کی فلاح و بہبود کے کام بھی شروع کردیئے تھے۔ اس وقت میوہ شاہ کے مقام پر قبرستان کے لئے ایک پلاٹ حاصل کیا گیا تھا جس پر اس برادری کے مرحومین کی تدفین کی جاتی تھی اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ میوہ شاہ قبرستان کی تمام زمین قبروں سے بھر گئی ہے اور اب جو بھی میت وہاں دفن کی جاتی ہے اس کے لئے قبرستان کے ٹھیکے دار اپنی روزی کمانے کے لئے پرانی کچی اور لاوارث قبریں کھود کھود کر نئی قبریں بنا دیتے ہیں۔ دو سال قبل ادارے نے شہر کے مختلف علاقوں میں دو دو ایکڑ کے رقبے پر قبرستان قائم کیے تھے۔

حب ریور روڈ پر ادارے کو دو ایکڑ زمین ملی ہے جسے قبرستان کی شکل دی گئی ہے۔ وہاں مسجد، پانی، بجلی، بیٹھنے کے لئے ہال، پانی کا کنواں، پانی کی سبیل، نمبر سے قبریں بنانے کے لئے الگ الگ بلاک، ہر بلاک کے اطراف بڑوں، بزرگوں کے بیٹھنے کے لئے ماربل کی بینچز اور اطراف میں دو سو سے زائد درخت بھی لگائے گئے ہیں۔ یہاں قبریں بھی بنا کر تیار رکھی گئی ہیں اور اس قبرستان کے اسٹاف کو پچھلے ایک ڈیڑھ سال سے تنخواہیں بھی دی جارہی ہیں۔ یہاں کی مسجد میں پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے۔ گویا یہ ایک جدید، تیار اور ہر طرح کی سہولیات سے آراستہ قبرستان ہے جس کے بارے میں لوگوں کو کم علم ہے اور اگر علم ہے تو وہ اس پر توجہ نہیں دیتے اور اس قبرستان میں اپنے مرحومین کو دفن نہیں کرتے۔

دو تین مرتبہ بانٹوا میمن برادری کے افراد کو قبرستان دکھانے کے لئے وہاں لے جایا گیا تھا۔ وہیں انہیں کھانا بھی کھلایا گیا تھا اور اخباروں کے ذریعہ اس نئے قبرستان میں میتیں دفن کرنے کی اپیلیں بھی کی گئی تھیں۔ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ بسوں میں لے جانے کا کرایہ نہایت مناسب ہوگا اور آنے جانے کے لئے ڈبل روڈ بھی بن چکا ہے۔ اب آنے جانے میں زیادہ وقت بھی نہیں لگتا۔ اس کے علاوہ فاتحہ کے لئے جانے والوں کے لئے پبلک ٹرانسپورٹ بھی موجود ہے۔ وہاں ایک ہال بھی تعمیر کیا گیا ہے جس میں خاندان سمیت ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا جاسکتا ہے لیکن اتنی سہولیات کے باوجود ہمارے بھائی اس جدید قبرستان کو اہمیت نہیں دیتے اور جگہ ختم ہونے کے باوجود میوہ شاہ کے قبرستان ہی میں میت دفنانے پر اصرار کرتے

ہیں۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہاں اب جگہ نہیں ہے تو وہ ٹھیکے داروں کو قبر کی قیمت سے دو تین گنا زیادہ رقم دے کر پرانی قبریں کھدوا کر میتیں دفن کرواتے ہیں۔ یہ ایک بڑا گناہ ہے۔ کسی اور کی جگہ پر کئی قبر بنا کر میت دفنانا مناسب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مسجد میں زیارت (سوئم) کے بعد قبرستان میں جا کر فاتحہ پڑھنے کے لئے بس کی سہولت طلب کرنے والے بھی بہت کم رہ گئے ہیں۔ ہمارے بھائیوں کے اس رویہ کی وجہ سے ادارے کو کافی دشواریاں پیش آرہی ہیں۔ جن لوگوں کے بزرگوں کی قبروں پر نئی قبریں بن چکی ہیں، ان کی ناراضگی کی وجہ سے ادارے کو ملنے والے فنڈز بھی کم ہونے لگے ہیں جبکہ ہمارے میوہ شاہ میں دفن کروانے کے شوقین افراد ٹھیکے داروں کو تو دو تین گنا زیادہ پیسہ دے دیتے ہیں۔ دوسری طرف بانٹوا انجمن حمایت اسلام چوبیس گھنٹہ سہولیات مہیا کر کے خاصے اخراجات برداشت کر رہی ہے۔ کفن کے لئے کپڑا، قبروں کی قیمت اور دیگر اخراجات کسی بھی قسم کے اضافہ کے بغیر بل میں شامل کئے جاتے ہیں۔

اس موقع پر میمن برادری سے پر زور اپیل ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی کے گھر میں کوئی فرد رحلت کر جائے تو میت کو میوہ شاہ کے بجائے حب ریور روڈ پر قائم قبرستان میں تدفین کے لئے لے جائیں اور ادارے کی جانب سے کئے گئے تمام انتظامات کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ آئیں۔ ادارے کے پاس مواچھ گوٹھ میں بھی دو ایکڑ زمین اور اس کے علاوہ اسکیم نمبر 33 صفورہ گوٹھ کے قریب بھی میمن فیڈریشن کی جانب سے دی گئی قبرستان کے لئے دو ایکڑ زمین موجود ہے۔ وہاں بھی باؤنڈری وال (دیوار) اور گیٹ لگا دیے گئے ہیں۔ اس لئے مہربانی فرما کر اب میوہ شاہ قبرستان کا پیچھا چھوڑ دیں بلکہ ماضی کی اس یادگار کی حفاظت کریں اور اس میں آسودہ خاک مرحومین کی بخشش اور مغفرت کی دعا کریں۔ میوہ شاہ قبرستان کو احترام کی ضرورت ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اپنے اس کام کو دل و جان سے انجام دیں اور اس قبرستان کو ہر طرح کی بے حرمتی سے بچائیں۔

پانی قدرت کا انمول تحفہ

سوچیں پانی نہ ہو تو جینا محال ہو جائے

☆ جانور، پرندے، نباتات کچھ باقی نہ رہے

☆ کھیتیاں سوکھ جائیں کھلیاں اجڑ جائیں

☆ درخت پھل دینا اور پودے پھول مہکانا بند کر دیں

☆ پانی زندگی ہے ☆ زندگی کو اہم جانیے

☆ اس عظیم نعمت کی قدر کیجئے ☆ پانی ضائع نہ کیجیے

پانی کے حصول، حفاظت اور ذخائر کو اپنی قومی سوچ کا حصہ بنائیے

ایک اہم اور یادگار معلومات افزا تحریر

ایدھی.....ایک شہنشاہ

مصنف کی گجراتی کتاب ''پان کھرنا پوسپو'' (خزاں کے پھول) جو جولائی 2001ء میں طبع ہوئی تھی سے اردو ترجمہ

گجراتی تحریر: حاجی محمد یونس عرفا قائد اوپلیٹا (مرحوم)

Late Haji Younus Arfa Quaid-e-Upleta

مضمون نگار کا مختصر تعارف: اس عالم رنگ و بو میں بعض شخصیتیں اپنے اعمال و کردار کے ایسے حسین نقوش چھوڑتی ہیں جو نہ صرف آفتاب درخشندہ کی طرح روشن و تابندہ رہتے ہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی چراغ راہ ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے ہی پاک باز افراد میں محترم حاجی یونس عرفا قائد اوپلیٹا کی شخصیت بھی شامل ہے جنھوں نے اپنے اعلیٰ کردار اور حسن اخلاق کی بدولت اہل نظر کے دلوں میں اعلیٰ مقام پیدا کر لیا اور ملی، سماجی، فلاحی اور تعلیمی خدمات کی بنا سے آپ کا حلقہ احباب فقیر کی جھونپڑی سے امیر کی کوٹھی تک وسیع ہوتا چلا گیا تھا۔ یہ حاجی محمد یونس عرفا مرحوم کی دل نواز شخصیت کا منھ بولتا ثبوت تھا۔ قائد اوپلیٹا حاجی یونس عرفا کی حیات اور خدمات پر بایوگرافی ''خدمات کا تابندہ سفر'' کے عنوان (نام) سے کھتری عصمت علی پٹیل نے قلمبند کی جو 224 صفحات پر مشتمل اگست 2005ء میں اوپلیٹا میمن جماعت حیدر آباد نے اشاعت پذیر کی تھی۔

حاجی محمد یونس عبدالشکور عرفا 12 جون 1931ء کو رنگون میں پیدا ہوئے۔ اپریل 1948ء کے اوائل میں پاکستان کے اس وقت کے دارالحکومت کراچی میں سکونت پذیر ہوئے۔ این جے وی ہائی اسکول سے انہوں نے میٹرک کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ حاجی صاحب نے پہلے ملازمت کی اس کے بعد اپنے کاروبار کا آغاز کیا اور نام اور عزت کمائی۔ 1954ء میں ان کی شادی حاجی عثمان بکسر اوالا کی دختر محترمہ آمنہ بائی سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حاجی صاحب کو دو بیٹوں اور تین بیٹیوں کی دولت سے نوازا ہے۔ تینوں بیٹیوں کی شادی ہوگئی اور وہ اپنے گھروں میں خوش و خرم زندگی گزار رہی ہیں۔ بڑے صاحبزادے کا نام جناب حاجی انیس عرفا ہے جنھیں کراچی چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی مختلف کمیٹیوں کے چیئرمین کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں اور اوپلیٹا میمن ایسوسی ایشن کراچی کی سپریم کونسل کے چیئرمین کی حیثیت سے گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ چھوٹے صاحبزادے جناب حاجی محمد اختر یونس عرفا کو قومی خدمات کے اعتراف میں 23 مارچ 2012ء کو صدارتی اعزاز تمغہ امتیاز (شعبہ خدمت عامہ) میں نوازا گیا۔

آپ کے گجراتی اخبار اور رسائل میں چھپے ہوئے مضامین کا مجموعہ (تصنیف) جولائی 2001ء میں پان کھرنا پوسپو (خزاں کے پھول) کے نام سے شائع ہوئی تھی جس میں شائع ہونے والے ایک معلومات افزا مضمون ''ایدھی ایک شہنشاہ'' شائع ہوا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ

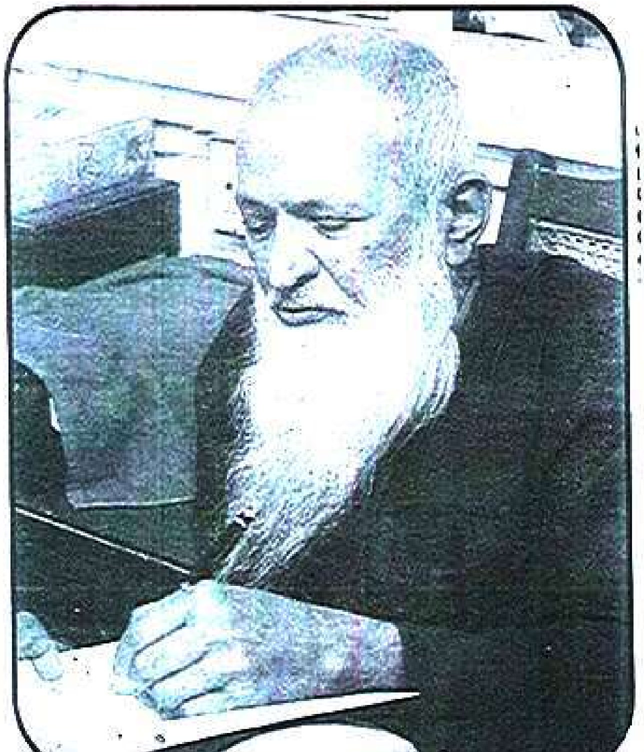

حسب ذیل ہے جو اپنی افادیت اور دلچسپی کے باعث قارئین کے معلومات میں اضافے کا باعث ہوگا۔ مرحوم نے اوپلیٹا میمن ایسوسی ایشن کے صدر کے عہدے پر 1999ء تا نومبر 2002ء تک گراں قدر خدمات انجام دی تھیں۔ میمن برادری کے رہنماؤں نے کراچی جیم خانہ میں ان کی مخلصانہ خدمات کا برملا اعتراف کرتے ہوئے۔ 22 نومبر 2000ء کو انہیں ایک پروقار شاندار استقبالیہ دیا گیا۔ جس میں انہیں گولڈ میڈل پیش کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں اوپلیٹا میمن جماعت حیدرآباد کی جانب سے شاندار اور پروقار تقریب میں منعقدہ 3 جنوری 2003ء کو ''قائد اوپلیٹا'' کا خطاب قرارداد منظور کر کے تالیوں کی گونج میں خطاب سے نوازا گیا۔ حاجی محمد یونس عرفا قائد اوپلیٹا دارالفانی سے حرکت قلب بند ہونے کے باعث 23 فروری 2006ء کو کوچ کیا۔ آپ کی یادیں اور باتیں اوپلیٹا میمن برادری، میمن برادری اور عوام الناس میں ہمیشہ امر رہیں گی۔ آپ کی گراں قدر اور مخلصانہ خدمات ہمیشہ بلا امتیاز رہیں۔ یہی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ (تحریر: کھتری عصمت علی پٹیل)

کراچی کی ایک اہم سڑک ہے۔ جس کا پرانا نام تو بندر روڈ (بندرگاہ روڈ) ہے جبکہ اس کا نیا نام ایم۔ اے۔ جناح روڈ ہے۔ اسی ایم اے جناح روڈ پر میونسپل کی کارپوریشن کی شاندار پرانی عمارت بنی ہوئی ہے۔ اس کے بالکل سامنے ''سوامی نارائن مندر'' ہے۔ اس جگہ پر سندھی اور گجراتی افراد رہائش پذیر ہیں۔ اسی سوامی نارائن مندر کے سامنے کا واقعہ ہے جو یہاں تحریر کر رہا ہوں۔

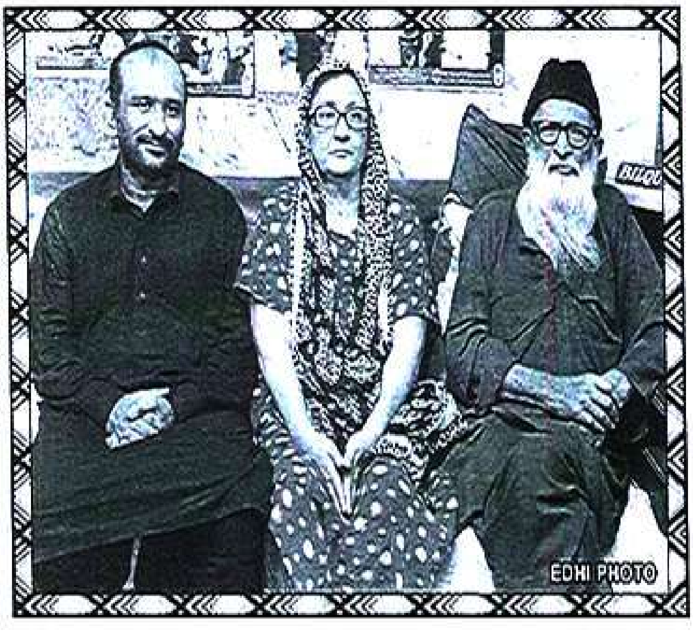

خادم انسانیت عبدالستار ایدھی مرحوم، مادر پاکستان مرحومہ بلقیس بانو ایدھی اور جناب فیصل ایدھی۔

رات کا وقت تھا۔ اس مندر کے گیٹ کے پاس سندھی ہندو فیملی کے کئی افراد کھڑے تھے۔ یہ سب لوگ اندرون سندھ کے کسی گاؤں سے آئے تھے۔ وہ جانے کس کے منتظر تھے۔ ان سے کچھ فاصلے پر مندر کے گیٹ سے کچھ ہٹ کر ایک خاتون پڑی ہوئی تھی مگر وہ سب لوگ اس سے دور دور کھڑے تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خاتون بہت بیمار یا زخمی ہے۔ کچھ دیر بعد سامنے ہلچل ہوئی تو مولانا عبدالستار ایدھی کی ایمبولینس گاڑی آتی نظر آئی۔ گاڑی وہاں آ کر رک گئی۔ اس میں سے ایدھی صاحب اترے اور انہوں نے آس پاس کا جائزہ لینے کے بعد اس خاتون کو تلاش کر لیا۔ ایدھی نے بطور خاص اس خاتون کے لباس پر توجہ دی کیونکہ انہیں اس خاتون کے لباس کا رنگ اور ڈیزائن بتایا گیا تھا اسے

دیکھ کر ایدھی صاحب کو اطمینان ہو گیا کہ وہ جس خاتون کی تلاش میں آئے ہیں، وہ وہی ہے۔ ایدھی صاحب نے اپنے آدمیوں (رضا کاروں) کی مدد سے اس خاتون کو اٹھایا اور اپنی ایمبولینس میں آرام سے لٹا دیا۔ اس کے بعد ایمبولینس اسٹارٹ ہوئی اور وہاں سے روانہ ہو گئی۔

اب اندھیرے میں کھڑے ہوئے وہ لوگ آگے آ گئے۔ روشنی میں ان کے چہروں کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ وہ سب مطمئن تھے۔ وہ غالباً اس بات پر مطمئن تھے کہ ان کے گاؤں کی لاعلاج مریضہ کی اب دیکھ بھال بھی ہو جائے گی اور اس کا علاج بھی ہو جائے گا کیوں کہ ان کے حساب سے اب وہ بالکل صحیح ہاتھوں میں اور صحیح شخص کی سرپرستی میں آ گئی تھی۔ اب اس کا علاج ممکن تھا۔ انہوں نے اس شخص کے بارے میں جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔ بات دراصل یہ تھی کہ اس خاتون کے سر میں کئی سال سے ایک زخم تھا جس سے بو بھی آتی تھی۔ اس خاتون کے گھر والوں نے ہر ممکن حد تک اس خاتون کا علاج کرایا مگر وہ ٹھیک نہ ہوئی۔ ویسے بھی اس گاؤں میں علاج کی کوئی سہولت یا آسانی نہ تھی۔ اس فیملی کے لوگوں کو کسی نے بتایا تھا کہ کراچی میں عبدالستار ایدھی اس خاتون کا علاج کرا سکتے ہیں، اسے کراچی لے جاؤ، مگر گاؤں کے لوگ ہچکچا رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جس عورت کا علاج کراتے کراتے وہ خود تھک چکے ہیں، اس کا علاج کوئی اور کیوں کرائے گا؟ اسی لئے انہوں نے یہ کیا کہ اس عورت کو گاؤں سے کراچی لا کر ''سوامی نارائن مندر'' کے سامنے ڈال دیا ایدھی صاحب کو فون کر کے اس کے بارے میں بتایا۔ وہ سب لوگ ڈر رہے تھے کہ کہیں ایدھی بھی اسے ہاتھ لگانے سے انکار نہ کر دیں اس لئے وہ خوفزدہ سے اندھیرے میں کھڑے تھے مگر جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ ان کے ایک فون پر نہ صرف ایدھی صاحب آ گئے بلکہ اس کو اٹھا کر لے گئے تو انہیں اطمینان ہوا کہ اب اس کا علاج ہو جائے گا۔ اس طرح انہیں یقین آ گیا کہ واقعی جناب عبدالستار ایدھی ایک سچے اور نیک خدمت گزار ہیں اور دکھی لوگوں کی بے لوث خدمت کرتے ہیں۔

اسی طرح کا عبدالستار ایدھی کی خدمت گزاری کا ایک اور واقعہ بھی ہے۔ کراچی میں ایک جگہ پولیس اور ڈاکوؤں کے درمیان سخت مقابلہ جاری تھا۔ زبردست فائرنگ ہو رہی تھی۔ گولیاں چل رہی تھیں اتنے میں ایک پولیس والے کو گولی لگ گئی اور وہ شہید ہو گیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ درمیان میں اس پولیس والے کی لاش پڑی تھی۔ مگر پولیس والے اور ڈاکو دونوں ہی فائرنگ بند کرنے کو تیار نہ تھے۔ پولیس والے اپنے ساتھی کی شہادت پر غصے میں تھے جبکہ ڈاکو اپنی جان بچانے اور فرار ہونے کے لئے ایسا کر رہے تھے۔ ایسے میں کسی نے ایدھی سینٹر فون کر کے اطلاع دے دی چنانچہ عبدالستار ایدھی بے دھڑک اس میدان کارزار میں پہنچ گئے۔ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ درمیان میں پڑی ہوئی اس پولیس والے کی لاش کو وہاں سے اٹھا کر اسپتال یا کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیں تاکہ لاش کی بے حرمتی نہ ہو۔ چنانچہ ایدھی صاحب بغیر کسی ڈر اور خوف کے پولیس والوں اور ڈاکوؤں کے درمیان آ کر کھڑے ہو گئے اور زور سے آواز لگائی: ''فائرنگ بند کرو، ایدھی آیا ہے۔'' یہ سننا تھا کہ دونوں جانب سے فائرنگ کا سلسلہ بند ہو گیا۔ ایدھی صاحب نے اپنے رضا کاروں کے ساتھ مل کر اس پولیس والے کی لاش اٹھوائی۔ اپنی ایمبولینس میں ڈالی اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ایدھی صاحب کی ایمبولینس کے جاتے ہی پولیس والوں اور ڈاکوؤں کے درمیان فائرنگ کا سلسلہ ایک بار پھر اسی شدت سے شروع ہو گیا۔

اب آیئے ایدھی صاحب عبدالستار ایدھی کی ذات اور خدمات کے حوالے سے ایک اور واقعہ پڑھتے ہیں۔ یہ ستمبر 1971ء کی بات ہے جب سابقہ مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) سے میرا ایک دوست وہاں کے حالات سے پریشان ہو کر کراچی آ گیا۔ اس کے ساتھ اس کی والدہ محترمہ بھی تھیں جو بہت بیمار تھیں۔ حالات بے حد خراب تھے، میرا دوست بڑی کسمپرسی کے عالم میں کراچی آیا تھا۔ وہ بے چارہ خودکسی کے دفتر میں سوتا تھا اور اس نے اپنی بیمار ماں کو اپنی ایک رشتے دار کے ہاں رکھا ہوا تھا۔ مگر وہ رشتے دار اس بوڑھی عورت کی زیادہ دن خدمت نہ کر سکے اور جلد ہی

بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔ اس مشکل وقت میں کون کس کے کام آتا ہے۔ میرا دوست ان حالات میں بے حد پریشان ہوگیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔

آخر ایک دن کسی نے میرے اس دوست کو مشورہ دیا کہ وہ اس سلسلے میں ایدھی صاحب کے پاس جائے اور ان سے مدد حاصل کرے۔ چنانچہ وہ سیدھا ایدھی صاحب کے ہاں گیا اور ان کو اپنی بیمار ماں کا حال بھی سنایا اور اپنے مشکل حالات سے بھی آگاہ کیا۔ ایدھی صاحب نے اس کی بات پوری ہمدردی سے سنی اور اس کی مدد اور دادرسی کو تیار ہوگئے۔ جب ایدھی صاحب نے اس سے پتا معلوم کیا تو میرے دوست نے وہ پتا بتایا جہاں اس نے اپنی ماں کو اپنے رشتے داروں کے ہاں رکھا ہوا تھا۔ یہ سنتے ہی ایدھی صاحب نے کہا: ''وہ جگہ بہت تنگ ہے۔ اس علاقے میں دن میں ایمبولینس کا جانا ممکن نہیں ہے۔ میں رات کے وقت آؤں گا اور تمہاری ماں کو ایمبولینس میں بٹھا کر لے جاؤں گا۔'' ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ایدھی صاحب کی یہ بات سن کر میرا دوست خوش ہوتا، وہ ان کا شکریہ ادا کرتا مگر اس نے عجیب حرکت کی۔ وہ ایدھی صاحب پر ناراض ہوگیا اور انہیں الٹی سیدھی باتیں سنانے لگا۔ اس نے ایدھی صاحب کو برا بھلا کہہ ڈالا مگر ایدھی صاحب نے اسے کچھ بھی نہ کہا، وہ سمجھ گئے تھے کہ یہ نوجوان غصے میں ہے اور ان کی بات سمجھ نہیں سکا ہے۔ وہ چپ چاپ بیٹھے اس کی تلخ باتیں سنتے رہے۔ نوجوان وہاں سے غصے کے عالم میں چلا گیا مگر بعد میں جب اس کے دل کا غبار نکل گیا اور غصے میں کمی آئی تو کسی نے اسے دوبارہ سمجھایا کہ ایدھی صاحب دن میں اس کی ماں کو کیوں نہیں لا سکتے۔ اس دوران کی ملاقات مجھ سے ہوگئی۔ اس نے اپنا مسئلہ مجھے بتایا تو میں نے اس سے کہا، تم فکر مت کرو، میں تمہاری مدد (سپورٹ) کروں گا اور تمہیں ایدھی صاحب کے پاس لے کر چلوں گا۔ چنانچہ میں اسے اپنے ساتھ لے کر ایدھی صاحب عبدالستار ایدھی کے دفتر پہنچا۔ اس وقت وہ اپنے دفتر کے باہر ایک بینچ پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے میرے ساتھ میرے دوست کو پہچان لیا اور فوراً بولے: ''ارے بھئی! اس بھائی کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی؟ تم مجھے صرف پتا لکھوا دیتے، میں جا کر تمہاری ماں کو لے آتا۔ ایسا کرو کہ تم اپنا ایڈریس مجھے دو، میں ابھی جاتا ہوں۔ فکر مت کرو، میں تمہاری ماں کو اپنی ماں کی طرح رکھوں گا۔ ان کا علاج بھی کراؤں گا اور دیکھ بھال بھی کروں گا۔''

میرا دوست حیران پریشان ایدھی صاحب کو دیکھ رہا تھا۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ ایدھی صاحب ناراض ہوں گے، اس کی مدد (دادرسی) کرنے سے انکار کردیں گے اور اسے نہ جانے کتنی باتیں سنائیں گے مگر ایدھی صاحب نے ایسا کچھ نہ کیا۔ انہوں نے تو سابقہ قصے کو دہرایا تک نہیں، ایسا لگ رہا تھا جیسے انہیں وہ واقعہ یاد ہی نہیں ہے۔ بہر حال ایدھی صاحب کی محبت اور توجہ کی وجہ سے میرے دوست کی بوڑھی اور بیمار ماں کو اسی روز شام کو ''ایدھی ہوم'' میں داخل کردیا گیا اور ان کا علاج شروع ہوگیا۔ اب میرا دوست مطمئن تھا۔ وہ ہر روز اپنی ماں سے ملنے ایدھی ہوم جاتا تھا۔ وہ خاتون بھی خوش تھیں۔ وہاں ان کی دیکھ بھال بھی کی جارہی تھی اور علاج بھی ہورہا تھا۔ کچھ ہی دن میں وہ صحت مند ہوگئیں۔

عبدالستار ایدھی صاحب بڑے عجیب و غریب انسان ہیں۔ بے حد پرخلوص، ہمدرد، خدمت گزار، منکسر المزاج، ممکن ہے اپنی انہی خصوصیات کی وجہ سے وہ لوگوں کی گالیاں بھی سن لیتے ہوں۔ یہ سچ ہے کہ ایدھی صاحب کو قدرت نے صبر اور برداشت کی بڑی قوت عطا کی ہے۔ وہ آئے دن پریشان حال اور دکھوں کے مارے کی الٹی سیدھی باتیں سنتے ہیں مگر انہی ایدھی صاحب سے بڑے بڑے افسران، سرکاری ڈاکٹر اور پولیس افسران بہت ڈرتے ہیں۔ ان سب کو اس عظیم خدمت گزار کی سماجی حیثیت کا خوب اندازہ ہے اس لئے ان میں اتنی ہمت نہیں کہ ایدھی صاحب کے سامنے نظر بھی اٹھا سکیں۔

اس حوالے سے ایک اور قصہ بیان کروں گا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبدالستار ایدھی صاحب کے مزاج میں کتنی سادگی ہے۔ ایم اے جناح روڈ پر ٹیکسٹائل پلازہ کے عین سامنے ایک گاڑی کھڑی ہوتی ہے جس پر پھلوں کے تازہ جوس ملتے ہیں، ایک روز میں اپنے دفتر جارہا تھا کہ میری نظر عبدالستار ایدھی صاحب پر پڑگئی۔ وہ اس گاڑی کے پاس کھڑے تھے اور کسی شخص کے ساتھ جوس پی رہے تھے۔ ایدھی صاحب اکثر یہاں جوس پینے آتے تھے۔ مجھ پر جیسے ہی ان کی نظر پڑی تو انہوں نے دور سے مجھے سلام کیا اور اشارہ سے اپنے پاس بلا کر کہا: ''آؤ حاجی صاحب! جوس پیو۔'' ایدھی صاحب اکثر جناب شوکت علی خوشی محمد شربت والا کے ٹھیلے پر آتے اور جوس خود بھی پیتے اور اپنے واقف کاروں کو مدعو کرتے، ایدھی صاحب کی یہ عادت ہے کہ وہ مجھے میرے نام سے بہت کم مخاطب کرتے ہیں بلکہ جب بھی ملتے ہیں تو ''حاجی صاحب'' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ ایدھی صاحب کے ساتھ جو صاحب وہاں کھڑے جوس پی رہے تھے وہ میرے بچپن کے دوست تھے، ہم دونوں نے بانٹوا میں ایک ساتھ ایک ہی اسکول مدرسہ اسلامیہ (بانٹوا) میں تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ کئی سال بعد نظر آئے تھے اس لئے میں ان کے ساتھ کھڑا ہوگیا اور جوس پینے لگا۔ بہر حال ہم لوگ جوس پی کر فارغ ہوگئے تو میرے اس دوست نے اس جوس والے خان صاحب سے کہا: ''کیوں بھئی تم نے جوس کے پیسے کیوں نہیں لئے؟'' یہ سن کر وہ جوس والا بولا ''ایدھی صاحب ہمارے ہاں آیا، ہمیں عزت ملی...... اگر وہ سارا دن بھی ہماری دکان پر کھڑا رہ کر جوس پیتا، ہم تب بھی اس سے پیسہ نہ لیتا...... ہم بہت خوش ہے کہ ایدھی صاحب جیسا بڑا آدمی ہمارے پاس آیا اور اس نے ہمیں خدمت کا موقع دیا، اس نے ہماری دکان سے جوس پیا۔ ہم اس بات کو زندگی بھر نہیں بھولے گا۔ ہم اتنے بڑے انسان سے پیسہ کیسے لے سکتا تھا؟'' میں حیرت سے اس جوس والے شوکت علی شربت والا کو دیکھتا رہ گیا۔ اس کی باتوں میں کتنا پیار تھا، کتنی سچائی تھی۔ واقعی ایدھی صاحب کو چاہنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔

کافی پرانی بات نہیں ہے۔ جولائی 2006ء میں اسرائیل نے جب لبنان پر قبضہ کیا تو فلسطینیوں کے ساتھ ظلم وزیادتی کی انتہا کردی۔ انہیں کیمپوں میں محصور کر کے رکھ دیا۔ ان بے گھر فلسطینیوں کی حالت ایسی تھی جیسے جنگی قیدیوں کی ہوتی ہے۔ یہ بے چارے ان کیمپوں میں بڑی کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے۔ نہ ان کے پاس کھانے پینے کو تھا اور نہ علاج معالجے کے لئے ڈاکٹر یا دوائیں میسر تھیں۔ یہ تمام دل ہلا دینے والی خبریں اکثر اخبارات میں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ سبھی لوگ ان حالات پر خاصے پریشان تھے۔ ایسے میں دبئی کے ایک تاجر نے عبدالستار ایدھی سے رابطہ کیا اور ان سے کہا کہ وہ ان کی معرفت پناہ گزین فلسطینیوں کو امداد بھیجنا چاہتا ہے۔ ایدھی صاحب فوراً راضی ہوگئے۔

چنانچہ ایدھی صاحب ڈالرز لے کر بیروت جا پہنچے۔ وہاں اسرائیلی ملٹری نے انہیں گرفتار کرلیا اور اپنے آفیسر کے سامنے پیش کیا۔ ایدھی صاحب نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں اس اسرائیلی افسر کو اپنی آمد کی غرض وغایت بتائی اور اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ محض انسانیت کے خدمت گزار ہیں اور وہ دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ اس آفیسر نے اپنے ایک ساتھی کو بلا کر اس سے کچھ کہا تو وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص ایک جرمن میگزین لے کر آیا اس میں ایک تصویر چھپی ہوئی تھی جو کسی اور کی نہیں بلکہ دنیا کے عظیم خدمت گزار ایدھی صاحب ایدھی کی تھی۔ آفیسر نے ایدھی صاحب کو غور سے دیکھا، پھر اس تصویر کو دیکھ کر ان سے سوال کیا: ''کیا یہ تصویر تمہاری ہے؟ ایدھی صاحب نے اقرار میں جواب دیا اور کہا: ''جی ہاں یہ میں ہی ہوں۔''

یہ سنتے ہی اس افسر نے اپنے تمام ساتھیوں کو حکم دیا: ''یہ شخص جہاں جانا چاہے، اسے جانے دو، بالکل نہیں روکنا۔'' اس کے بعد اس افسر نے ایدھی صاحب کو اپنا کارڈ اور فون نمبر دینے کے بعد ان کو سمجھاتے ہوئے کہا: ''تم جاؤ اور جہاں جو کام کرنا چاہو کرو۔ اگر کوئی تمہیں روکے یا

تنگ کرے تو مجھے اس نمبر پر فون کرنا۔"

ایدھی صاحب اس آفیسر کا شکریہ ادا کر کے سیدھے فلسطینی پناہ گزینوں کے کیمپوں میں پہنچے۔ انہوں نے وہاں جا کر دکھی فلسطینیوں میں ڈالرز تقسیم کئے۔ ایدھی صاحب کو کچھ پتا نہ تھا کہ ان کے پاس کتنے ڈالر تھے اور انہوں نے کس کس کو کتنے ڈالر دیئے ہیں۔ دبئی کے اس بیوپاری نے جتنے بھی ڈالر ایدھی صاحب کو دیئے تھے، انہوں نے وہ سب کے سب پریشان حال لوگوں میں تقسیم کر دیئے جو کیمپوں میں قیدیوں کی سی زندگی گزار رہے تھے۔ جب ایدھی صاحب یہ کام انجام دینے کے بعد واپس ایئرپورٹ جا رہے تھے تو ایک سر پھرے فوجی آفیسر نے انہیں روک لیا اور اسی آفیسر کو فون کر دیا جس نے ایدھی صاحب کو اپنا نمبر دیا تھا۔ اس نے آفیسر سے کہا: "سر! ایک پاکستانی ہے جس کی گھنی سی داڑھی ہے، اس نے ملائیشیا قمیض پاجاما پہن رکھا ہے اس کے پیروں میں عام سی چپل ہے۔ سر! وہ ایئرپورٹ کی طرف جا رہا تھا کہ میں نے......" ابھی اس سر پھرے فوجی کی بات بھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ اس آفیسر نے کہا: "بے وقوف! اس شخص کو روکنا نہیں، اسے پوری عزت و احترام کے ساتھ جیپ میں بٹھاؤ اور ایئرپورٹ پہنچادو۔" (اردو ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل)

نوٹ: خادم انسانیت جناب عبدالستار ایدھی نے مختصر علالت کے بعد 8 جولائی 2016ء کو رحلت فرمائی۔ مرحوم کی سرکاری اعزاز کے ساتھ تدفین عمل میں آئی۔ مذکورہ مضمون جناب حاجی یونس عرفانے ان کی حیاتی (زندگی) میں شائع ہونے والی کتاب (تصنیف) سے مضمون "ایدھی ایک شہنشاہ" صفحہ 175 تا 179 سے ماخوذ ہے۔ آپ کے گجراتی اخبار اور رسائل سے مطبوعہ مضامین کا مجموعہ جولائی 2001ء میں پان کھرنا پوسپو (خزان کے پھول) کے نام سے شائع ہوا تھا۔ یہی مضمون ایدھی ایک شہنشاہ روزنامہ وطن گجراتی میں بروز جمعہ 22 جون 2001ء میں صفحہ 3 پر شائع ہوا ہے۔

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

دفتری اوقات

بانٹوا میمن برادری کو مطلع کیا جاتا ہے کہ 6 جون 2020ء سے بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے دفتری اوقات درج ذیل کر دیئے گئے ہیں۔

پیر تا جمعرات اور ہفتہ : دوپہر 1:00 بجے سے رات 9:00 بجے تک

جمعۃ المبارک دوپہر 3:00 بجے سے رات 9:00 بجے تک

اتوار اور عام تعطیلات کے دنوں میں جماعت آفس بند رہے گا

اعزازی جنرل سیکریٹری

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

عظمت رفتہ

تاریخ کے جھروکوں سے

میری جنم بھومی۔ بانٹوا کی انمول یادیں

حاجی موسیٰ ولی محمد لوائی (مرحوم) کی گجراتی تحریر کا ترجمہ

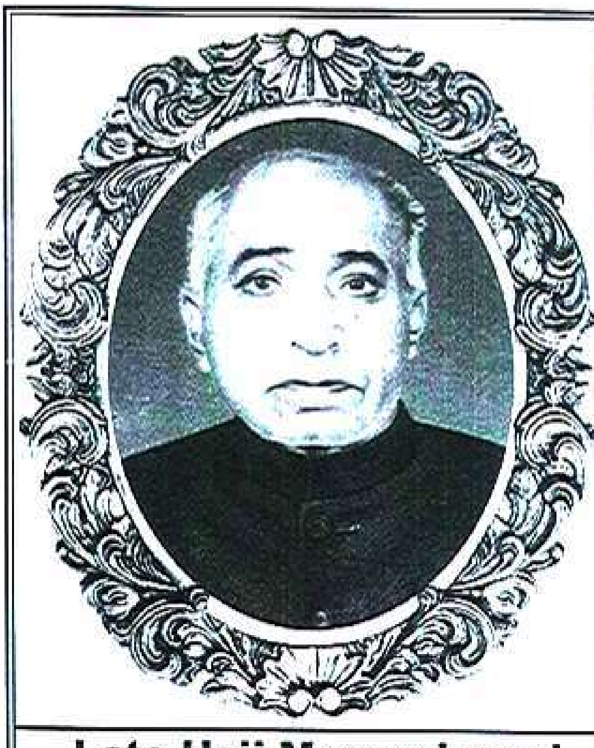

Late Haji Moosa Lawai

مضمون نگار کا مختصر تعارف : حاجی محمد موسیٰ حاجی ولی محمد لوائی کو اگر بانٹوا میمن برادری کی غیر معمولی شخصیت اور اس برادری کی آن اور شان کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ وہ یکم جنوری 1918ء کو انڈیا کے جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کی دھن نگری بانٹوا میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ ایک دل گداز اور ہمدرد دل کے مالک تھے جو اپنی قوم اور اپنی برادری کے ساتھ ساتھ دیگر برادریوں کے پس ماندہ اور مفلوک الحال افراد کا بھلا چاہتے تھے۔ مرحوم ایک ایسے پرخلوص، نیک دل اور سچے خدمت گزار تھے۔ آپ نے کبھی اپنی خدمات کا نہ تو صلہ چاہا اور نہ ہی اس کی ستائش کے خواہشمند نظر آئے۔

مرحوم موسیٰ لوائی نے خود تو صرف چھ کلاسوں تک تعلیم حاصل کی تھی۔ مگر تعلیمی اور سماجی خدمات میں سب سے آگے نظر آتے تھے۔ انہوں نے ہزاروں طالب علموں کے لئے اسکولوں اور مدرسوں کا زبردست انتظام کیا اور اس کے مینجمنٹ کو محنت کے ساتھ چلا کر دکھایا۔ 24 فروری 1952ء میں جب میمن ایجوکیشنل بورڈ کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے اسی سال اس بورڈ کے جوائنٹ سیکریٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دینی شروع کیں اور بعد میں وہ اسی بورڈ کے اعزازی جنرل سیکریٹری کے عہدے پر فائز کیے گئے۔ بلاشبہ برادری میں تعلیم کے فروغ میں گراں قدر خدمات انجام دینے والوں میں ان کا بھی بڑا حصہ ہے۔

حاجی موسیٰ لوائی 15 اپریل 1933ء کو جب ان کی پہلی شادی ہوئی۔ قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ صرف پندرہ ماہ موسیٰ لوائی کی زوجہ کی حیثیت سے گزارنے کے بعد محترمہ ہاجرہ بائی اللہ کو پیاری ہوگئیں اور جناب موسیٰ لوائی ایک بار پھر اس بھری پری دنیا میں تنہا رہ گئے۔ چنانچہ 20 جولائی 1934ء میں ان کی دوسری شادی حاجی طیب میسور والا کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ کی دوسری زوجہ حاجیانی زینب بائی 20 ستمبر 2012ء کو مختصر علالت کے بعد 92 سال کی عمر پا کر دارالفانی سے کوچ کر گئیں۔

مرحوم حاجی موسیٰ لوائی اور حاجیانی زینب بائی مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔ جن میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں: جناب حسین لوائی، جناب حاجی قاسم لوائی اور جناب عبدالرزاق لوائی۔ بیٹیوں کے نام یہ ہیں: محترمہ

کاٹھیاواڑ کی دھن نگری بانٹوا کی چند تصویری جھلکیاں

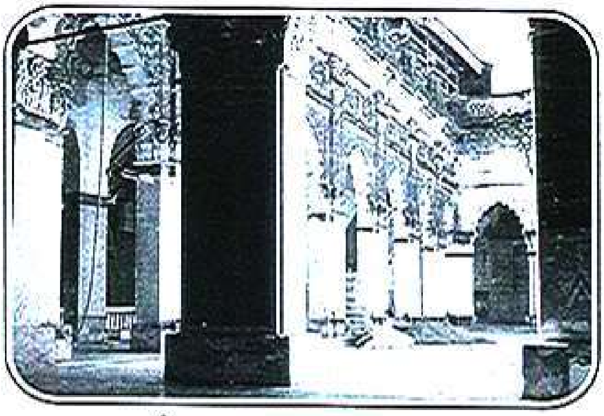

بانٹوا جامع مسجد کا اندرونی منظر

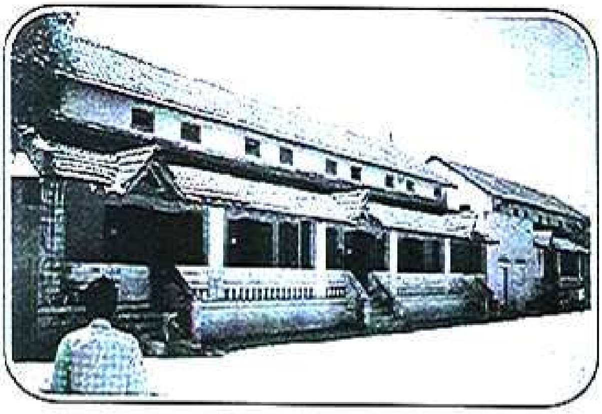

حسینی یتیم خانہ بانٹوا

جھاپا کی اندرونی گلی

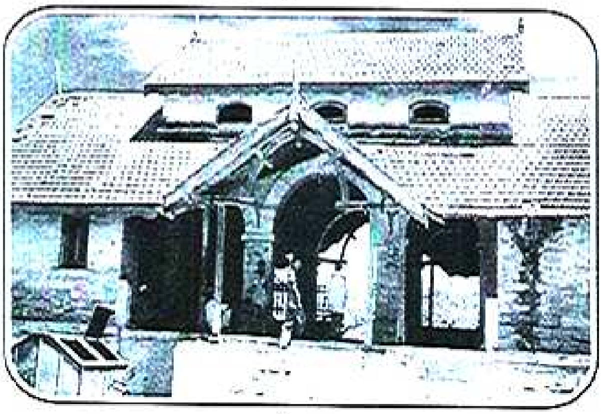

بانٹوا ریلوے اسٹیشن (انڈیا)

حاجی پیر محمد مسجد کا اندرونی منظر

موجودہ بانٹوا بازار کا منظر

لینہ محترمہ زہرہ، محترمہ خیر النساء اور محترمہ مقبولہ

حاجی موسیٰ لوائی 1961ء میں بانٹوا میمن جماعت کے جنرل سیکریٹری رہے۔1965ء سے 1968ء تک آپ بانٹوا میمن خدمت کمیٹی کے نائب صدر، 1955ء سے 1970ء تک جیلانی کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی کے نائب صدر، صفورا بائی گرلز بورڈنگ ہاؤس 10 اکتوبر 1971ء کو قائم کیا گیا تھا۔حاجی موسیٰ لوائی 20 اکتوبر 1997ء کو مختصر علالت کے بعد دارالفانی سے کوچ کر گئے۔انتقال کے وقت ان کی عمر 79 برس تھی۔حاجی موسیٰ لوائی مرحوم کی گراں قدر خدمات مرحوم کی یاد دلاتی رہیں گی۔(تعارف از: کھتری عصمت علی پٹیل)

بانٹوا کی تاریخ و ثقافت: بانٹوا میمن برادری کی تاریخ وثقافت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا۔بانٹوا میمن جماعت کا سماجی اور فلاحی خدمات کا دائرہ بہت وسیع اور طویل عرصے پر محیط ہے۔دھن نگری بانٹوا میں رہائش پذیر میمن ''بانٹوا میمن'' کہلائے اور یہ بانٹوا میمن برادری کے نام سے مشہور ہوئی۔آج اس برادری سے تعلق رکھنے والے بے شمار لوگ پاکستان میں آباد ہیں۔یہ برادری چونکہ ایک زرخیز برادری ہے جس میں پرخلوص سرگرم محنتی، جفاکش اور دولت مند لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔اس لئے اپنی برادری مسلسل ترقی کر رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ کرتی رہے گی۔اپنی بانٹوا میمن برادری کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان کی تمام میمن جماعتوں میں سب سے بڑی جماعت ہے۔

بانٹوا کا محل وقوع: بانٹوا جس علاقے میں واقع ہے وہ جزیرہ نما ہے جس کے شمال میں خلیج کچھ، جنوب میں خلیج کھمبت اور مغرب میں بحیرہ عرب ہے۔اس جزیرہ نما کو زمانہ قدیم میں سوراشٹرا کہا جاتا تھا۔بعد میں اس علاقے کا نام کاٹھیاواڑ مشہور ہوا۔کاٹھیاواڑ کا ایک حصہ ''سورٹھ'' کہلاتا تھا۔اس سورٹھ کے علاقے کے وسط میں بانٹوا واقع ہے۔

بانٹوا خط استواء سے 28-21 درجے عرض بلد اور 77-70 درجے طول بلد پر واقع ہے۔یہ مانا وَدر سے صرف سات کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے جبکہ جوناگڑھ اور بانٹوا کے درمیان 44 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔بانٹوا کا رقبہ 39-30 مربع کلومیٹر ہے۔جغرافیائی اعتبار سے یہ ضلع جوناگڑھ کا وسط میں واقع ہے۔مغرب کی جانب سے بانٹوا شہر سمندر سے 12 میل کے فاصلے پر آباد ہے اور سطح سمندر سے 34 فٹ بلند ہے۔

بانٹوا میں بارش کی اوسط تقریباً چالیس انچ تھی۔زیادہ بارشوں کے سبب اس کے اردگرد کے علاقے کے دریا اور ندیاں اکثر بھر جاتی تھیں اور ان کا پانی بانٹوا شہر کی طرف بہنے لگتا تھا کیونکہ اس کے اردگرد کا علاقہ زیادہ ترنشیبی تھا۔یہاں گرمی کے موسم میں سخت گرمی پڑتی تھی۔درجہ حرارت زیادہ سے زیادہ 40 ڈگری سینٹی گریڈ اور کم سے کم 10 ڈگری سینٹی گریڈ رہتا تھا۔مئی جون میں گرم ہواؤں کے تیز جھکڑ چلتے تھے اور سردیوں میں شدید سردی پڑتی تھی۔بہرحال نزدیک میں سمندر واقع ہونے کے سبب یہاں کا موسم عام طور پر خوشگوار رہتا تھا۔

محل وقوع کے لحاظ سے بانٹوا کے مغرب میں خاص خاص گاؤں، اکلیسر، بھلگام، کوڈواؤ، کتیانہ۔شمال میں سردار گڑھ، بوری، دادوا، بھنڈورا۔شرق میں خان بھلا (سلطان آباد) وتھلی، ناکرہ گام ٹکر۔شمال مشرق میں بالا گام، خامبھلیہ۔جنوب میں کیشود۔تھاپلہ، مانگرول وغیرہ تھے۔ان کے علاوہ بھی بانٹوا کے اردگرد مختلف ناموں کے کئی دیہات تھے۔قدیم زمانے میں بانٹوا کے گردونواح سے بے شمار لوگ بانٹوا آئے اور یہ جگہ انہیں اس قدر بھائی کہ وہ مستقل طور پر بانٹوا میں رہنے لگے۔باہر سے آنے والوں میں سب سے آگے میمن تھے جو سب سے پہلے بانٹوا آئے اور بانٹوا کے تعلق سے ہی پہچانے جانے لگے۔بعد میں انہوں نے بانٹوا کے نام کو اپنے خاندانی لقب کے ساتھ جوڑ دیا۔

بانٹوا کی آباد کاری: اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔بانٹوا کب وجود میں آیا اور کس کس عہد سے گزرا؟ اس کے متعلق

کم از کم میرے پاس کوئی قابل تائید وتقویت معلومات نہیں ہیں۔ کیونکہ میں کوئی مصنف یا تاریخ داں بھی نہیں کہ اس سلسلے میں تحقیق کر کے کوئی حتمی نتیجہ اخذ کر سکوں۔ البتہ یہ درست ہے کہ شروع میں بانٹوا میں سیّدوں کی آبادی تھی۔ بانٹوا اور بھلگام میں ان کی املاک اور زمینیں تھیں ان کی کچھ املاک تو بانٹوا کے درباروں نے لے لی تھیں اور باقی املاک میمن سیٹھوں نے خرید لی تھیں۔

ماناوَدر کی طرف جانے والی سڑک پر جو قبرستان تھا اس کی زمین اور بانٹوا کے مدرسہء اسلامیہ اور بانٹوا یتیم خانہ کی زمین بھی اصل میں تو سیّدوں کی ہی تھی لیکن میمنوں نے چند زمینیں سیّدوں سے اور بعض زمینیں درباروں سے خرید لی تھیں۔ یتیم خانہ اور مدرسہ اسلامیہ کی زمینوں کی قیمت حاجی غنی برادرز نے ادا کی تھی۔ یتیم خانہ کی عمارت میرے دادا قاسم لوائی کے ہاتھوں تعمیر ہوئی جبکہ مدرسہء اسلامیہ کی عمارت کی تعمیر میں دوسرے لوگوں نے بھی تعاون کیا تھا۔ میرے دادا قاسم لوائی ایک عمدہ راج (معمار) تھے۔ لیکن انہوں نے جولائی 1892ء میں راج گری یعنی عمارت تعمیر کرنے کا کام چھوڑ کر لکڑی کے کھڑکی دروازوں وغیرہ کا کام شروع کر دیا۔ بانٹوا میں رانی شریک کی مسجد کے سامنے جرنی پوسٹ آفس کے بالمقابل انہوں نے لکڑی کا بہت بڑا گودام بھی بنایا تھا۔ حاجی اے رحمان چھاپ والا ملا تھے۔ انہوں نے دھنا شیر کے سامنے ویل تلاوڑی جانے والی سڑک پر کافی بڑا مکان بنایا تھا۔ بمبئی میں ان کی کپڑے کی دکانیں تھیں۔ وہ بالکل میمنوں کی طرح لگتے تھے اور بے حد نیک و پرہیزگار انسان تھے۔

ہمارے آباؤ اجداد : بانٹوا میں مختلف اٹک یعنی خاندانی نام مختلف کرداروں کے باعث وجود میں آئے۔ پردیس میں تجارت کرنے والے میمن جس مقام پر تجارت کرتے اس مقام کے کردار سے بھی ان کا خاندانی نام یا لقب پڑ جاتا۔ جیسے کہ پاجود والے، سنوسر والے، کلکتہ والے وغیرہ۔ دھوراجی کے میمن سیّدوں کے کا بے حد احترام کرتے تھے۔ انہیں پیر مانتے اور ان کا ادب واحترام برقرار رکھتے تھے۔ اسی لئے دھوراجی کے میمنوں اور سیّدوں کے مابین گہرا رابطہ رہتا تھا۔ بانٹوا میں دھوراجی سے سب سے پہلے ڈنڈیا اور ایدھی فیملی کے افراد آئے۔ انہیں سیّدوں نے خصوصی دعوت دے کر بلایا تھا۔ سیّدوں اور درباروں نے ان کا بے حد عزت واحترام سے استقبال کیا اور انہیں کچھ زمینیں بھی عنایت کی تھیں۔

15-1810ء میں گونڈل کے مہاراجہ نے ڈنڈیا فیملی کو بانٹوا خط ارسال کیا اور ان کی جائیداد اور املاک پر غیر ادا شدہ لگان محصول فوراً ادا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ خط میں یہ انتباہ بھی کیا گیا کہ انکار کی صورت میں سرکار املاک قرق کر لے گی۔ ہماری فیملی بھی ڈنڈیا فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔

حسین قاسم دادا نے جو شجرہ نسب جاری کیا اس میں عمر سے آگے ہمارا خاندان ہے یعنی میں موسیٰ ولی محمد۔ قاسم۔ موسیٰ۔ عمر۔ سومار۔ احمد عبدالرحمٰن۔ سومار۔ ولی محمد۔ نور محمد اور مانیک اس وقت ہمارا خاندانی نام ڈنڈیا تھا۔ لیکن بعد میں ہمارا خاندانی نام میرے دادا قاسم کی وجہ سے لوائی ہو گیا۔ اس کی وجہ ایک دلچسپ حقیقت ہے۔ ہمارے دادا قاسم بہت خوبصورت تھے۔ ان کی شکل وصورت لوائیڈ (بتاشا) جیسی تھی اس لئے دوست احباب انہیں لوائیڈ کے لاڈلے کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔ اس طرح ہمارا خاندانی نام ہی لوائی ہو گیا۔ اٹک (خاندانی نام) دوسرے وجوہ کے باعث بھی ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر ہمارے دادا کے بھائی غنی اور ابراہیم بالکل بھولے بھالے اور درویش صفت تھے۔ اس طرح ان کی اولاد بطور 'درویش' شناخت ہوئی۔ اسی طرح مختلف پیشہ ور تجارت کے حساب سے بھی خاندانی نام وجود میں آئے۔

یہاں پر یہ بات بتاتا چلوں کہ ہمارے بزرگ پرداداؤں کے دادا احمد دھوراجی سے بانٹوا آئے تھے جب کہ احمد کے دادا سومار ریاست کچھ کے گاؤں وِنجھان سے دھوراجی ہجرت کر کے گئے تھے۔ اسی طرح سومار کے دادا نور محمد سندھ کے شہر ہالہ کے قرب وجوار کے اپنے آبائی گاؤں ادھو مانیک سے ہجرت کر کے ریاست کچھ کے گاؤں وِنجھان رہنے کے لئے چلے گئے تھے۔ جبکہ ہمارے بزرگ مانیک اور خاندان کے دیگر افراد

جن کا تعلق سوناپاس ڈنڈیا لوہانہ ذات سے تھا اس وقت اپنا ہندو مذہب چھوڑ کر 1581ء میں مولوی عبدالرزاق کے ہاتھوں پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ یہ تھی ہمارے بزرگوں کے طویل سفر کی مختصر داستان جس پر آج بھی ہم کو رشک ہے۔

جیسا کہ پہلے بتا چکا ہوں درباروں اور سیّدوں نے بانٹوا آنے والے میمنوں کو قابل کاشت زمینیں عنایت کی تھیں میمن لوگ محنتی اور جفاکش تھے۔ چنانچہ ان زمینوں میں زراعت و کھیتی باڑی کا کام میمن خود ہی کرتے تھے اور دوسرے پیشوں میں بھی سرگرم عمل رہتے تھے۔ کاشت و زراعت (کھیتی باڑی) میں مصروف و مشغول رہنے والے یہ میمن ایک نامور تاجر قوم کس طرح بن گئی؟ اس کا پس منظر مجھے حاجی سلیمان بھورا مرحوم نے بتایا تھا۔

بقول جناب حاجی سلیمان بھورا مرحوم، دوسو یا اڑھائی سو سال پہلے ایران سے ہجرت کر کے گجرات آنے والی ایک قوم نے یہاں سکونت اختیار کی تھی۔ یہ قوم پارسی کہلاتی تھی۔ اس زمانے میں سورت (سورٹھ) کی بندرگاہ تجارت کا مرکز تھی۔ عرب بھی اس بندرگاہ سے تجارت کیا کرتے تھے۔ پارسی قوم تجارت میں ماہر تھی۔ رفتہ رفتہ پارسی تجارت میں ترقی کرتے رہے اور بمبئی کے بعد سارے ہندوستان پر چھا گئے۔ میمن سندھ سے ہجرت کر کے اس علاقے میں آئے تھے۔ جو میمن سورت میں مقیم ہوئے وہ سورتی میمن کہلائے۔ ریاست کچھ (Kutchh) میں قیام کرنے والے کچھی میمن کہلائے جبکہ ہالار اور کاٹھیاواڑ میں جو میمن آباد ہوئے انہیں ہالائی میمن کہا جاتا تھا۔

حاجی سلیمان بھورا کے کہنے کے مطابق پارسیوں کے ساتھ ملازمت میں سب سے پہلے سورتی میمن منسلک ہوئے۔ سورتی میمنوں نے اپنی محنت، ہنرمندی اور ماہرانہ معاشرتی سرگرمیوں کے سبب ملازمت میں نمایاں مقام حاصل کرلیا۔ پھر رفتہ رفتہ وہ اپنا ذاتی کاروبار اور تجارت قائم کر کے اس کی نشوونما کرتے رہے۔ شروع میں ہونے والی کامیابیوں کے سبب ان کی مہم جوئی کی صلاحیتیں کھلتی گئیں اور وہ سیلون، برما اور افریقہ تک پیش قدمی کر گئے۔ سورتی میمنوں نے برما میں پارسی فرموں کے شیئرز (حصص) خریدے جس میں انہیں کثیر آمدنی ہوئی۔ کیونکہ دس بیس روپے میں خریدے گئے ان حصص کا ڈیویڈنڈ بڑھ کر سو روپے تک جا پہنچا تھا اس لئے ان کی خود اعتمادی میں بے حد اضافہ ہوا اور ان کا سرمایہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ مگر ان لوگوں نے تجارت سے کمایا ہوا پیسہ اپنی ذات پر ہی نہیں بلکہ عوام کی فلاح و بہبود کے کاموں پر بھی خرچ کیا۔ انہوں نے مساجد تعمیر کرائیں اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے کئی دوسری عمارتیں بھی تعمیر کرائیں۔ رنگون میں سورتی بازار ان سورتی میمنوں کی وجہ سے ہی مشہور و معروف تھا۔

پھر ان سورتی میمن سیٹھوں کے ساتھ کچھی میمن بھی ملازمت میں شریک ہوئے اور بعد میں یہ لوگ بھی اپنی الگ تجارتی فرمیں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے بھی تیزی سے ترقی کی اور سارے ہندوستان میں اپنا تجارتی حلقہ قائم کرلیا۔ بعد میں یہ سلسلہ مزید آگے بڑھا۔ کچھی میمنوں کے ساتھ ہالائی میمنوں نے بھی ملازمتیں شروع کیں اور انہوں نے بھی ترقی کی اسی منزل کی طرف پیش قدمی شروع کردی۔ اس پیش رفت کے سبب وہ ہندوستان کے علاوہ چین، افریقہ، برما، سیلون، یورپ جاپان اور سنگاپور وغیرہ میں بھی اپنے تجارتی دفاتر قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تجارت میں ترقی کے ساتھ ساتھ میمنوں کی دولت میں اضافہ ہوتا رہا۔ لیکن بعد میں مقدر نے نیا موڑ لیا۔ کچھی میمنوں اور سورتی میمنوں نے تجارت میں حاصل ہونے والی وافر دولت سے جائیدادیں خریدنا شروع کردیں۔ جائیدادوں کی خریداری پر پیسہ خرچ کرنے کے علاوہ انہوں نے تعمیرات پر بھی دل کھول کر خرچ کیا۔ مساجد اور عوامی فلاح و بہبود کے مقامات تعمیر کرانے میں تو جیسے ان دونوں قوموں میں مقابلہ ہو رہا تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان میں اپنی انفرادی املاک کو آباد کرنے کا رجحان بھی پروان چڑھتا رہا۔ ان کی جائیدادوں کے کرائے کی

صورت میں انہیں اتنی کثیر اور وافر آمدنی ہونے لگی کہ ان کی نسلوں کو تجارت و بیوپار میں دلچسپی لینے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ چنانچہ کچھی میمنوں اور سورتی میمنوں کی نسلیں کرائے کی آمدنی پر ہی تکیہ کرتے ہوئے بود و باش کرتی رہیں اور تقویت کے طور پر چھوٹی بڑی ملازمتیں بھی کرتی رہیں۔

رفتہ رفتہ یہ لوگ شعبۂ تجارت میں برائے نام ہی رہ گئے۔ کچھی میمنوں کی سخاوتوں کی عظیم الشان یادگاریں آج بھی پاک و ہند کے علاوہ برما اور افریقہ میں بھی نظر آتی ہیں۔ ریاست کچھ میں بھی میمنوں نے مساجد کے علاوہ اسکول اور دینی مدارس قائم کئے۔ بمبئی میں "حجاج کرام" کے لئے حج مسافر خانہ، متعدد اسکول و کالج اور دواخانے ان کی سخاوتوں کی قصیدہ خوانی کرتے نظر آتے ہیں۔ بمبئی میں الحاج احمد غریب (مرحوم) نے حاجیوں کی خدمت کی لئے "خدام النبی" ادارہ قائم کیا اور حجاج کرام کی خوب خدمت کی اناج کی تجارت میں بے مثال خدمات انجام دیں۔ آپ نے حج کی متعلق تحقیقی کتاب (اہم سفرنامہ) "غریب کا حج" کتاب خوب مقبول ہوئی جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

ہالائی میمنوں کا انداز کچھی میمنوں اور سورتی میمنوں سے قدرے مختلف تھا۔ بیوپار اور تجارت کے ہر جگہ موجود رہنے والے رویوں کے حامل ہالائی میمنوں کی اس پیشے میں ابتدا بھی بڑی کمزور تھی۔ سب سے پہلے تو انہوں نے ملازمتوں کے ذریعے ہی تجربہ حاصل کیا تھا۔ مثال کے طور پر بانٹوا کی پرانی فرم میں پیر محمد دیوان، حاجی ایوب، پیر محمد اسحاق وغیرہ کے سیٹھوں نے عملی زندگی کی ابتدا ملازمت سے ہی کی تھی۔ اسی طرح دھوراجی، کتیانہ، جیت پور، اوپلیٹا اور گونڈل وغیرہ کے میمن خاندان بھی ہندوستان سے سیلون، برما اور عدن تک پھیل گئے تھے۔

بانٹوا کی طرز معاشرت: بانٹوا میں بانٹوا میمن جماعت کی حیثیت پنچائت کمیٹی جیسی تھی۔ کسی میمن کو کسی سے اختلاف پیدا ہو جاتا تو پنچائت کمیٹی اس معاملے کا فیصلہ کر دیتی۔ مئی 1901ء میں اس کا باقاعدہ نام 'بانٹوا میمن جماعت' رکھا گیا اور ایک جماعت خانہ بھی قائم کیا گیا۔ اس جماعت خانہ کے لئے ایک روپیہ مربع فٹ کے حساب سے زمین خریدی گئی تھی۔ جماعت خانے کا کمپاؤنڈ (چار دیواری) میرے دادجان قاسم لوائی کی نگرانی میں کالے سیاہ پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا۔ جماعت خانے کے سربراہوں میں اس وقت میرے دادا قاسم لوائی کے علاوہ حاجی ایوب غنی، پیر محمد دیوان، صالح محمد ڈدھریا اور ان کے بھائی اور حاجی علی محمد بھر بجاری شامل تھے۔

لیکن اس وقت بانٹوا میمن جماعت کا کوئی آئین و منشور نہ تھا۔ چنانچہ فیصلے صرف پنچائت ہی کرتی تھی۔ مارچ 1920ء میں پنچائت کمیٹی میں کئی ترامیم کی گئیں۔ اس وقت پنچائت کمیٹی کے ممبران کے انتخاب کا کوئی طریقہ کار موجود نہ تھا۔ بس سال دو سال بعد ایک میٹنگ منعقد کر کے پنچائت کے اراکین کے ناموں کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔ 32-1930ء میں پنچائت کمیٹی کے لئے چند قواعد و ضوابط وضع کئے گئے۔ پرانے صاحبان پنچائت کمیٹی اللہ عزوجل کو پیارے ہو گئے تھے۔ عام طور پر حسین قاسم صدر اور آدم پیر محمد نائب صدر رہتے تھے۔ بانٹوا میں نکاح کی پرچی (چٹھی) دینے کا آغاز بھی 15-1910ء سے ہوا تھا۔ احمد کا پڑیا لدھا نام کے ایک صاحب نکاح کی پرچی (نکاح چٹھی) دیا کرتے تھے۔ اکتوبر 1930ء کی ترامیم کے بعد جولائی 1947ء کی ہجرت تک میرے چچا حاجی عمر ولد حاجی قاسم لوائی اعزازی سیکرٹری کے عہدے پر فائز رہے اور مخلصانہ خدمات انجام دیں۔

بانٹوا میمن جماعت عملی طور پر بانٹوا میں مقیم تمام لوگوں کی نمائندہ جماعت تھی۔ 85 سے 90 فیصد میمنوں کی آبادی کے حامل بانٹوا میں ہندو قوم کے دھوبی، نائی (حجام) اور موچی وغیرہ بھی اقتصادی طور پر میمنوں پر ہی انحصار رکھتے تھے اور ان کی معاش کا دارومدار میمنوں پر ہی تھا۔ بانٹوا کی یادگار ہڑتال کے بعد تو بانٹوا میمن جماعت کی اتنی دھاک بیٹھ گئی کہ انگریز حکومت کے پولیٹیکل ایجنٹ بھی ہر سال بانٹوا میمن جماعت سے

دریافت کرتے کہ کوئی تکلیف، دشواری تو نہیں ہے؟ اور اگر کوئی تکلیف، دشواری ہوتی تو وہ فوراً اس کا ازالہ کردیتے۔ یہاں تک کہ حکومت کے افسران کے تبادلے بھی جماعت کے آگیوانوں (عہدیداران) کے کہنے پر کرائے جاتے تھے۔اس طرح بانٹوا میمن جماعت ایک طرح سے اقتدار واختیار کی مالک بن گئی تھی۔

مشترکہ خاندانی نظام : مشترکہ خاندانی نظام کی اپنی برکتیں اور رحمتیں ہوتی ہیں۔ یہ نظام انسان کے بہت سے سماجی اور معاشرتی مسائل حل کردیتا ہے۔مشترکہ خاندانی نظام کے تحت کمزور اور کم حیثیت کے افراد کو بھی بہتر زندگی نصیب ہوجاتی ہے۔بانٹوا میں مشترکہ خاندانی نظام کی جڑیں بہت مضبوط تھیں۔مکانات وسیع وعریض اور کھلے کھلے تھے جن میں ایک ہی خاندان کے بہت سے افراد مل جل کر رہتے تھے اور ہر فرد کی اپنی ذمہ داریاں ہوتی تھیں جو انہیں نبھانی ہوتی تھیں۔اس زمانے میں بودوباش اور رہن سہن کے انتظامی معاملات اتنے عمدہ تھے کہ لوگوں کے ذہنوں پر کسی قسم کا دباؤ نہیں تھا اور یہی وجہ ہے کہ سکون اور آسائش کے اس سنہرے دور میں نفسیاتی امراض کا کوئی وجود نہیں تھا۔مشترکہ خاندانی نظام کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ رشتے ناطے آپس میں ہی طے کرلئے جاتے تھے۔اگر ایک گھرانے میں چار یا چھ بھائی یا سات آٹھ بہن بھائی ہوتے تھے تو ان کی اولادوں کی شادیاں بھی آپس میں کردی جاتی تھیں۔

بانٹوا کی میمن آبادی نے تقریباً 85 فیصد مرد معاش، تجارت یا ملازمت کے سلسلے میں ہندوستان سے باہر یا ہندوستان کے بڑے شہروں بمبئی، کلکتہ اور احمد آباد وغیرہ میں اکیلے رہائش پذیر ہوتے تھے اور ان کے بیوی بچے بانٹوا میں زندگی بسر کرتے تھے۔، پردیس میں مقیم مردوں کو کوئی تشویش یا فکر لاحق نہیں ہوتی تھی کیونکہ مشترکہ خاندانی نظام کے تحت ایک ہی خاندان کے لوگ پیار ومحبت سے مل جل کر رہتے تھے۔بانٹوا سے باہر یعنی ہندوستان سے باہر یا ہندوستان کے مختلف شہروں میں معاش کے سلسلے میں مقیم میمن مرد اپنی فیملی کے ساتھ رہنے کے لئے دو تین ماہ کے لئے بانٹوا آجاتے تھے۔1800ء کی مردم شماری کے مطابق بانٹوا کی مجموعی آبادی 14 ہزار نفوس پر مشتمل تھی جن میں 80 سے 85 فیصد میمن ہی تھے۔

جماعت کا روشن اور تابناک مستقبل : اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اپنی جماعت نے اپنے قیام 2 جون 1950ء کے بعد سے مسلسل ترقی کی ہے اور کررہی ہے۔اپنی جماعت کے ہر گزرتے دن، ہر گزرتے سال، ہر گزرتے ماہ کے ساتھ استحکام پیدا ہورہا ہے۔استقامت آرہی ہے۔ہر ادارے، تنظیم، انجمن اور ہر جماعت کی کامیابی کے پیچھے یقینی طور پر کچھ ایسے مخیّر حضرات، سماجی رہنما اور سماجی کارکنان کی کاوشیں کارفرما ہوتی ہیں جو نہ صرف اس کو مستحکم کرتی ہیں بلکہ اس کے سفر کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

ایسا ہی بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے ساتھ بھی ہے۔اپنی جماعت نے اپنے قیام کے وقت سے ہی بڑے انقلابی اقدامات کیے اور بڑے زبردست قواعد وضوابط وضع کیے۔اپنی جماعت کی شبانہ روز کوششیں اور کاوشیں ہی ہیں جن کے باعث بانٹوا میمن برادری مسلسل ترقی کررہی ہے اور اپنی جماعت کے افراد کی خوشحالی کا سفر برابر جاری وساری ہے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ہم تو اس جہاں میں نہیں ہوں گے ہماری نئی نوجوان نسل برادری کے سماجی اور فلاحی کاموں کو آگے بڑھائے گی۔

مطبوعہ: ڈان گجراتی کراچی۔سنڈے ایڈیشن 1980ء

گجراتی سے ترجمہ: ک۔ع۔پ

☆☆☆☆☆

خوشخبری

بانٹوا میمن خدمت کمیٹی کی جانب سے بانٹوا برادری کے بزرگ اور خواتین مریضوں کیلئے جمشید روڈ/شرف آباد تا بانٹوا انیس ہسپتال فری شٹل سروس کا آغاز کر دیا گیا ہے

فری شٹل سروس کے اوقات کار اور اسٹیشن

جمشید روڈ، سبزی گلی، (زبیدہ کلینک) سے بانٹوا انیس ہسپتال براستہ شرف آباد (ملک نہاری/نزد یونائیٹڈ بیکری)

صبح روانگی اور پہنچنے کے اوقات کار ۱۱ بجے سے ۲:۳۰ بجے تک

جمشید روڈ		شرف آباد	
روانگی کے اوقات	پہنچنے کے اوقات	روانگی کے اوقات	پہنچنے کے اوقات
11:00 A.M.	12:00 P.M.	11:30 A.M.	12:30 P.M.
01:00 P.M.	02:00 P.M.	01:30 P.M.	02:30 P.M.

شام روانگی اور پہنچنے کے اوقات کار ۵ بجے سے ۱۰:۳۰ بجے تک

جمشید روڈ		شرف آباد	
روانگی کے اوقات	پہنچنے کے اوقات	روانگی کے اوقات	پہنچنے کے اوقات
05:00 P.M.	06:00 P.M.	05:30 P.M.	06:30 P.M.
07:00 P.M.	08:00 P.M.	07:30 P.M.	08:30 P.M.
09:00 P.M.	10:00 P.M.	09:30 P.M.	10:30 P.M.

بانٹوا انیس ہسپتال کا پتہ: پلاٹ نمبر 52,53 دہلی مرکنٹائل سوسائٹی، بجانب شہید ملت روڈ، کراچی۔

ٹیلی فون نمبر: 0321-2121511 - 021-34926812/3/4

ایک دردبھری سچی حقیقت پرمبنی کہانی

جو ہندو سامراج کے لئے نشان عبرت

تاریخ کے اوراق گم گشتہ

میری ماں کہاں گئی؟

یوسف عبدالغنی مانڈویا (مرحوم) کی ایک اہم اور یادگار گجراتی تحریر کا ترجمہ

اردو ترجمہ : سینئر قلمکار کھتری عصمت علی پٹیل

Late Yousuf A .Ghani Mandvia

مضمون نگار کا تعارف : ممتاز میمن، گجراتی نقاد، ادیب اور صحافی یوسف عبدالغنی مانڈویا (مرحوم) کاٹھیاواڑ کے شہر موربی ٹنکارا میں 14 اپریل 1920ء کو پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا تعلق موربی ٹنکارا میمن برادری سے ہے۔ تعلیم و تربیت اپنے آبائی شہر میں ہی حاصل کی۔ آپ نے نوجوانی میں تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور حکومت برطانیہ کے خلاف قلمی جہاد کیا۔ اس سلسلے میں آپ کو جیل بھی جانا پڑا تھا۔ یوسف عبدالغنی مانڈویا کو مطالعہ کا اور لکھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا۔

مرحوم کی پہلی شادی 31 دسمبر 1936ء کو محترمہ نور بانو اسماعیل کے ساتھ ہوئی مگر مئی 1940ء میں جب محترمہ نور بانو رحلت کر گئیں تو یوسف مانڈویا کی دوسری شادی اسی سن میں (1940ء میں) نومبر کے مہینے میں محترمہ حور بانو کے ساتھ انجام پائی۔ محترمہ حور بانو موربی ٹنکارا شہر کے معروف تاجر اور مشہور سماجی شخصیت کی بیٹی تھیں جن کا نام تھا: جناب سیٹھ حاجی موسیٰ عاربی۔ مرحوم یوسف مانڈویا کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ فرزندان میں حاجی یونس مانڈویا، ڈاکٹر خالد مانڈویا، جناب محمد حنیف مانڈویا اور جناب یاسین یوسف مانڈویا شامل ہیں۔ صاحبزادی شاہینہ زوجہ حفیظ الرحمٰن مانڈویا ہیں۔

ماہنامہ ''دین'' میں مراسلے لکھنے کا آغاز کیا اور مئی 1930ء میں رامپور سے شائع ہونے والے ہفت روزہ رسالے ''مسلم'' سے مدیر کی حیثیت سے وابستہ ہوئے۔ جولائی 1933ء میں پندرہ روزہ ''میمن'' اور ایک ماہنامہ ''چاند'' کا اجراء کیا۔ 1935ء میں راجکوٹ سے شائع ہونے والے ''میمن بلیٹن'' کی ایڈیٹر شپ سنبھالی جس میں میمن برادری کی سماجی اور فلاحی سرگرمیاں اور میمن شخصیات پر مضامین شائع کیے جاتے تھے۔ اکتوبر 1937ء میں راجکوٹ سے پندرہ روزہ ''انقلاب'' کی اشاعت کا آغاز کیا۔ اس کے بعد 1938ء میں بانٹوا کے کوہ نور پریس کے منیجر بنائے گئے علاوہ تصنیف وتالیف کا آغاز کیا۔

آپ کی کئی تصانیف شائع ہو چکی ہیں جن میں۔ 1 اسلام اور تلوار (مطبوعہ 1931ء) 2۔ بلیدان (قربانی) ناول۔ 3۔ نین

نانیر (آنکھوں کے آنسو) افسانوں کا مجموعہ۔ 4-اشرو کتھاؤ (اشکوں کی کہانیاں) مغل سلطنت کے تاریخی افسانے۔ 5-جولائے (شعلے) رومانٹک افسانے۔ 6-ہندو نو مسلم راج کارن (ہندوستان کی مسلم سیاست)۔ 7-محمد علی جناحؒ۔ 8-تندرستی نو شیرم نامو (صحت کا شرم نامہ)۔ عورتوں کی ورزش کے بارے میں اصلاحی مضامین۔ 9-مسلم لیگ نو اتہاس (مسلم لیگ کی تاریخ)۔ 10-پاکستان۔ 11-ہند پر چکادو (مطبوعہ 1947ء) ترجمہ۔ 12-مانٹر ساہی کا سین ماڑا (انسانیت کی سرحدیں) سعادت حسن منٹو کے افسانوں کا گجراتی ترجمہ۔ 13-القائد (قائداعظم کی سوانح حیات)۔ 14-جیل بیتی۔ 15-نونیت (عرق)۔ 16-شاعر شیرومنی (شاعروں کا سرتاج اقبال)۔ 17-پوسٹ مارٹم (تکمیل الایمان)۔ 18-نماز نامہ (نماز کی سائنٹیفک تشریح)۔ 19-حیات النبی ﷺ۔

اس تصنیف پر اسلام آباد میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے دست مبارک سے صدارتی ایوارڈ 1981ء میں حاصل کیا۔ آپ منگل 25 فروری 1992ء کو طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ (مترجم)

یہ دردبھری مگر سچی کہانی اس وقت کی ہے جب میں جونا گڑھ کی جیل میں قید تھا۔ مجھے تین سال کی قید سنائی گئی تھی جس کی سزا میں اسی جیل میں بھگت رہا تھا۔ مگر اس دوران پے در پے رونما ہونے والے سانحات کی وجہ سے میں اپنے آدھے (نصف) خاندان سے محروم ہو گیا۔ سب سے پہلے میری بہن اس دنیا سے رخصت ہوئی۔ اس کے بعد میرے والد محترم رحلت کر گئے۔ ابھی ان کی جدائی کا زخم مندمل نہیں ہوا تھا کہ میرا جوان بیٹا، پلا پلایا بیٹا انتقال کر گیا اور اس کے بعد میری ماں بھی انتقال کر گئی۔ ہمارا بڑا ابھرا پورا کنبہ تھا جو چھ بھائیوں اور تین بہنوں پر مشتمل تھا۔ ہمارے مجموعی طور پر 9 بہن بھائیوں کے محافظ ہمارے ماں باپ تھے۔ سب بہن بھائیوں میں ماں باپ سب سے زیادہ مجھ سے ہی پیار کرتے تھے۔

جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اس بیٹے کی یاد میں آنکھوں کی روشنی گنوادی تھی کہ

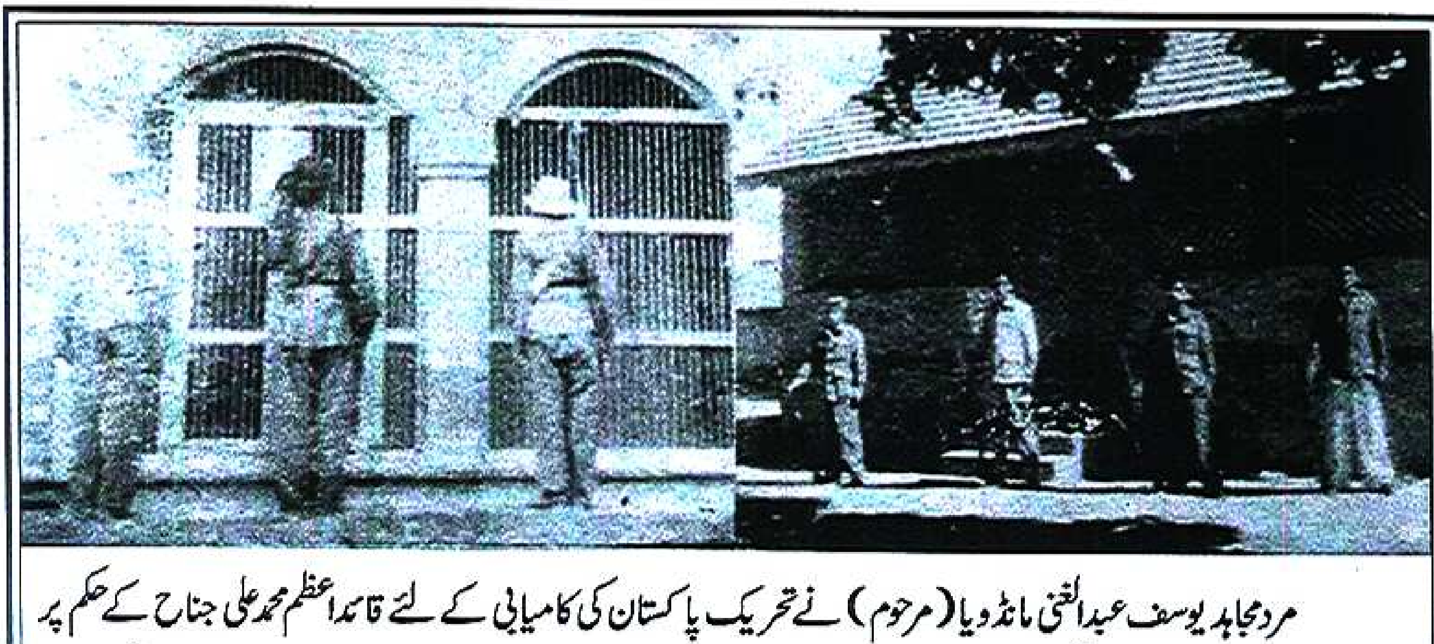

مردِ مجاہد یوسف عبدالغنی مانڈویا (مرحوم) نے تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے قائداعظم محمد علی جناح کے حکم پر مسلمانوں کی آزادی کے لئے قلمی جدوجہد کی تھی۔ جس کی پاداشت میں کاٹھیاواڑ کی جیل میں سخت صعوبتیں برداشت کیں اور تاریخ پاکستان میں اپنا نام شامل کرا کر ایک روشن باب کا اضافہ کیا تھا۔ (ماضی کی ایک یادگار تصویر)

انہیں ان کے بیٹوں نے بتایا تھا کہ ان کے یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، اسی طرح میرے والد محترم نے بھی اپنے اس یوسف یعنی میری یاد میں رو رو کر اپنی آنکھوں کے روشن چراغ بجھا دیے تھے۔ اب ان کی آخری خواہش یہی تھی کہ کسی طرح مرنے سے پہلے مجھ سے مل لیں مگر ایسا نہ ہوسکا اور وہ بیٹے سے ملنے کی حسرت دل میں لیے دنیا سے چلے گئے۔ 11 مئی 1950ء کا دن میرے لیے نہایت دردناک تھا۔ جب جیلر نے میرے ہاتھ میں والد کے انتقال کی خبر والا ٹیلی گرام لا کر دیا تو میں بچوں کی طرح بلک بلک کر رو پڑا۔ میرے آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ والد کی جدائی ناقابل برداشت دکھ دے گئی تھی۔ ابھی اس خبر کی گرمی اور حدت کم نہیں ہوئی تھی کہ تیسرے دن ایک اور ٹیلی گرام موصول ہوا۔ اس میں خبر تھی کہ 14 مئی 1950ء کو میرے بیٹے جاوید کا بھی انتقال ہوگیا۔ یہ حیدرآباد سندھ سے آیا تھا۔ اور مجھے نہ تھمنے والے آنسو دے گیا تھا۔

کون تھا جاوید؟ وہ میرا پیارا اور چہیتا بیٹا تھا۔ میرے تینوں بیٹوں میں سب سے زیادہ لاڈلہ۔۔۔ وہ سب سے بڑا تھا۔ بیٹے کی جدائی کی خبر سن کر میرا سینہ پھٹ گیا اور میں ایک بار پھر بلک بلک کر رونے لگا۔ میری ساری ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ ارادے ختم ہوگئے تھے اور میں بالکل بے حوصلہ، مایوس اور افسردہ انسان کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ جیل میں میری تو یہ حالت تھی مگر ادھر ٹنکارا نامی ایک چھوٹے سے دور افتادہ گاؤں میں میری ماں کی حالت مجھ سے بھی زیادہ خراب تھی۔ وہ تکلیف کے عالم میں تڑپ رہی تھی، رو رہی تھی، فریاد کر رہی تھی۔ اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔ ویسے بھی وہ یہ تمام دکھ تنہا برداشت کر رہی تھی۔

والد صاحب کے انتقال بعد ماں کو مجھ سے دوری کا احساس زیادہ شدت سے ہوا اور وہ چارپائی سے لگ گئی۔ اب اس کی بھی آخری خواہش یہی تھی کہ کس طرح مرنے سے پہلے بیٹے (میرا) کا منہ دیکھ لے۔ اس خواہش نے جب پاگل پن کی صورت اختیار کر لی تو اس کا کرب اور

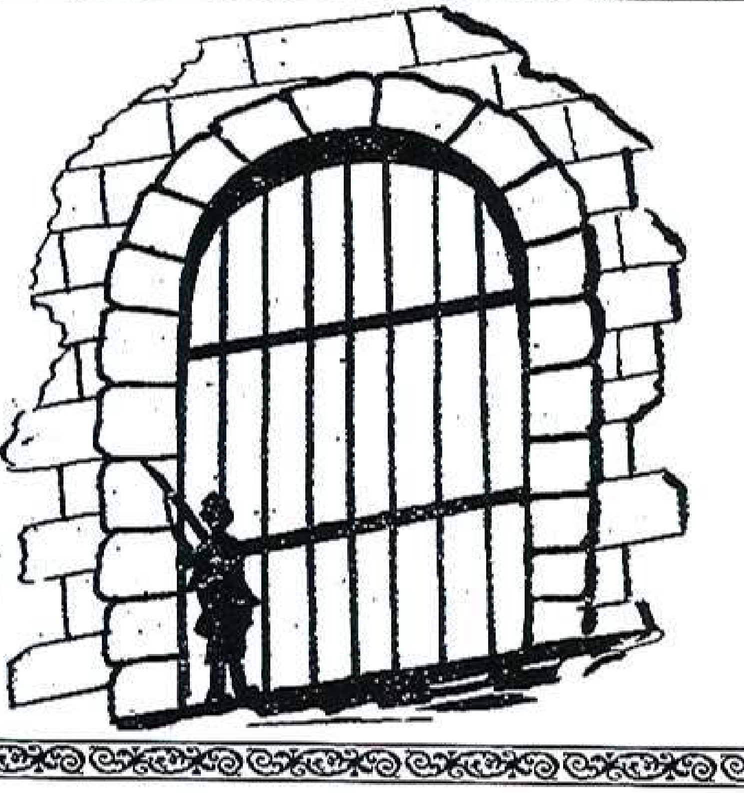

تحریک پاکستان کی قلمی جہاد کرتے پر جیل کی صعوبتیں برداشت کیں، گرفتاری کے بعد شائع ہونے والی تصویر۔

بھی بڑھ گیا۔ وہ ساری ساری رات روتی رہتی۔ جائے نماز بچھا کر اللہ تعالیٰ سے میری رہائی کی دعائیں مانگتی تھی۔ اگر کبھی کوئی ملنے والا آ کر دروازے پر دستک دیتا تو وہ چیخ کر کہتی: ”**کون؟ کیا میرا بیٹا یوسف آ گیا ہے؟**“

پھر ماں نے مجھے پیرول پر رہا کرنے کی اپیل کی مگر سوراشٹر کے حاکم شری رسکی لال پریکھ نے یہ اپیل مسترد کر دی اور میری ماں کو انگریزی میں یہ جواب بھجوا دیا کہ تمہارے بیٹے کو رہا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سپاٹ جواب سن کر ”**ماں کا سینہ چھلنی ہو گیا اور اس کے حلق سے اندوہ ناک چیخ نکلی**: ”**کیا...... میرے بیٹے کو رہا نہیں کیا جائے گا؟**“ **وہ کھڑی ہوئی تھی، یہ کہتے ہی زمین پر گریں اور خالق حقیقی سے جا ملیں۔**“

میری ماں رحلت کر چکی تھیں۔ میری جنت لٹ چکی تھی۔ میں نے اپنے باپ کو بھی گنوا دیا تھا اور اپنے بیٹے سے بھی محروم ہو چکا تھا۔ زندگی کے لق و دق صحرا میں ایک ماں ہی تو میرے لیے نیم کا سرسبز درخت تھی، وہ ممتا کی چھاؤں تھی مگر اب یہ بھی نہیں رہی تھی۔ اپنے والد اور اپنے بیٹے کے انتقال کے ٹیلی گرام وصول کرنے کے بعد میں تڑپ تڑپ کر رویا تھا مگر والدہ کی خبر سن کر مجھے رونا نہیں آیا۔ میرے آنسو خشک ہو چکے تھے مگر کلیجہ چھلنی تھا جس میں سے ہوک تو اٹھ رہی تھی مگر یہ ہوک ایسی تھی کہ اس نے مجھے بالکل بے حس اور مردہ کر دیا تھا۔ میرے احساسات مفلوج ہو چکے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب میں جیل سے رہا ہوں یا نہ ہوں، سب برابر ہے کیونکہ جس ماں سے ملنے کے لیے میں تڑپ رہا تھا، اب وہ نہیں رہی تھی۔

میرے دکھ کی بھاپ گویا میرے سینے میں گھٹ گئی تھی، وہ باہر نہیں نکل سکی تھی اسی لیے میں ایک دم بیمار ہو گیا۔ جیل میں ہی مجھے ایک دم تیز بخار چڑھ گیا جو 105 تک جا پہنچا۔ اس پر جیل حکام میں بے چینی پھیل گئی۔ مجھے مدہوشی کے دورے پڑ رہے تھے، تیسری رات کو میں نے جیل میں سوتے ہوئے ایک خواب دیکھا۔ وہ ایک نہایت ہی حسین و جمیل باغ تھا جیسے گلاب کی پنکھڑیوں سے ڈھکا ہوا پھول۔ جیسے سیپ میں بیٹھا ہوا ہنستا مسکراتا موتی، جیسے رات کی رانی کا محبت سے بہایا ہوا آنسو۔ وہ نہایت خوبصورت مقام تھا۔ اس باغ میں ایک بہت ہی حسین اور نفیس مکان تھا۔ اس مکان کے برآمدے میں ایک بوڑھی عورت بیٹھی تھی۔ وہ بوڑھی عورت کوئی اور نہیں میری ماں تھی۔

اپنی ماں کا چہرہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ اس کے چہرے پر پہلی بارش کے بعد پیدا ہونے والی تازگی تھی۔ آنکھوں میں شفقت اور پیار اور ممتا کی کھلاوٹ۔ وہ بے حد خوش اور مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ میری ماں تو مر چکی مگر یہ مجھے اس وقت زندہ کیوں دکھائی دے رہی ہے! کہیں یہ خواب تو نہیں۔ مگر اسی وقت میں نے ماں کی شیریں آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی: ”**آ و بیٹا!**“ **اس کی آواز گویا ایک مدھر لوری تھی ”آ و میرے پاس آجاؤ۔“ وہ میری ماں ہی تھی اور زندہ تھی، بالکل صحیح سلامت۔۔ تندرست ”میرے بیٹے! تو نے بڑے دکھ اٹھائے ہیں۔ آ..... میں تجھے گود میں لے کر تجھے پیار کروں۔ تو سب دکھ بھول جائے گا۔“**

”مگر ماں۔۔ تم۔۔۔ تو۔۔“ میں نے لڑکھڑاتے لہجے میں کہنے کی کوشش کی ”تم تو۔ تم۔۔ تو۔۔ مر۔۔ گئی۔۔ تھیں۔ کیا میں بھی مر گیا ہوں؟ اس لیے تم نے مجھے بھی اپنے پاس بلا لیا ہے؟“

”ارے بچے! تو مجھ سے اس لیے ڈر رہا ہے کہ میں مر چکی ہوں، میرا انتقال ہو چکا ہے؟“ میری ماں نے شفیق لہجے میں کہا: ”تو موت کو اندھیرا سمجھ رہا ہے میرے بیٹے! ارے میرے بچے! موت تو ایک عارضی پردہ ہے، ایک آڑ ہے۔ اس کے دوسری طرف دائمی زندگی ہے، ایسی زندگی جو دنیاوی زندگی سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے۔ اس ابدی زندگی کی روشنی بڑی تیز ہے۔ موت سے ڈرنے والی کوئی بات نہیں۔ موت تو ہمیں دائمی زندگی کی طرف لے جاتی ہے۔ جہاں زندگی ہمیشہ تر و تازہ رہتی ہے بلکہ اصل زندگی کی اصل تازگی موت کے بعد ہی شروع ہوتی ہے۔“ یہ کہتے

ہوئے اس نے میری کمر پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے روئی کا پھایا سفید برف (snow) کا گولہ میری کمر پر رکھ دیا ہو اور اس کی لذت سے میری آنکھ کھل گئی۔ ''اوہ تو یہ خواب تھا۔ گویا ماں مجھے اپنے پاس بلا رہی ہے۔ میں مرنے والا ہوں۔'' یہ سوچتے ہوئے میں لرزنے لگا۔ نہ جانے کیوں توہم پرستی نے مجھے عجیب کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔

میرے پورے وجود میں خوف کی سرد لہریں سی دوڑ رہی تھیں۔ پھر نہ جانے کیسے میں اچانک رونے لگا۔ ماں کے انتقال کے بعد تیسرے دن میں اس کے لیے خوب رویا۔ ادھر سردار اسماعیل حاجی محمد ابراہانی فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد میدان میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے روتے دیکھا تو سیدھے میرے پاس آئے۔ میری کوٹھری میں داخل ہوئے اور پوچھا! ''کیا بات ہے؟ کیوں رو رہے ہو؟'' میں نے انہیں پورا خواب سنا دیا۔ انہوں نے مجھے تسلی دی اور کہا ''اس میں رونے والی کیا بات ہے؟ یہ تو بہت اچھا خواب ہے۔ ماں کی گود امن کا گہوارہ ہے۔ تمہارے اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اب تمہارے دکھوں کے دن ختم اور اچھے دن شروع!''

انہوں نے واقعی ٹھیک کہا تھا۔ تیسرے ہی دن راج مکھ جام صاحب کا حکم آیا کہ مجھے فوری طور پر رہا کر دیا جائے اور 28 اگست 1950ء کو میں جیل سے آزاد ہوگیا۔ مگر یہ قدرت کی کیسی ستم ظریفی تھی...... یہ کتنے دکھ اور دلی کرب کی بات تھی کہ جن لوگوں سے ملنے کے لیے میں جیل میں تڑپتا رہا اور جیل سے باہر وہ مجھے دیکھنے کے لیے تڑپتے رہے، وہ آج اس دنیا میں نہیں تھے۔ میں جیل سے رہا تو ہوگیا تھا مگر اپنی بہن، باپ، بیٹے اور ماں کو ہمیشہ کے لیے کھو چکا تھا۔ اب میں رہا ہوا تھا تو کس لیے...... اب میں کہاں جاؤں گا...... کن سے ملوں گا...... کن کو دیکھ کر جیوں گا۔ اقبال نے سچ ہی کہا تھا: زندگی موت کی ابتداء ہے...... اور موت زندگی کی شروعات ہے۔

(ضروری نوٹ: زندہ قبرستان، جیل کی زندگی کی یادداشتیں۔ غیر مطبوعہ کتاب کا ایک ورق)

بشکریہ رسالہ محراب، جنوری 1960ء

صابن سے ہاتھ دھونے کی عادت اپنائیے

کھانے سے پہلے اور بیت الخلاء سے آنے کے بعد
اگر صابن سے ہاتھ دھونے کی عادت اپنالیں تو جان لیجئے کہ
آپ نے نصف سے زیادہ بیماریوں سے نجات پالی

یاد رکھیے ہماری زیادہ تر بیماریاں منہ کے ذریعے ہی جسم کے اندر داخل ہوتی ہیں
صحت مند عادات، خوشیوں بھری زندگی

میمن قوم کا اتحاد

مرحومہ کلثوم رفیق ہنگورہ (سابقہ بلدیاتی کونسلر) کی ایک اہم تحریر

Late Kulsan Rafiq Hingora

موضوع کی وسعت : یہ موضوع اپنے اندر بڑی وسعت اور گہرائی لیے ہوئے ہے۔ بظاہر یہ کہہ دینا بہت آسان ہے کہ کسی بھی قوم یا برادری کی بقاء کے لیے اتحاد کی اشد ضرورت ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتحاد کی ضرورت کیوں ہے۔۔ اس کا فقدان معاشرے پر کس طرح کے منفی اثرات ڈالتا ہے۔ دراصل ہر قوم اور ہر برادری کے کچھ نہ کچھ مسائل ضرور ہوتے ہیں بلکہ کسی قوم میں مسائل کا پیدا ہونا اس کے زندہ اور رواں رہنے کی روشن دلیل ہے۔ کسی بھی قوم کے لئے آزمائش کی یہی گھڑی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مسائل کس حسن وخوبی سے انجام دیتی ہے۔ بالکل اسی طرح ہماری برادری کے بھی بے شمار مسائل ہیں۔ مثلاً غربت، جہالت، آباد کاری، شادی بیاہ اور اس سے متعلق رسم ورواج اپنے ان محدود وسائل کو بروئے کار لا کر مسائل حل کرنے کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ ہم ایک وحدت میں ضم ہو جائیں اور آپس میں متحد ہو کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہو جائیں۔

ٹھوس پالیسی کی ضرورت ہے : صنعت وتجارت میمن برادری کا ایک اہم میدان ہے۔ یہ درست ہے کہ ہر انسان کو اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے لیکن اپنے فائدے کی خاطر اپنے بھائی کے مفاد کو نظر انداز کر دینا ایک غیر اخلاقی فعل ہے اور ہمیں یہ ماننا ہوگا کہ ہماری صنعتی ترقی سے جتنا غیر میمنوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے، اس کا عشر عشیر بھی میمنوں کو نہیں مل رہا۔ اس کے علاوہ جب ہمیں کسی غریب میمن کی مدد (دادرسی) کرنی ہوتی ہے تو اسے چندہ دے کر وقتی طور پر ضرور مدد (سپورٹ) کی جاتی ہے۔ لیکن ہماری کوئی ایسی پالیسی نہیں جس سے وہ شخص مستقل طور پر برسر روزگار ہو جائے اور معاشرے پر بوجھ نہ بنے جبکہ دوسری برادریوں میں اس سلسلے میں اہم اقدام کیے گئے ہیں۔

تعلیم بھی اہم ترین مسئلہ ہے : دوسرا اہم مسئلہ تعلیم ہے۔ گو کہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ پہلے کی نسبت ہمارے ہاں تعلیم کا رجحان زیادہ پایا جاتا ہے لیکن اب بھی تناسب کے لحاظ سے ہم دوسری قوموں اور برادریوں سے بہت پیچھے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میمن برادری نے تعلیم کے فروغ کے لئے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں لیکن ہماری ذمہ داریاں اسکولوں اور کالجوں کے قیام پر خطیر رقم خرچ کر کے ہی ختم نہیں ہو جاتیں۔ اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم طلباء کو بنیادی تعلیم کے بجائے اعلیٰ تعلیم دلوانے میں معاون و مددگار بنیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمارا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے جہاں پرائمری اور سیکنڈری کی تعلیم حاصل کرنا اتنا مشکل امر نہیں۔ نہ تو ہمارے ہاں اسکولوں کی کمی ہے اور نہ بنیادی تعلیم کے اخراجات ناقابل برداشت ہوتے ہیں جبکہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ایک امر محال ہے اور ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ میری دانست میں

ہماری حکمت عملی اور ہمارا منصوبہ اتنا ٹھوس اور جامع ہونا چاہئے کہ ہم اپنے طلباء کی جدید سائنسی اور تکنیکی تعلیم کے لیے راہیں ہموار کریں تا کہ وہ اپنے میدان میں اسپشلائزیشن کر کے ہمارے لئے فعال ثابت ہوں۔ اسی طرح آباد کاری کے مسئلہ کو محض عطیات سے حل کرنے کے بجائے اپنی مدد آپ کے اصولوں کے تحت متحد ہو کر پلاننگ کی جائے تو اس بڑے اور مشکل مسئلہ پر قابو پانا ممکن ہے۔ ہمیں یہ بھی ماننا ہوگا کہ شادی بیاہ کے مسائل کو خود ہم نے بہت الجھایا ہے۔ ہم اگر ایک سچے مسلمان اور محب وطن شہری اور برادری کے خیر خواہ بن کر سوچیں اور نمود ونمائش اور دکھاوے کو چھوڑ کر سادگی اور کفایت شعاری کو اپنا لیں تو ہمارے بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔

ہم آہنگی کی ضرورت : اسی طرح اگر ہماری برادری میں خیالات ونظریات کی ہم آہنگی ہو تو ہم غم اور خوشی کے مختلف مواقع پر اپنانے والے رسم ورواج کو یک جنبش قلم ختم کر کے اس کے زہر کو ہمیشہ کے لئے ختم کر سکتے ہیں جو ہمارے خون میں رچ بس گیا ہے۔ یہ مسئلہ اور اس طرح کے بے شمار مسائل آئے دن ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں لیکن ان کا حال صرف اتحاد میں پوشیدہ ہے۔ اس کے لئے ہمیں ایک پلیٹ فارم پر کھڑا ہونا ہوگا اور ذاتی مفاد کو نظر انداز کر کے آپس کے اختلاف کو پس پشت ڈال کے پڑھے لکھے دانشور حضرات کی ایک ایسی جماعت تیار کرنی ہوگی جس میں عورتوں، مردوں، جوانوں اور بزرگوں سب کو ان کی اہلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر نمائندگی دی جائے۔

ذات پات اور علاقے کا فرق : علاقے، ذات، پات، دولت اور غربت کے فرق کو مٹا کر ان میں صرف فلاح اور خدمت خلق کے جذبوں کو فروغ دیا جائے۔ اس ٹیم کے سپرد یہ کام کیا جانا چاہئے کہ وہ اپنی اپنی صلاحیت کے لحاظ سے میمن برادری کے مسائل اور وسائل کا ترجیحی بنیادوں پر جائزہ لیں اور یہ دیکھیں کہ ہمارے وسائل کا کہاں کہاں غلط استعمال ہو رہا ہے۔ اس کے بعد ماضی کے تلخ وشیریں تجربات کی مدد سے حال کے مسائل کو دیکھتے ہوئے اور مستقبل کو سمجھتے ہوئے ایک ایسا ٹھوس منصوبہ بنایا جائے اور ایک ایسا جامع لائحہ عمل مرتب کیا جائے جو نہ صرف آج پوری قوم کے لئے قابل قبول ہو بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے بھی باعث تقلید ثابت ہو۔

اتحاد بنیادی ترجیح ہونی چاہیے : یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ میمن قوم میں اتحاد کے فقدان نے بہت سے مسائل کو جنم دیا ہے اور ان مسئلوں کو حل کرنے کے لئے اتحاد کی ضرورت ہے۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ بات صرف احساس کی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہی وہ جذبہ تھا جس نے جوش مارا تو ہم نے تحریک آزادی کی جنگ لڑ کر اپنے وطن کو آزاد کرالیا۔ جو ذہن اور جو بازو اپنی صلاحیتوں سے ایک مملکت کو آزاد کرا سکتے ہیں کیا وہ اپنی برادری کو نا مناسب مسائل کے چنگل سے آزاد نہیں کرا سکتے۔ اس کے لیے ہمیں فوری طور پر اور بروقت ایکشن لینا ہوگا۔

میمن برادری خدمت خلق اور فلاح و بہبود کے کاموں کے حوالے سے ساری دنیا میں جانی اور پہچانی جاتی ہے اور ایک امن پسند برادری کی حیثیت سے مشہور ہے۔ اس نے ہمیشہ اور ہر دور میں ہر اس ملک کی تعمیر، ترقی اور خوشحالی کے لئے دیانت داری کے ساتھ اپنا فرض ادا کیا ہے جس ملک میں یہ رہتی ہے۔ پاکستان کی تعمیر وترقی میں بھی یہ شروع سے اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ میمن برادری کا مرکزی ادارہ آل پاکستان میمن فیڈریشن میمن جماعتوں اور اداروں کو اتحاد، یکجہتی اور ایکتا کی منزل کی طرف لے جا رہا ہے۔ آل پاکستان میمن فیڈریشن کے اکابرین کی خواہش ہے اور وہ اس کے لیے عملی جدوجہد بھی کر رہے ہیں کہ میمن قوم ایک پرچم تلے جمع ہو کر خدمت خلق اور فلاح و بہبود کے کام سرانجام دیں۔

ہم آل پاکستان میمن فیڈریشن کو مستحکم بنائیں گے تو یونیٹی قائم ہوگی اور برادری کے مسائل حل ہوں گے۔ اس کے بعد ہی کسی بہتری کی توقع کی جا سکتی ہے۔ میمن برادری امن پسند لوگوں کی برادری ہے۔ اس کے لوگ سادہ معصوم، محنتی اور دیانت دار ہیں جو ہر قسم کے تنازعات اور

اختلافات سے دور رہتے ہیں اور صرف مثبت کاموں پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ تعمیری سوچ کے مالک ہیں اور صرف تعمیر کرنا جانتے ہیں۔ یہ محبت والے لوگ ہیں۔ دوسرے لوگوں سے محبت کرنا ان کے ساتھ محبت اور پیار سے رہنا ان کی فطرت ہے۔ یہ تو دوسروں کے ساتھ بھی اپنا اتحاد برقرار رکھتے ہیں پھر جب بات میمن برادری کے اتحاد کی ہو تو کیا کہنے! میمن برادری میں اتحاد اور جذبے کی کمی نہیں پھر بھی ہمارے درمیان جو چھوٹے موٹے باہمی اختلافات ہیں ان کو بھلا کر ایکتا کی منزل کی طرف بڑھنا ہوگا۔ حالات اور وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میمن برادری کی ترقی، خوشحالی اور فلاح و بہبود کے منصوبوں کو عملی شکل دینے کی ضرورت آج پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ مہنگائی کے عفریت کے باعث متوسط اور غریب طبقے کا زندہ رہنا محال ہوگیا ہے۔ محدود تنخواہ میں فیملی کا گزارا کرنا مشکل ہے۔ ہم سب کو کفایت شعاری کو اپنانا ہوگا اور اپنی خواہشات کو محدود کرکے اپنی مدد آپ کے تحت ہم اس مسئلے کو حل کرنا ہوگا۔

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے منصوبوں اور سرگرمیوں کے متعلق آپ کی واقفیت ضروری ہے

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

ضروری گزارش

بانٹوا میمن جماعت سے تعلق رکھنے والے تمام ممبران کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مورخہ یکم اگست 2019ء سے منگنی رجسٹریشن فیس اور نکاح چٹھی فیس درج ذیل ہوگی جو لڑکے والوں کو ادا کرنی ہوگی۔

منگنی رجسٹریشن فیس مبلغ -/2,500 (پچیس سو) روپے

نکاح چٹھی فیس مبلغ -/5,000 (پانچ ہزار) روپے

قاضی اور مسجد کے اخراجات لڑکے والے الگ سے قاضی کو ادا کریں گے۔ تعاون کی ضروری گزارش کی جاتی ہے

انور حاجی قاسم محمد کاپڑیا

اعزازی جنرل سیکریٹری

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

رابطہ: بانٹوا میمن جماعت خانہ ملحقہ حور بائی حاجیانی اسکول

یعقوب خان روڈ نزد راجہ مینشن کراچی

فون نمبر 32768214 - 32728397

ایک اہم معلومات افزا گجراتی تحریر کا ترجمہ

پاکستان کا قومی ترانہ

گجراتی تحریر : جناب عبدالرزاق تھاپلا والا

یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ پاکستان کے موجودہ قومی ترانے ''پاک سرزمین شاد باد'' کی منظوری پاکستان کے قیام کے کئی سال بعد یعنی 1954ء میں دی گئی تھی۔ اس قومی ترانے کی دھن 1950ء میں تیار کرلی گئی تھی اور چار سال تک ہمارا قومی ترانہ الفاظ سے محروم رہا اور صرف اس کی دھن بجائی جاتی رہی۔ ذیل میں جو عبارت دی جارہی ہے، یہ ہمارے قارئین کے لیے یقینی طور پر دلچسپی کا باعث ہوگی۔

''قومی ترانہ'' پاکستان کا National Anthem ہے۔ یہ ترانہ اس لحاظ سے منفرد اہمیت کا حامل ہے کہ اس کی دھن پہلے تیار کرلی گئی تھی اور اس کے لیے شاعری یا الفاظ بعد میں لکھے گئے تھے۔ جب 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس کا اپنا کوئی قومی ترانہ تھا ہی نہیں۔ جب آزادی پاکستان کی تقریب میں پاکستان کا قومی پرچم لہرایا گیا اس وقت ایک نغمہ گایا گیا تھا جس کے بول تھے: پاکستان زندہ باد۔ آزادی پائندہ باد۔ یہاں تک کہ پاکستان کے قومی پرچم کی منظوری بھی پاکستان کی قانون ساز اسمبلی نے صرف تین روز پہلے دی تھی۔ بانی پاکستان محمد علی جناح نے 9 اگست 1947ء کو لاہور کے رہنے والے ایک ہندو ممتاز شاعر جگن ناتھ آزاد سے پاکستان کا قومی ترانہ لکھنے کو کہا، وہ بھی صرف پانچ روز میں۔ ممکن ہے جناح صاحب نے یہ قدم اس لیے اٹھایا ہو کہ وہ پاکستان کے سیکولر نظریے کو فروغ دینا چاہتے ہوں۔ بہر حال جناب جگن ناتھ

Late Abdul Razzaq Yousuf Thaplawala

آزاد نے قومی ترانہ لکھا جس کی جناح صاحب نے فوری منظوری دے دی اور یہ قومی ترانہ ریڈیو پاکستان سے نشر ہوا مگر جناب جگن ناتھ آزاد کا تحریر کردہ یہ قومی ترانہ پاکستان کا قومی ترانہ 18 ماہ تک رہا حالانکہ اس دوران ان کے ایک حریف مسٹر بی ٹی Baghar نے ان کے مقابلے پر آنے کی کوشش کی مگر ڈیڑھ سال تک آزاد کا تحریر کردہ قومی ترانہ ہی مملکت پاکستان کا قومی ترانہ بنا رہا۔

کمپوزیشن : 1948ء کے اوائل میں ٹرانسوال (جنوبی افریقہ) کے ایک میمن بزنس مین جناب احمد اے آرغی نے پاکستان کے نئے قومی ترانے کے لیے دو انعامات کا اعلان کیا۔ پانچ ہزار روپے کا ایک انعام قومی ترانے کے شاعر کے لیے اور پانچ ہزار روپے کا دوسرا انعام اس ترانے کی دھن بنانے والے میوزک ڈائریکٹر کے لیے۔ بعد میں جناب احمد اے آرغی نے کراچی میں ''میمن انٹرنیشنل کلب'' بھی قائم کیا تھا۔ ان دونوں انعامات کا اعلان ایک سرکاری نوٹ کے

ذریعے کیا گیا تھا جو جون 1948ء میں شائع ہوا تھا۔ چنانچہ ایک نیشنل اینتھم کمیٹی NAC تشکیل دی گئی۔ ابتدا میں یہ کمیٹی انفارمیشن سیکریٹری کی سربراہی میں کام کر رہی تھی جن کا نام تھا شیخ محمد اکرام۔ اس کے ارکان میں متعدد سیاست داں، شاعر اور میوزیشین بھی شامل تھے مثلاً جناب عبدالرب نشتر، جناب احمد چھاگلہ اور جناب حفیظ جالندھری۔ شروع میں اس کمیٹی کو مناسب موسیقی اور نغمے کی تلاش میں کافی دشواری ہوئی۔

1950ء میں شاہ ایران نے اس نومولود اسلامی مملکت کا دورہ کیا تو حکومت نے فوری طور پر نیشنل اینتھم کمیٹی سے قومی ترانہ تیار کرنے اور جمع کرانے کو کہا کیونکہ اس میں اب تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ کمیٹی کے چیئرمین میں وفاقی وزیر تعلیم فضل الرحمٰن نے متعدد شعرا اور کمپوزر حضرات سے کہا کہ وہ جلد از جلد یہ کام مکمل کریں اور اپنے اپنے ترانے اور دھنیں جمع کرا دیں مگر کوئی بھی ترانہ پسند نہیں آیا۔ NAC نے مختلف دھنوں کا جائزہ لیا تو جناب احمد غلام علی چھاگلہ کی ترتیب دی ہوئی دھن اسے پسند آ گئی۔ کمیٹی نے اسے منظوری کے لیے آگے بڑھا دیا۔ چھاگلہ صاحب نے یہ دھن کمیٹی کے ایک اور ممبر کے ساتھ مل کر تیار کی تھی اور پاکستان بحریہ کے بینڈ نے بھی اس کی تیاری میں ان کی معاونت کی تھی۔ بہرحال قومی ترانے کا میوزک مسٹر چھاگلہ نے تیار کیا تھا اور اس کے بول حفیظ جالندھری نے لکھے تھے۔ چنانچہ 1954ء میں تین بندوں پر مشتمل اس قومی ترانے کو سرکاری طور پر اپنا لیا گیا۔

تاہم اس قومی ترانے کا میوزک پہلے ہی یعنی 1950ء میں کمپوز ہو چکا تھا اور اہم سرکاری تقریبات میں وہ میوزک ہی بجایا جاتا تھا۔ اس قومی ترانے میں ایک مقدس سرزمین کا تذکرہ ہے جو پاکستان کی سرزمین ہے اور چاند ستارے والے پرچم کا ذکر ہے جو اس کے قومی پرچم پر بنا ہوا ہے۔ بعض اوقات پاکستان کے قومی ترانے کی بات کرتے ہوئے اسے غیر سرکاری طور پر ''پاک سرزمین شاد باد'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قومی ترانہ ہر اس تقریب کے موقع پر بجایا جاتا ہے جب پاکستان کا قومی پرچم لہرایا جاتا ہو مثلاً پاکستان کا یوم آزادی (14 اگست) اور یوم پاکستان (23 مارچ) وغیرہ۔ اس کے علاوہ پاکستان کے صدر اور وزیر اعظم کی تقریروں سے پہلے اور بعد میں بھی یہ قومی ترانہ بجایا جاتا ہے۔

پاکستان کے اس قومی ترانے کو پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کے لیے بجایا گیا تھا جس میں صرف دھن تھی، بول نہیں تھے۔ بعد میں اسے 10 اگست 1950ء کو نیشنل اینتھم کمیٹی NAC کے لیے بجایا گیا تھا۔ حالانکہ اسے شاہ ایران کے دورے کے موقع پر بجانے کے لیے بھی منظوری دی گئی تھی مگر اسے سرکاری طور پر اگست 1954ء میں منظور کیا گیا تھا۔ اس قومی ترانے کو وزیر اعظم کے دورہ امریکہ کے دوران بھی بجایا گیا تھا۔ NAC نے کمپوز شدہ دھن کے ریکارڈز نمایاں اور معروف شعراء کو بھجوائے تھے جنھوں نے جواباً کئی سو ترانے لکھ کر کمیٹی کو بھجوائے تھے تاکہ کمیٹی ان میں سے کسی کو پسند کر کے آگے بھجوا دے۔ چنانچہ حفیظ جالندھری کے لکھے گئے ترانے کو منظور کر لیا گیا اور اس طرح 13 اگست 1954ء کو پاکستان کا قومی ترانہ پہلی بار صحیح اور درست انداز سے ریڈیو پاکستان سے نشر کیا گیا۔ اس کی منظوری کا سرکاری اعلان 16 اگست 1954ء کو وزارت اطلاعات و نشریات کی جانب سے کیا گیا مگر جب قومی ترانے کو باقاعدہ سرکاری طور پر منظور کیا گیا، اس سے ایک سال پہلے اس کی دھن ترتیب دینے والے چھاگلہ صاحب کا انتقال ہو چکا تھا۔ 1955ء میں پاکستان کا قومی ترانہ پاکستان کے گیارہ بڑے سنگرز نے گایا تھا جن میں معروف گلوکار احمد رشدی بھی شامل تھے۔

پہلا ترانہ: پاکستان کا پہلا قومی ترانہ قائداعظم کی فرمائش پر جگن ناتھ آزاد نے لکھا تھا اس کے بارے میں زیادہ معلومات موجود نہیں ہیں۔ذیل میں وہ لائنیں دی جارہی ہیں جو روزنامہ ''ڈان'' نے شائع کی تھیں۔

اے سرزمین پاک
ذرے تیرے ہیں آج
ستاروں سے تاب ناک
روشن ہیں کہکشاں سے
کہیں
آج تیری خاک

موجودہ قومی ترانہ : چھاگلہ صاحب نے قومی ترانے کی جو دھن ترتیب دی تھی وہ مشرقی اور مغربی موسیقی کا حسین امتزاج ہے۔ترانہ اعلیٰ اردو میں لکھا گیا ہے۔جس پر فارسی کے اثرات نمایاں ہیں یہاں تک کہ فارسی گرامر بھی استعمال کی گئی ہے۔قومی ترانے کا ہر لفظ یا تو فارسی کا ہے یا عربی کا سوائے لفظ ''کا'' کے۔یہ خالص اردو لفظ ہے۔قومی ترانہ صرف ایک منٹ 20 سیکنڈ میں ختم ہوجاتا ہے۔اس میں 21 میوزیکل انسٹرومنٹس اور 38 مختلف ٹونز استعمال ہوئی ہیں۔

پاک سرزمین شادباد — کشور حسین شادباد
تو نشان عزم عالیشان — ارض پاکستان!
مرکز یقین شادباد

پاک سرزمین کا نظام — قوت اخوت عوام
قوم ملک سلطنت — پائندہ تابندہ باد!
شادباد منزل مراد

پرچم ستارہ وہلال — رہبر ترقی و کمال
ترجمان ماضی شان حال — جان استقبال
سایہ خدائے ذوالجلال

(گجراتی رسالہ ''ماہنامہ پرتیجے'' سے ترجمہ۔اردو ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل)

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موبائل فون یا خطرے کی گھنٹیاں؟

اپنے موبائل فون سے انڈین اور انگریزی گانوں کی ٹونز (گھنٹیاں) ختم کر دیجئے کیونکہ گانا بجانا حرام ہے۔ جب یہ ٹونز (گھنٹیاں) آپ کے بھول جانے کے سبب مساجد میں بجتی ہیں تو نمازی حضرات کے لئے نماز میں خلل اور آپ کے گناہ کا سبب بنتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آخری زمانہ میں اس امت کے کچھ لوگوں (کی شکلوں) کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول ﷺ کیا وہ لوگ اس بات کی گواہی نہیں دیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! بلکہ وہ روزے بھی رکھتے ہونگے نماز بھی پڑھتے ہونگے اور حج بھی ادا کرتے ہوں گے۔ کہا گیا کہ آخر ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کی وجہ کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ

"**گانا بجانے کے آلات**... اپنالیں گے۔ (نیل الاوطار)

"سیدنا عمران بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس اُمت میں بھی دھنسے، صورتیں مسخ ہونے، اور پتھروں کی بارش ہونے کے واقعات ہوں گے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا، یا رسول ﷺ ایسا کب ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جب... **آلات موسیقی** کا رواج عام ہوجائیگا۔ (ترمذی)

اللہ کیلئے اپنے موبائل پر عام اور سادی ٹون (گھنٹی) لگائیے جو آپ کو صرف فون آنے کی اطلاع دے سکے نہ کہ آپ کو گانوں اور فلموں کی طرف متوجہ کرے۔ جزاک اللہ

مسجد میں داخل ہونے سے پہلے اپنے موبائل فون بند یا SILENT کرلیں۔

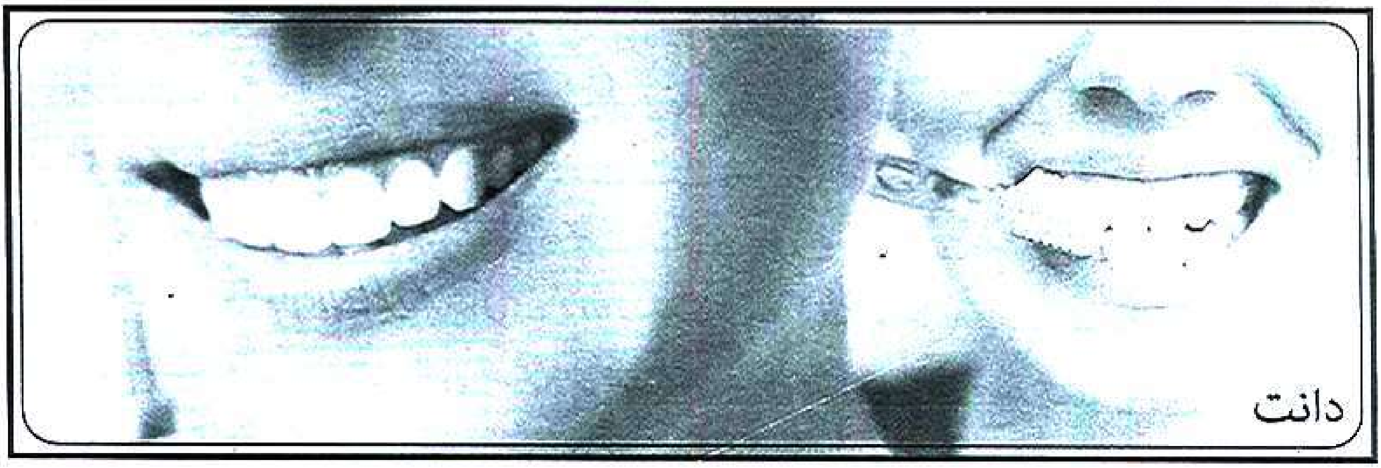

دانتوں کی حفاظت بے حد ضروری ہے

از قلم : ڈاکٹر سکندر جانگڑا، ممتاز ڈینٹل سرجن

Dr. M. Sikander Jangda

جب بچوں کے دانت نکلنا شروع ہوتے ہیں تو اکثر مائیں بہت زیادہ پریشان ہوجاتی ہیں، کیوں کہ ان دنوں بچوں کی طبیعت کچھ ناساز رہتی ہے۔ بعض بچوں کے دانت بہت زیادہ تکلیف سے نکلتے ہیں۔ ذیل میں چند تجاویز ہیں۔ ماہرین طب کے مطابق، جب بچوں کے دانت نکلنے لگیں تو ان کے ہاتھ میں سیب یا گاجر دے دیں، کیونکہ یہ سخت ہونے کی وجہ سے قدرتی ٹی تھر (TEETHER) کا کام دیتے ہیں۔ عموماً دودھ کے دانت 6 سے 10 مہینے کی عمر میں نکلتے ہیں مگر مختلف وجوہ کی بنا پر کچھ بچوں کے دانت اس سے پہلے یا بعد میں نکل سکتے ہیں۔ دراصل جب دانت مسوڑھوں سے نکلنا شروع ہوتے ہیں تو بچے ان پر دباؤ محسوس کرتے ہیں اور ہر چیز منہ میں ڈال کر مسوڑھوں سے دباتے ہیں۔ اگر یہ خیال نہ کیا جائے کہ بچے منہ میں کیا ڈال رہے ہیں تو ان چیزوں پر لگے جراثیم منہ کے ذریعے پیٹ میں داخل ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا بچوں کے ارد گرد کا ماحول صاف ستھرا ہونا چاہیے، تاکہ کوئی چیز منہ میں جا کر انفیکشن کا باعث نہ بنے۔

☆ فیڈر ہو یا سودر بچے کو پکڑانے سے پہلے ہر بار دھو کر صاف کرلیں، تاکہ ان کے ذریعے کسی قسم کے جراثیم بچے کے پیٹ میں داخل نہ ہوسکیں۔

☆ بچے کا فیڈر استعمال سے پہلے اچھی طرح دھولیں۔

☆ بچے پر ہر وقت نظر رکھیں کہ وہ کوئی مضرِ صحت چیز منہ میں نہ ڈالے۔

☆ بچوں کے استعمال کی اشیاء ہاتھوں میں نہ رکھیں۔ اس سے بھی جراثیم ان میں منتقل ہوجاتے ہیں۔

عام طور پر بڑی بوڑھی خواتین یہ کہتی ہیں کہ جب بچوں کو اسہال کی شکایت ہو تو انہیں دودھ پلائیں، کھانا کھلائیں لیکن بچے کی خوراک ہر

گز بند نہ کریں بلکہ پہلے سے زیادہ محتاط ہو جائیں اور کوشش کریں کہ بچے کو نرم غذا دیں مثلاً کھچڑی یا دہی میں کیلا میش کر کے کھلا سکتی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ بچے کے جسم میں پانی کی کمی نہ ہو۔دانتوں کی نشوونما کے لئے کیلشیم بے حد ضروری ہے جو دودھ اور دہی میں دیا جاتا ہے، لیکن اگر کسی وجہ سے بچے دودھ نہ پئیں تو ذائقہ بدلنے کے لئے دودھ سے بنی اشیاء کھلائیں۔مثلاً کھیر، کسٹرڈ وغیرہ۔اگر بچے کو یہ بھی پسند نہ ہو تو ان کو کیلشیم کے سپلیمنٹس ضرور دیں تاکہ دانوں کی بہتر نشوونما ہو سکے۔جب بچوں کے دانت نکلتے ہیں تو اس دوران بچے مسوڑھوں میں درد، سوجن اور الجھن سی محسوس کرتے ہیں اور معمول سے کم خوراک کھاتے ہیں۔اکثر انہیں ہلکا سا بخار ہو جاتا ہے۔جو چیز ہاتھ میں آجائے وہ منہ میں ڈال کر دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔انگلیاں منہ میں ڈال کر چوستے ہیں۔مسوڑھوں پر دباؤ محسوس کرتے ہیں اور اوپر نیچے کے مسوڑھوں کو آپس میں رگڑتے ہیں۔میٹھی چیزیں کھانے سے بھی دودھ کے دانت خراب ہو جاتے ہیں۔

بچوں کو دودھ کا ذائقہ پسند ہو یا نہ ہو دیگر مختلف مشروبات کا ذائقہ پسند ہوتا ہے۔بہتر تو یہی ہے کہ بچوں کو ایسی اشیاء کی عادت نہ ہی ڈالیں کیونکہ ان میں چینی کی کافی مقدار ہوتی ہے، دانتوں کو خراب کرتی ہے۔لاڈ پیار میں بچوں کو ایسی چیزیں ہرگز نہ کھلائیں جو ان کی صحت کو متاثر کرنے کا باعث ہوں۔بچوں کے دودھ کے دانتوں کی حفاظت لازمی ہے۔اکثر والدین بچوں کے دانتوں کی اس لئے بھی پروا نہیں کرتے کہ یہ تو ٹوٹ ہی جائیں گے۔جب نئے دانت آئیں گے تو دیکھا جائے گا۔یہ سوچ بالکل غلط ہے۔یاد رکھیں کہ اگر دودھ کے دانت خراب ہو گئے تو دوبارہ آنے والے دانتوں میں بھی وہی خرابی ہو سکتی ہے۔

ابو اور امی ہمیشہ اپنی مدد آپ کے اصول پر عمل کرتے ہیں

آپ غریب ہیں مگر سخی، مہربان، فراخ دل، روشن خیال اور زیادہ بچوں کے بہت شوقین ہیں

ایک میمن کی شناخت

از قلم: حاجی قاسم حاجی عباس کالاواڈ والا، ٹورنٹو (کینیڈا)

Mr. Qassim Abbas Toronto, Canada

قومیں، قبیلے: قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اے لوگو! ہم نے تمھیں عورت اور مرد بنا کر پیدا کیا اور تمھیں قوموں اور قبیلوں میں بنایا تا کہ ایک دوسرے کی (شناخت) کا ذریعہ بنیں۔ بے شک تم میں سے زیادہ شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔'' (القرآن۔سورۃ الحجرات ۱۳۔۴۹)

جیسا کہ مندرجہ بالا آیہ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے اگر پوری نوع انسانی کو جسے ہم مجموعی طور پر افراد کا نام دیتے ہیں، اگر اسے قوموں اور قبیلوں کے حوالے سے پکارا اور پہچانا جائے تو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعد میں انھی قوموں اور قبیلوں کو برادریوں میں بھی تقسیم کر دیا گیا اور پھر ان کی مزید تقسیم علاقے، ذات، رنگ، نسل وغیرہ کی بنیاد پر بھی عمل میں آ گئی۔ اسی طرح ہماری میمن برادری بھی ہے جس کے افراد اس وقت پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آبادی اور شناخت: میمن برادری کی تاریخ کی گہرائی میں جاتے ہوئے یا اس کی اصلیت اور ابتداء کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ لفظ ''میمن'' اصل میں عربی لفظ ''مومن'' کا بگڑا ہوا ہے۔ جس کے معنی ہیں ایمان والا (اسلام کا سچا پیروکار) ہم سبھی میمنوں کو اس بات پر فخر ہونا چاہیے کہ ہم میمن ہیں اور ہماری شناخت اسی حوالے سے ہے۔ اس وقت میمنوں کی اکثریت ہندوستان اور پاکستان میں آباد ہے۔ اس کے بعد میمن برادری کے لوگ اور خاندان دنیا بھر کے ملکوں میں آباد ہیں۔ میمن برادری اپنے عوامی فلاح و بہبود کے کاموں سے پہچانی جاتی ہے اسی لئے اس کا سماجی خدمات کا دائرہ صرف برصغیر پاک و ہند تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ خدمات پوری دنیا پر محیط ہیں۔

کون کیا کہتا ھے؟ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ چند غیر ملکی کتب، اشاعتی ادارے اور بین الاقوامی اہمیت کی حامل شخصیات میمن برادری اور اس برادری سے تعلق رکھنے والی سرکردہ شخصیات کے حوالے سے کیا کہتی ہیں: '' آدم جی (میمن برادری کی ایک عظیم شخصیت اور برادری کے بابائے تعلیم) نے اپنے قائم کردہ ادارے '' آدم جی جوٹ ملز'' کے ذریعے پورے جنوبی ایشیاء میں ''مل مینجمنٹ'' کی ایک عمدہ مثال قائم کی تھی اور انھوں نے اس کارنامے کے ذریعے خود کو ''کنگ آف جوٹ'' (پٹ سن کا بادشاہ) قرار دلوایا تھا۔

آدم جی فیملی والے سماجی بہبود کی سرگرمیوں پر سالانہ ایک لاکھ ڈالر سے زیادہ خرچ کر رہے ہیں۔''

(ٹائمز ویکلی آف نیویارک۔امریکہ۔تاریخ: 4 دسمبر 1964ء)

''میمن دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ان کی فطرت اور عادت میں جبلی طور پر انسانی خدمت شامل ہے۔یہ لوگ سماجی بہبود، تعلیم کے فروغ، تجارتی خدمات کے ساتھ ساتھ اب سیاست کے شعبے میں بھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔''

(ایمرٹس نیوز۔ڈیلی آف ابوظہبی۔متحدہ عرب امارات۔تاریخ:8اکتوبر1987ء)

''میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ ہمیں تمام میمن اداروں کو سلام پیش کرنا چاہیے۔میمن واقعی اپنی برادری اور قوم کے لئے غوروفکر کرتے ہیں، اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور اس کی خدمت کرتے ہیں۔میمن برادری یہاں بہت عمدگی سے کام کر رہی ہے اور اس کا مستقبل بے حد روشن وتابناک ہے۔'' (یہ جملے ابوظہبی ریڈیو کی اردو سروس کے اناؤنسر کے ہیں جو انھوں نے ابوظہبی میمن برادری کے صدر اور سیکریٹری کے انٹرویو کے دوران ادا کیے تھے۔یہ انٹرویو 25 ستمبر 1987ء کو ابوظہبی ریڈیو سے نشر کیا گیا تھا)

''مجھے بے حد خوشی ہے کہ میمن برادری جو ایک تاجر برادری ہے، وہ بھی سیاست میں گہری دلچسپی لے رہی ہے۔میمنوں کا یہ قدم ثابت کرتا ہے کہ مسلم لیگ اپنی پالیسیوں میں بالکل درست سمت میں کام کر رہی ہے۔'' (قائداعظم محمد علی جناح 31 دسمبر 1937ء کلکتہ)

''پاکستان کی تاریخ اور میمن برادری کی تاریخ ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔پاکستان کی ترقی کی تاریخ ہی دراصل میمن برادری کی تاریخ ہے اور میمن برادری کی ترقی کی تاریخ پاکستان کی تاریخ ہے۔'' (قائداعظم محمد علی جناح)

بشکریہ: روزنامہ پاک سماچار (گجراتی) کراچی۔مارچ 1985ء

فروغ علم کا چراغ

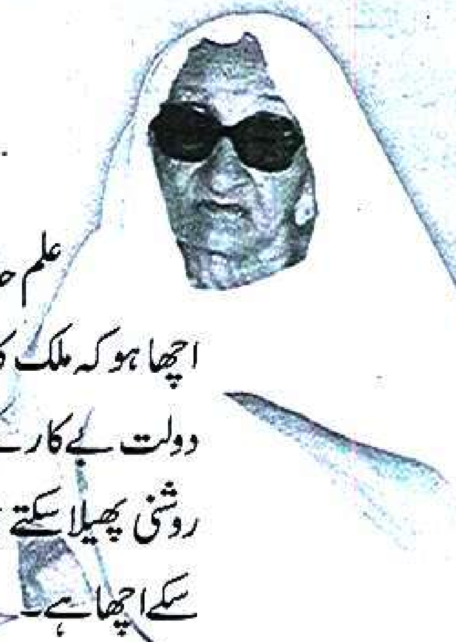

علم حاصل کرنے میں محنت کرو تاکہ دنیا سے اندھیرا ختم ہو جائے۔کیا ہی اچھا ہو کہ ملک کا، برادری کا بچہ بچہ علم کی دولت سے مالا مال ہو جائے۔علم کے بغیر دولت بے کار ہے۔چراغ سے چراغ روشن ہوتا ہے۔علم ہی سے ہم اپنی برادری میں روشنی پھیلا سکتے ہیں، اساتذہ کے ذریعہ سے جتنی بھی تھوڑی یا بہت علم کی روشنی پھیل سکے اچھا ہے۔

محترمہ خدیجہ حاجیانی کی تقریر سے اقتباس

رونق اسلام گرلز اسکول نانک واڑہ کے سالانہ جلسہ تقسیم انعامات کے موقع پر

سقوط بانٹوا اور کتیانہ

تاریخ کے جھروکوں سے۔ایک معلومات افزا تحریر

تاریخ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

بانٹوا اور کتیانہ کا المیہ

گجراتی زبان کے سینئر ریسرچ اسکالر تاریخ وثقافت **حبیب لاکھانی مرحوم کی ایک اہم تحریر**

Late Habib Lakhani

برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ نما کاٹھیا واڑ کی ریاست جونا گڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی۔ بھارت کی افواج اور گاندھی جی کے بھتیجے شامرداس گاندھی کی رہنمائی میں عارضی سرکار نے 9 نومبر 1947ء کو ریاست جونا گڑھ پر زبردستی قبضہ کرلیا۔اس کے نتیجے میں ریاست جونا گڑھ کا نام ونشان مٹ گیا۔دولت مند میمنوں کے مراکز بانٹوا اور کتیانہ تباہ وبرباد ہوگئے۔ریاست کے مسلمانوں کے علاوہ کاٹھیا واڑ اور گجرات کے بے تعداد مسلمانوں کو اپنا گھربار چھوڑ کر پاکستان کی جانب ہجرت کرنا پڑی۔

انہی گجراتی مسلمانوں کی تجارتی اور صنعتی سوجھ بوجھ، جوش و ولولے کے نتیجے میں پاکستان کی نو زائیدہ اور کمزور معیشت مضبوط ہوگئی۔انہی گجراتی مسلمانوں نے پاکستان کی اقتصادی خوشحالی کی بنیاد رکھی اور اس طرح جونا گڑھ کی خاک پاکستان کو خوشحال کرگئی۔ جونا گڑھ کے اسی الحاق اور انہی نتائج کی یہ ایک فراموش شدہ داستان ہے۔''ماہنامہ پرتیجے گجراتی'' نومبر 1993ء میں مطبوعہ تحریر کا اردو ترجمہ کھتری عصمت علی پٹیل نے کیا ہے۔ جسے قارئین کی معلومات کے اضافے کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

جونا گڑھ پر قبضہ کے بعد میمن برادری کے دو بڑے دولتمند اور تجارتی شہروں کتیانہ اور بانٹوا میں وسیع پیمانے پر جولوٹ مار کی گئی تھی، اس کے بارے میں بھارت کے مورخین کی تصانیف میں کہیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔پھر بھی حکومت ہند کی وزارت برائے ریاستی امور کے خاص افسر مسٹر

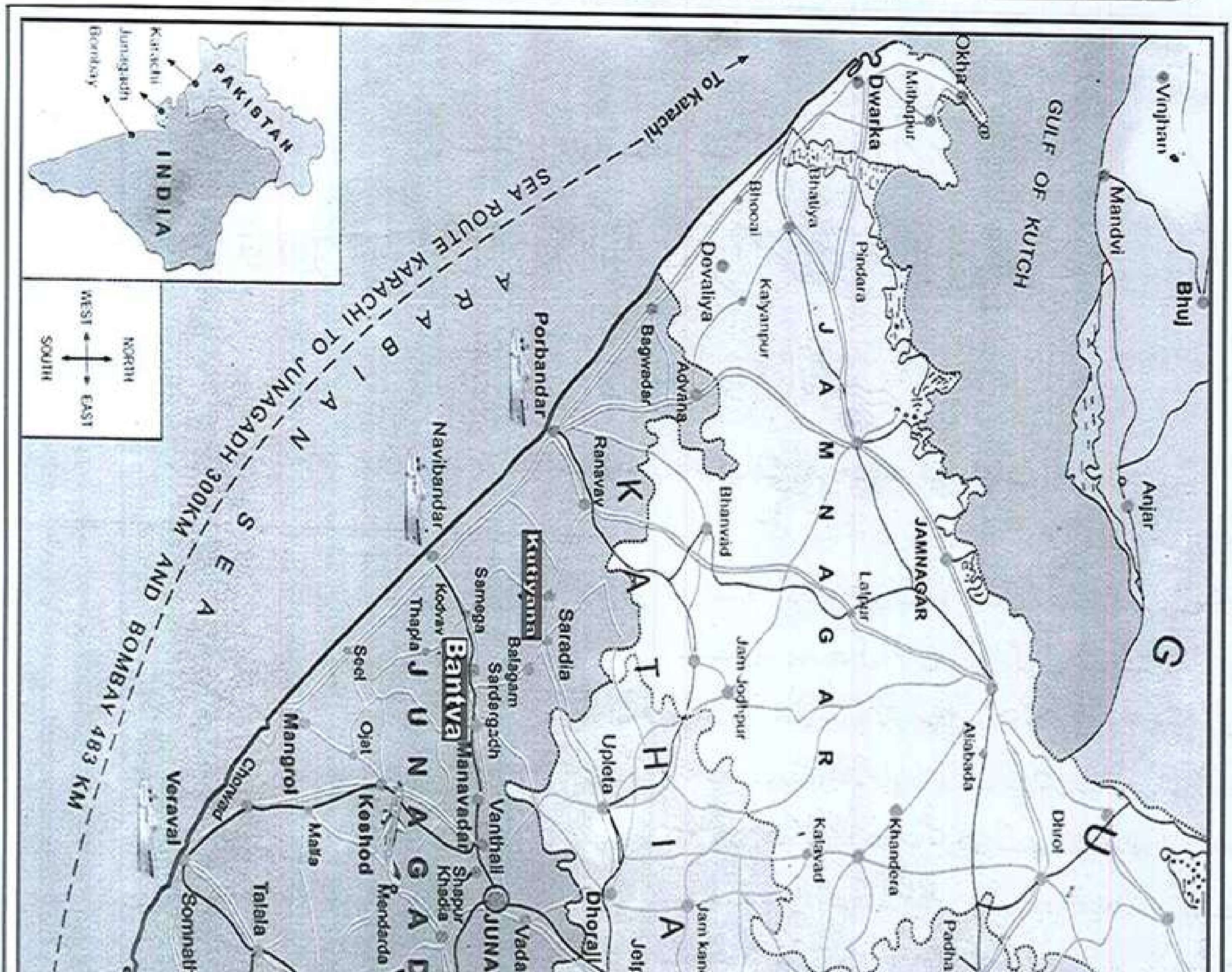
MAP OF
JUNAGADH STATE
AND ADJACENT AREAS
Courtesy:
Abdul Razzaq Thaplawala
SEA ROUTE KARACHI TO JUNAGADH 300KM AND BOMBAY 483 KM
To Karachi
To Bombay
ARABIAN SEA
GULF OF KUTCH
PAKISTAN
INDIA
Karachi
Junagadh
Bombay
NORTH
SOUTH
EAST
WEST
GUJARAT
KATHIAWAR
JAMNAGAR
JUNAGADH
BHAVNAGAR
BARODA
Kutiyana
Bantva
Vinjhan
Mandvi
Bhuj
Anjar
Okha
Mithapur
Dwarka
Bhatiya
Bhogat
Pindara
Dovaliya
Kalyanpur
Bagwadar
Advana
Porbandar
Ranavav
Navibandar
Bhanvad
Lalpur
Jam Jodhpur
Saradia
Samega
Kotvav
Thapla
Balagam
Sardargadh
Seel
Ojat
Mangrol
Chorwad
Veraval
Manavadar
Vanthali
Keshod
Malia
Shepur
Khadia
Mendarda
Upleta
Dhoraji
Jetpur
Jetalsar
Vadal
Vassavadar
Talala
Sasan Gir
Somnath Patan
Prachi
Kodinar
Diu Port
Delvada
Gir Forest
Dhari
Bagasra
Amreli
Bhisari
Khijada
Kundla
Rajula
Zafarabad
Port Albert Victor
Mahuva
Palitana
Sihor
TO SURAT
Dhola
Jasdan
Bharuch
Dholera
Bhadar
Alabada
Khandera
Kalavad
Jam kandorna
Gondal
RAJKOT
Padhari
Dhrol
Tankara
Morbi
Savdi
Than
Chotila
Vadhvan
SURENDRANAGAR
TO MAHESANA
TO AHMADABAD

وی۔ پی۔ مینن کے قلم سے اتنے الفاظ ضرور نکل گئے ہیں۔

''کتیانہ میں عارضی حکومت کے آدمیوں کا کوئی سامنا کیا گیا تھا اور جس کے بدلے میں انہوں نے کچھ لوٹ مار کی تھی اور آگ وغیرہ لگائی تھی۔ عارضی حکومت کے مجموعی طور پر اچھے برتاؤ اور نظم وضبط کے نام پر کتیانہ میں رضا کاروں کا برتاؤ صرف واحد کلنک ہے۔''

دوسری جانب ایک بھارتی مصنف نے کچھ اس قسم کا بھی ذکر کیا ہے۔ "16 نومبر 1947ء سے 3 دسمبر 1947ء کے درمیان پندرہ روز میں تجارتی شہر بانٹوا کے زیادہ تر میمن برادری کے افراد پاکستان پہنچ گئے"

کتیانہ کی عارضی حکومت کے نام پر کلنک لگانے والے کیا واقعات تھے؟ اور بانٹوا کے ہزاروں میمن حضرات صرف پندرہ روز میں کیوں اجتماعی ہجرت کر گئے تھے؟

کاٹھیاواڑ کے مسلمان برصغیر کی تقسیم تک اور اس کے بعد کافی عرصہ تک پاکستان میں رہائش پذیر ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ کرہ ارض پر ایک نئی اسلامی مملکت کی تخلیق میں انہوں نے جو کچھ تعاون کیا تھا، اس پر انہیں اطمینان تھا۔ قائداعظم اور لیاقت علی خان نے بھارت میں رہنے والے مسلمانوں کو بھارت کا وفادار شہری بن کر رہنے کی تلقین کی تھی۔ کاٹھیاواڑ اور گجرات میں بھارت کے جشن آزادی میں مسلمان برابر شریک رہتے تھے۔ جوناگڑھ پر عارضی حکومت کے قبضہ، میمنوں کو سردار پٹیل کی دھمکی اور کتیانہ اور بانٹوا کی لوٹ مار تک ان کی سماجی اور فلاحی سرگرمیاں پہلے کی طرح برابر جاری تھیں اور مستقبل کی فلاحی اسکیموں کے لئے چندے بھی جمع کئے جا رہے تھے۔ انہوں نے بھارت کے دوسرے علاقوں سے پاکستان پہنچنے والے مہاجرین کی امداد (دادرسی) کے لئے کراچی میں شروع کئے گئے ''قائداعظم ریلیف فنڈ'' میں بھی کافی رقومات بھجوائی تھیں۔

بانٹوا میں جھنڈا وندن اور حسینی سر بلندی : بانٹوا پر بھارتی یونین کی جانب سے اکتوبر 1947ء کے آخر میں باقاعدہ قبضہ کر لیا گیا تھا۔ بھارتی حکام نے بانٹوا کے ایڈمنسٹریٹر کے طور پر مسٹر جے سکھ لال بچ (Jaisukh Lal Buch) کا تقرر کیا تھا۔

نواب سر مہابت خانجی (مرحوم)

نواب محمد دلاور خانجی (مرحوم)

نواب محمد جہانگیر خانجی (موجودہ نواب)

شجرۂ نسب خاندانِ بابی، نواب صاحبان جوناگڑھ

- محمد بہادر خان (شیر خاں) پہلے نواب صاحب
  - صلابت خان
  - رستم خان
  - سردار محمد خان
  - مہابت خان (دوسرے نواب صاحب)
    - حامد خان (تیسرے نواب صاحب)
      - بہادر خان (چوتھے نواب صاحب)
        - شیر خان
        - مہابت خان (چھٹے نواب صاحب)
          - عادل خان
          - محمد رسول خان (آٹھویں نواب صاحب)
            - بہادر خان
            - مہابت خان (نویں نواب صاحب)
              - محمد صادق خان
              - محمد یوسف خان
              - سخاوت خان
              - غلام محمد خان
              - ہمت خان
              - محمد دلاور خانجی (دسویں نواب صاحب)
                - محمد ظہیر خان
                - محمد عالمگیر خان
                - محمد جہانگیر خانجی (گیارہویں نواب صاحب)
                  - علی مرتضیٰ خانجی (ولی عہد)
            - شیر زمان خان
          - بہادر خان (ساتویں نواب صاحب)
        - حامد خان (پانچویں نواب صاحب)

بانٹوا کی اکثریت میمنوں پر مشتمل تھی۔ یہ اکثریت پاکستان کی بڑی حامی تھی۔ اس کے باوجود بانٹوا کی ہندو آبادی کو کبھی کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی۔ حقیقت یہ تھی کہ میمن تاجروں کے صدر دفاتر میں مہتاجی (منیجر) اور حساب نویس (اکاؤنٹنٹ) ہندو ہی تھے اس کے علاوہ مختلف انتظامی عہدوں پر بھی ہندو بڑی تعداد میں فائز تھے۔ دھوبی، حجام، نائی، لوہار اور دیگر کاریگر بھی ہندو تھے۔

اس کے باوجود بھارتی قبضہ کے بعد بانٹوا کی فضا بگڑنے لگی اور کشیدگی بڑھنے لگی۔ ریاست جوناگڑھ میں عارضی حکومت کی پیش قدمی اور بھارتی افواج کی موجودگی سے ہندوؤں کے حوصلے بلند ہونے لگے اور انہوں نے پاکستان کے جوشیلے حامیوں کو مختلف طریقوں سے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اس میں جھنڈا وندن (پرچم کشائی) کے واقعہ نے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے غم و غصہ اور اشتعال میں مزید اضافہ کر دیا۔

جوناگڑھ پر بھارتی یونین کا قبضہ ہونے کے بعد فوراً ہی بانٹوا میں ہندوؤں کی جانب سے ایک جلوس نکالا گیا۔ اس جلوس میں قابل اعتراض نعرے لگائے گئے اور راستے میں واقع دکانوں کے مسلمان مالکوں کو ہراساں کیا گیا۔ جلوس کے بعد جیل کے قریبی میدان میں "جھنڈا وندن" (پرچم کشائی) کی تقریب منعقد کی گئی۔ اس موقع پر شہر کے متعدد میمن رہنماؤں کو مدعو کیا گیا اور انہیں بھارتی جھنڈے کو ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر سلام کرنے کا حکم دیا گیا۔ سفید ریش بزرگ سیٹھ حسین قاسم دادا نے جھنڈے کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار کر دیا۔ انہوں نے بلاخوف کہا!

"ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کا سر صرف اللہ رب العزت کے سامنے ہی جھک سکتا ہے اس کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں۔"

حسین سیٹھ کا یہ جواب سن کر ایک سکھ سپاہی نے مشتعل ہو کر ان کے سامنے اپنی بندوق تان لی۔ لیکن اس کے لبلبی دبانے سے پہلے مسٹر بج نے مداخلت کر کے اسے روک دیا۔ حسین سیٹھ کے اس جواب سے تقریب پر سناٹا چھا گیا۔ دیگر مسلمان بھی ثابت قدم رہے۔ کسی نے بھی جھنڈے کو "نمن" (سلام) نہیں کیا اور تقریب ختم ہوگئی۔

بانٹوا کی لوٹ اور میمنوں کی ہجرت : کچھ دنوں بعد 26 اکتوبر 1947ء کو عیدالاضحیٰ کا موقع آ گیا۔ اس وقت تک ماحول بہت کشیدہ ہو چکا تھا۔ بانٹوا کے مسلمان نماز عید ادا کرنے عیدگاہ تک بھی نہ جا سکے اور انہوں نے اپنے اپنے محلوں کی مساجد میں نماز عید قرباں ادا کی۔

9 نومبر 1947ء کو جوناگڑھ پر بھارتی قبضہ ہونے کے اگلے روز کتیانہ میں خونریزی اور لوٹ مار کی گئی۔ اس کے ساتھ بانٹوا کے اطراف میں واقع دیہات کے باشندے میمنوں کے اس مشہور دولت مند اور تجارتی شہر کو بھی لوٹنے کے منصوبے بنانے لگے۔ جوناگڑھ پر قبضہ کے پورے ایک ہفتہ کے بعد یعنی 16 نومبر 1947ء کی شب بانٹوا میں اچانک کرفیو نافذ کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اطراف کے دیہات سے جمع ہونے والے لٹیروں نے اپنی کارروائی شروع کر دی۔ بڑے بازار کی دکانوں اور چند دیگر مقامات کو نذر آتش کر دیا گیا۔ ہوائی فائرنگ کر کے مکانات کے دروازے کھلوائے گئے۔ میمنوں کی دور دراز کے علاقوں میں سالہا سال کی محنت اور تجارت کے نتیجے میں جمع کی گئی دولت اور قیمتی اشیاء کے خاصے بڑے حصے کو ایک ہی رات میں لوٹ لیا گیا۔ لٹیرے سونے چاندی اور ہیرے کے جڑاؤ زیورات، نقد رقوم اور قیمتی ملبوسات لوٹنے میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ خوفزدہ میمن اپنے قیمتی اثاثوں کو خاموشی سے لٹتا دیکھتے رہے۔ اپنی حسب خواہش اشیا بہ آسانی مل جانے کی وجہ سے لٹیروں نے بھی کوئی زبردستی نہیں کی اور کوئی بھی شخص زخمی نہیں ہوا۔

خاندانِ بابی کی نوابی مدّت

① محمّد بہادر خانجی (اوّل)	شیر خان پہلے نواب صاحب	1748 سے	1758
② محمّد مہابت خانجی (اوّل)	دوسرے نواب صاحب	1758 سے	1774
③ محمّد حامد خانجی (اوّل)	تیسرے نواب صاحب	1774 سے	1811
④ محمّد بہادر خانجی (دوئم)	چوتھے نواب صاحب	1811 سے	1840
⑤ محمّد حامد خانجی (دوئم)	پانچویں نواب صاحب	1840 سے	1851
⑥ محمّد مہابت خانجی (دوئم)	چھٹے نواب صاحب	1851 سے	1882
⑦ محمّد بہادر خانجی (سوئم)	ساتویں نواب صاحب	1882 سے	1892
⑧ محمّد رسُول خانجی (سوئم)	آٹھویں نواب صاحب	1892 سے	1911
⑨ محمّد مہابت خانجی (سوئم)	نویں نواب صاحب	1911 سے	1960
⑩ محمّد دلاور خانجی	دسویں نواب صاحب	1960 سے	1990
⑪ محمّد جہانگیر خانجی	گیارہویں نواب صاحب	1990 سے	

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بانٹوا کے بعض محلوں کو لوٹ لیا گیا۔ جبکہ کچھ محلے اس لوٹ مار سے مکمل طور پر محفوظ رہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یہ لوٹ مار بانٹوا کے باہر سے آنے والے دیہاتیوں نے ہی مچائی تھی اور انہیں جن محلوں میں مقابلے کا خدشہ تھا ان کی جانب انہوں نے رخ بھی نہ کیا۔ میمنوں کو اب بانٹوا میں اپنے مستقبل کی کوئی امید نظر نہ آتی تھی۔ اس لئے صبح کرفیو اٹھنے کے ساتھ ہی میمنوں نے بغیر کسی طے شدہ پروگرام کے اجتماعی ہجرت شروع کر دی۔ میمن خاندان صرف اتنے ہی کپڑے اور دیگر سامان جسے وہ از خود اٹھا سکتے تھے ساتھ لے کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہونے لگے۔ راستے میں جگہ جگہ ان کے سامان کی تلاشی لی گئی اور بہت سی اشیاء چھین لی گئیں۔ اسٹیشن پر اور ٹرین میں سوار ہونے کے بعد بھی کافی فاصلے تک انہیں پریشان کیا گیا۔

ان کی ہجرت کا سلسلہ مسلسل پندرہ روز تک جاری رہا۔ بانٹوا کے تقریباً تمام میمن خاندان بمبئی یا کاٹھیاواڑ کے شمال مغرب میں واقع ریاست بڑودہ کی بندرگاہ "اوکھا (OKHA)" پہنچ گئے جہاں سے انہیں کراچی پہنچا دیا گیا۔ جناب وی۔ ایچ۔ اے غنی جو کسی زمانے میں ڈھاکہ اسٹاک ایکسچینج کے صدر بھی رہے تھے، انہوں نے مئی 1950ء میں کلکتہ میں سردار پٹیل کو ایک ملاقات میں بتایا کہ کتیانہ اور بانٹوا میں لوٹ مار کے صرف ایک ماہ کے دوران دولتمند مسلمان تاجروں نے بھارت سے حبیب بینک کی معرفت اسی (80) کروڑ کی رقومات پاکستان منتقل کر دی تھیں۔ اسی طرح تجارتی چہل پہل اور گہما گہمی کا حامل شہر بانٹوا ویران ہو گیا۔ اس کے بعد بانٹوا میں دیگر قومیں آباد ہوئیں لیکن وہ شان و شوکت اور جاہ و جلال جو میمنوں کے دور میں اسے حاصل تھا وہ صرف تاریخی یا روایتی کہانیاں بن کر رہ گیا۔

میمنوں کا کردار: کاٹھیاواڑ کے میمن مسلم لیگ کے پرجوش حامی تھے جس کے نتیجے میں بانٹوا اور کتیانہ کے میمنوں کو مکمل طور پر لوٹ لیا گیا۔ بیشتر دیگر مقامات کے ہزاروں میمنوں کو اپنے گھربار، کاروبار اور کروڑوں روپے کی املاک چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا۔ اس ہجرت کے نتیجے میں مختلف طبقوں کے میمنوں کو کل کتنا نقصان ہوا اس کا صحیح تخمینہ لگانا تو ناممکن ہے لیکن ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ نقصان کئی ارب روپوں تک جا پہنچتا ہے۔ میمن برادری کے مختلف چوٹی کے تاجروں کو بھارت میں املاک اور دیگر اثاثوں کا کتنا بھاری نقصان ہوا، اس کی صرف ایک مثال یہاں پیش کی جا رہی ہے۔

بانٹوا میں سیٹھ حسین قاسم دادا کے خاندان کی کل دو کروڑ اٹھائیس لاکھ روپے کی غیر منقولہ جائیداد تھی۔ اس میں سے دو کروڑ روپے کی جائیداد "وقف الاولاد" کے طور پر قاسمی فنڈ کے نام تھی۔ بیس لاکھ روپے کی رقم دیگر مقاصد کے لئے حسینی فنڈ کے نام تھی اور آٹھ لاکھ روپے کے جائیداد حسین قاسم گرانٹ اینڈ چیریٹیبل وقف فنڈ کے نام تھی۔ ان کی اس تمام متروکہ جائیداد کے دعویٰ کے نتیجے میں ان کو اور ان کے دس بیٹوں کو پاکستان میں پینتیس لاکھ روپے کا معاوضہ دیا گیا تھا۔ آزادی کے وقت برصغیر میں ان کی 102 کاروباری شاخیں موجود تھیں جن میں سے دس کے سوا باقی تمام بھارت میں واقع تھیں۔ حکومت بھارت نے ان تمام شاخوں کو متروکہ جائیداد قرار دے کر ضبط کر لیا تھا۔ ان تمام شاخوں میں کروڑوں روپے کا تجارتی سامان موجود تھا۔ ان میں سے کئی شاخیں اپنی نجی عمارتیں رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ مختلف بینکوں اور صنعتوں میں دادا خاندان کے پچاس لاکھ روپے نقد اور حصص بھی تھے۔ انہیں ان تمام املاک اور اثاثوں کا معاوضہ نہیں دیا گیا۔ دیگر تاجروں نے بھی کروڑوں روپے بینک کی نقدی، حصص، تجارتی سامان، جائیدادیں اور اثاثہ گنوا دیئے۔

اس کے باوجود میمن برادری نے دو چیزیں نہیں کھوئی تھیں۔ کاٹھیاواڑ کے باہر ان کی جو وسیع تجارتی سلطنت پھیلی ہوئی تھی اس کا بہت بڑا

حصہ متروکہ جائیداد قرار دیکر بھارتی کسٹوڈین نے ضبط کرلیا تھا۔ پھر بعض تاجر وہاں سے اچھی خاصی نقد رقومات اپنے ساتھ لانے میں کامیاب رہتے تھے جس نے پاکستان کی متزلزل معیشت کو سہارا دینے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ دوسری چیز جو لٹیرے میمنوں سے نہ لوٹ سکے تھے وہ ان کی تجارتی سوجھ بوجھ، حوصلہ اور مہارت تھی جو ان کو کسی بھی نئے مشکل اور پیچیدہ حالات میں بھی نہایت مختصر عرصہ میں صف اول تک پہنچانے کی طاقت رکھتی تھی۔

بانٹوا اور کتیانہ کی بربادی۔پاکستان کی خوشحالی : پورے کاٹھیاواڑ کے تو کجا لیکن صرف بانٹوا کے میمنوں کی ہجرت سے پاکستان کو کتنے بڑے فوائد حاصل ہوئے، اس کا ذکر معروف مصنف جناب رئیس احمد جعفری نے حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔"سردار گڑھ اور بانٹوا پر ہندوستانی فوجوں نے قبضہ نہ کیا ہوتا اور وہاں کے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ نہ توڑے ہوتے تو پاکستان کو اتنا بڑا نقصان پہنچتا کہ اس کا وجود خطرے میں پڑ جاتا۔ کاٹھیاواڑ کے سردار گڑھ، بانٹوا اور کتیانہ کے میمنوں میں کوئی کروڑ پتی اور کوئی ارب پتی بھی تھے مگر لکھپتی تو نہ جانے کتنے تھے ان کا کاروبار وسیع تھا اور ہر طرف پھیلا ہوا تھا تقسیم ہند کے بعد ان کا قطعاً یہ ارادہ نہیں تھا کہ ترک وطن کر کے پاکستان چلے جائیں جو ان کی کب سے ضرورت محسوس کر رہا تھا۔

کیونکہ نہایت منظم طور پر سندھ کے ہندو ساہوکار، تاجر وصنعتکار اپنا سارا سرمایہ لے کر ہندوستان آگئے تھے سندھ کے کئی ہندو ہندوستان آگئے تھے۔ سندھ میں کسی ہندو کی نکسیر تک نہیں پھوٹی تھی۔ لیکن سرمایہ داروں نے صرف اس لئے ترک وطن کیا تھا کہ پاکستان کی معیشت کو دھکا لگے اس طرح وہ اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکے گا کیونکہ نہ اس کے پاس سرمایہ دار ہیں نہ تاجر نہ صنعتکار، اس کا دیوالیہ ہونا ایک قطعی اور یقینی امر ہے لیکن بانٹوا اور کتیانہ کے میمن جب ہدف ستم بنے تو اپنی مہارت اور سرمایہ لے کر پاکستان آگئے اور یہاں آتے ہی انہوں نے ہندوؤں کا چھوڑا ہوا کاروبار اس خوبی سے سنبھال لیا جیسے کہ ہمیشہ سے وہ یہیں رہتے اور کام کرتے چلے آئے تھے۔"

اس موضوع پر مدبر نواب صدیق علی خان اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔

"اقتصادیات کے ہندو ماہرین نے مجوزہ ملک پاکستان کے قیام کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ ہندو جاتی کو یہ یقین ہوگیا کہ یہ نیا ملک ایک دن سے زیادہ قائم نہیں رہ سکے گا اور ثابت کرنے کے لئے اعداد وشمار پیش کئے۔ تحقیقات کی رپورٹیں پیش کی گئیں۔ ہر وہ چیز پیش کی گئی جس سے اس امر کو تقویت پہنچے گی پاکستان ایک مٹی کا گھروندہ ہے جو خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ جس وقت چاہیں گے اس کو پیروں تلے رگڑ دیں گے۔ دوسرا یہ بھی گھمنڈ تھا کہ تجارتی منڈیوں پر مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کا ابھی بہت کچھ قبضہ ہے اور بعد میں تو پورا قبضہ ہو جائے گا۔ پھر مسلمان کیسے پنپ سکیں گے۔ تیسرے وہ اس غرور میں بھی سڑ رہے تھے کہ مسلم علاقوں سے ہندوؤں اور تاجروں کا فوراً انخلا کر کے پاکستان کو مفلوج کر دیں گے اور اس غلط فہمی میں بھی مبتلا تھے کہ کچھی اور میمن بھائی جنہوں نے ہندوستان میں کروڑوں روپیہ کا سرمایہ تجارت اور املاک میں لگایا ہے وہ ہندوستان کو کبھی چھوڑ کر پاکستان نہیں جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ قیاس بالکل درست تھا کیونکہ ہمارے تاجر بھائی اپنا کاروبار اور مال ومتاع ہندوستان میں چھوڑ کر نہ آتے۔ لیکن اللہ بھلا کرے سردار ولبھ بھائی پٹیل کا جنہوں نے دھوراجی میں مسلم تاجروں کو دھمکی دی اور ان سے توہین آمیز سلوک کیا۔ ہم اس پر سابق صدر کانگریز اچاریہ کرپلانی کو بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ انہوں نے بلا وجہ ہمارے صوفی منش ہندو بھائیوں پر اپنا ذاتی اثر ڈال کر اور ڈراوٴ نے خواب دکھلا کر راجہ داہر کے ملک کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس خلاء کو جنوبی وسط ہند اور راجھستان سے

آنے والے مسلمانوں نے پر کیا۔ ہمارے ہندو بھائی بغیر کسی روک ٹوک کے پاکستان سے دھن دولت یہاں تک کہ طوطے کا پنجرہ اور سل بٹہ تک لے کر بھارت ماتا کے چرنوں میں بیٹھنے کے لئے چلے گئے وہ تو بغیر کسی روک ٹوک کے اس طرح گئے جیسے کوئی ایک ہی شہر میں ایک محلے سے دوسرے محلے میں منتقل ہو جائے۔

قائداعظم کی سخت تاکید تھی کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی چھیڑ خانی نہ ہو اور انہیں آنے جانے اور ان کے اثاثہ کو لے جانے کی مکمل آزادی ہو اور اس لئے ہی روزانہ گدھے اور اونٹ گاڑیوں کا بندرگاہ تک ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جانے والے جو ورغلائے اور گمراہ کئے گئے تھے۔ حسرت و یاس سے اپنے وطن عزیز کو آخری بار دیکھتے ہوئے ہمیشہ کیلئے رضا کارانہ طور پر چھوڑ رہے تھے۔ یہ لوگ زندہ دل، جفاکش لیکن عیش پرست تھے۔ ان کے جانے سے ہمارے ملک میں ایک عرصے تک بے رونقی رہی اور اقتصادی زندگی بھی چند دنوں کے لئے متاثر ہوئی میمن بھائیوں، دہلی کے سوداگروں اور دیگر مسلم تاجروں نے بجلی کی سرعت سے کام کر کے ملک کے اقتصادی نظام کو ایسا سنبھالا کہ عقل حیران رہ گئی۔

(گجراتی سے اردو ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل)

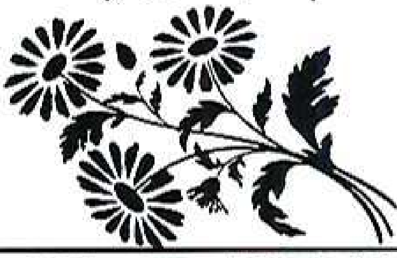

اپنی جان بچانے اور صحت مند رہنے کے لئے کرونا سے بچنا ہوگا

فیس ماسک تحفظ کا ضامن

☆ احتیاطی تدابیر پر سختی سے عمل کریں! ☆ ایک بار پھر کورونا پر قابو پانا ضروری ہے

☆ تمام دفاتر، کارخانوں، دوکانوں، ریسٹورنٹس، ہوٹلز، مینوفیکچرنگ یونٹس اور دیگر کام والی جگہوں کے منتظمین SOPs پر عمل کو یقینی بنائیں۔

☆ دفاتر اور دیگر کام والی جگہوں میں احتیاطی تدابیر کا مناسب انتظام رکھیں۔

☆ برادری کو کورونا اور اس کے پھیلاؤ سے متعلق تفصیل سے آگاہ کریں۔ ادارے میں کورونا کی علامات، احتیاط اور علاج سے متعلق پوسٹرز یا بینرز نمایاں جگہ پر لگانے ہوں گے۔

☆ پروفیشنل میٹنگز کے دوران ہاتھ ملانے، گلے ملنے سے اجتناب کریں۔ تعظیماً ہاتھ جوڑ کر یا پھر دائیں طرف اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر مصافحہ یا الوداع کریں۔

SOPs پر یقینی عمل۔ کورونا سے بچاؤ کا واحد حل

چور: "لڑکے! اگر تم نے اپنے ابّو کو جگانے کی کوشش کی تو......."
"اس شرط پر نہیں جگاؤں گا کہ تم میرے اسکول کا بستہ بھی ساتھ لے جاؤ، ورنہ......."

"تمھاری آخری خواہش ہے کہ تمھیں ۲۹۔فروری کو پھانسی دی جائے، لیکن تم جانتے ہو کہ اس کے لیے تمھیں چار سال انتظار کرنا پڑے گا۔"
103
"جنابِ عالی، مجھے کوئی اعتراض نہیں، میں انتظار کرسکتا ہوں۔"

ماہنامہ میمن سماج

JANUARY 1955

JUNE 2022

67 YEARS CELEBRATING

798 ISSUE (JUNE 2022)

CELEBRATING 67 Great Years MEMON SAMAJ

January 1955-2022

Litraey Service of

Bantva Memon Jamat

پرنٹ میڈیا کا تاریخی سفر۔علم وادب اور اصلاح معاشرہ میں اہم کردار

ماہنامہ میمن سماج کراچی

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کا ترجمان

کا 67 سالہ سماجی، صحافتی اور ادبی سفر کا احوال

تحقیق و تحریر: کھتری عصمت علی پٹیل

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کا ترجمان ماہنامہ میمن سماج 66 سال مکمل کر کے جنوری 2022ء میں 67 ویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ 67 سالوں سے تواتر کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔اس میں سماجی، فلاحی اور اصلاحی مضامین کے ساتھ ساتھ بانٹوا میمن برادری سے تعلق رکھنے والے اداروں کا تعارف، سماجی اور اصلاحی مضامین، سماجی سرگرمیاں اور تقریبات کی تصاویر شائع کی جاتی ہیں۔ماہنامہ میمن سماج پہلے صرف گجراتی زبان میں اشاعت پذیر ہوتا رہا۔اعزازی ایڈیٹر کی ذمہ داریاں جناب حاجی محمد صدیق پولانی نے سنبھالی تھیں۔اس کے بعد جنوری 1965ء میں گجراتی کے علاوہ اردو میں بھی شائع کیا جانے لگا۔

میمن صحافت میں ماہنامہ میمن سماج کراچی کا اہم کردار رہا ہے۔میمن سماج کا اجراء بانٹوا میمن جماعت کے رہنما جناب جان محمد داؤد ایڈووکیٹ، جناب حاجی محمد صدیق پولانی، جناب حاجی سلیمان بھورا، حاجی رحمت اللہ میمل کے تعاون سے ڈیکلریشن نمبر SS-43 جنوری 1956ء میں لیا گیا اور باقاعدگی سے ماہنامہ میمن سماج کی گجراتی زبان میں اشاعت شروع ہوئی۔اس کی کیلی گرافی اور تزئین اور آرائش کی ذمہ داری ملک کے اور گجراتی زبان کے ممتاز مصور جناب آروی ماسٹر (مرحوم) کی ٹائٹل ڈیزائن اور اندرونی صحافت کی ڈیزائننگ کی خدمات حاصل کی گئیں۔اس کے بعد رسالہ دن بہ دن ترقی کرتا رہا۔اس کی دیدہ زیبی اور خوبصورت لے آؤٹ میں اضافہ ہوتا رہا۔اس ٹیم میں جناب حسین دھامیا (مرحوم)، جناب حاجی موسیٰ لوائی (مرحوم) اور جناب قاسم دادا (مرحوم) کی زیر ادارت شائع ہونے والے رسالہ ''ساربان'' کے سابق مدیر جناب

انجینئر حبیب غنی کی بھی کاوشیں اور عملی تعاون شامل رہا۔ یہ رسالہ آگے کی جانب بڑھتا رہا اس میں غلط رسم و رواج کا خاتمہ، میمن برادری کے شب و روز اور اصلاح معاشرہ کے موضوع پر مضامین کی اشاعت شروع ہوئی۔ بانٹوا میمن جماعت کے آفس سیکریٹری صاحبان جناب عبدالعزیز عثمان ایدھی (مرحوم) س اور جناب عبدالعزیز ولی جانگڑا (مرحوم) بھی کچھ عرصے تک ماہنامہ میمن سماج کی تحریر، ترتیب وتدوین میں شریک رہے ہیں۔

بانٹوا میمن برادری کی نئی نسل اردو جاننے کے سبب اور بانٹوا میمن جماعت کے مشن اور وژن کو بانٹوا میمن برادری کے گھرانوں میں پہنچانے کے لئے جنوری 1965ء میں جماعت کی میجنگ کمیٹی کے فیصلے، ہدایت اور خواہش پر حصہ اردو کو شامل اشاعت کیا گیا۔ اردو حصے کی تحریر و ترتیب اور تدوین کی ذمہ داری کے لئے سب ایڈیٹر (حصہ اردو کے نگراں) کی حیثیت سے اکتوبر 1965ء سے جناب محمد عباس کی خدمات حاصل کی گئیں۔ نومبر 1976ء سے حصہ اردو کے نگراں کی حیثیت سے ڈان گجراتی کے سب ایڈیٹر اور گجراتی زبان کے افسانہ نگار بانٹوا میمن برادری ایک اچھے اور منجھے ہوئے قلمکار جناب ہارون جمال (مرحوم) نے ذمہ داریاں سنبھالیں، آپ نے اپنی کاوشوں سے جولائی 1980ء کا شمارہ ایڈٹ کیا تھا اور 18 جولائی 1980ء کو حرکت قلب بند ہونے کے سبب رحلت فرما گئے۔ اس کے بعد اگست 1980ء سے مئی 1983ء تک کاٹن کے معروف بزنس مین اور گجراتی قلمکار جناب نسیم عثمان اوساوالا نے حصہ اردو کے نگران کی حیثیت سے خدمات انجام دیں بعدازاں اپنی کاروباری مصروفیات کے سبب معذرت کرلی۔ اس کے بعد جون 1983ء تا ستمبر 1983ء قومی اخبار کے چیف ایڈیٹر بانٹوا میمن برادری و ملک کے معروف اور سینئر صحافی اور قلمکار اور سیاسی تجزیہ کار جناب الیاس شاکر (مرحوم) نے اردو حصہ کے نگراں کی حیثیت سے اعزازی خدمات انجام دیں بعدازاں اپنی صحافتی مصروفیات کے باعث معذرت کرلی۔

بعدازاں جناب عبدالعزیز طیب جانگڑا (مرحوم) نے اکتوبر 1983ء سے حصہ اردو کے سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کھتری عصمت علی پٹیل کی اردو ادب اور میمن برادری کے لئے صحافتی خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہیں ماہانہ اعزازیے پر انہیں ''سب ایڈیٹر'' کی حیثیت سے ذمہ داریاں سپرد کیں جواب تک 39 سالوں سے بہ خیر وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جناب عبدالعزیز طیب جانگڑا نے فروری 1984ء میمن سماج حصہ گجراتی کے لئے گجراتی کے ممتاز شاعر اور کالم نگار اور ادیب جناب منشی دھوراجوی کو ماہنامہ اعزازیے پر یہ ذمہ داریاں سپرد کیں۔ جو نومبر 1985ء تک انجام دیں۔ علاوہ ازیں جولائی 1985ء تا فروری 1987ء تک میمن سماج حصہ اردو کے انچارج کی حیثیت سے جناب محمد اسلم مینائی نے اعزازی حیثیت سے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کا ترجمان ماہنامہ میمن سماج کراچی، بانٹوا میمن برادری کا ایک ان ہاؤس جرنل ہے جو گجراتی اور اردو دو زبانوں میں شائع کیا جاتا ہے۔ یہ ماہنامہ 67 سالوں سے پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔ جنوری تا دسمبر 2006ء کے پچاس ویں گولڈن جوبلی سال کے موقع پر جناب نسیم عثمان اوساوالا کی ادارت میں ایک ضخیم اور یادگاری خصوصی اشاعت کا اہتمام دسمبر 2006ء کو کیا گیا تھا۔ جس کی تحقیق وتحریر، ترتیب وتدوین اور ترجمے کی تمام ذمہ داریاں مکمل طور پر خاکسار (کھتری عصمت علی پٹیل) پر سپرد کی گئیں۔ یہ گولڈن جوبلی شمارہ حصہ اردو 200 صفحات اور حصہ گجراتی 24 صفحات پر مشتمل تھا۔ رسالے میں مدیر اعزازی جناب نسیم عثمان اوساوالا نے فدوی کے لئے اپنے اداریے میں تحریر کیا تھا: ''......میں کھتری عصمت علی پٹیل کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، ان کا تعلق گو کہ ہماری برادری سے نہیں ہے مگر وہ کم و بیش کئی سالوں سے ہمارے ساتھ ہیں اور تاریخ تہذیب وثقافت پر نہ صرف مضامین تخلیق کررہے ہیں بلکہ انھیں قلمبند کر کے شائع بھی کرا رہے ہیں۔ انھوں نے

ماہنامہ میمن سماج کو ذرائع ابلاغ سے جس طرح متعارف کرایا ہے اس پر برادری ان کی مشکور ہے۔ بانٹوا میمن برادری اور بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے لیے کھتری عصمت علی صاحب کی گراں قدر قلمی خدمات سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ملک، ملت اور اپنی برادری کی خدمت کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے (آمین)۔ اس موقع پر (دسمبر 2006ء) میں گولڈن جوبلی رسالے میں بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے صدر جناب محترم احمد جعفر کوڑیا نے خاکسار کو اپنے پیش لفظ میں یوں خراج تحسین پیش کیا ہے''......میں جناب کھتری عصمت علی پٹیل کے بارے میں بھی نہ کہنا ان کے ساتھ زیادتی ہوگی، آپ ایک کہنہ مشق سینئر صحافی اور اردو کے معروف ادیب وصحافی اور تجربہ کار قلمکار ہیں۔ وہ گجراتی برادری اور میمن برادری بالخصوص بانٹوا میمن برادری کے لیے طویل عرصے سے علمی اور قلمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے قلم کے ذریعے میمن برادری کی تاریخ وثقافت کو زندہ رکھا ہے۔ ہمارے لیے یہ اعزاز کی بات ہے کہ ایسا سینئر قلمکار ہمارے اس سفر میں ہمارے ساتھ ہے۔ یہ ان کا بڑاپن ہے کہ یہ کسی بھی لالچ اور خواہش کے بغیر میمن اداروں اور جماعتوں کے لیے قلمی خدمات انجام دیتے ہیں اور بدلے میں کچھ بھی نہیں چاہتے۔ آپ نے کئی گجراتی کتابوں کے اردو میں ترجمے بھی کیے ہیں اور کئی کتابیں بھی قلمبند بھی کی ہیں۔ ان کی دیرینہ رفاقت ہمارے لیے حوصلہ افزا ہے۔ ہم سب ان کے ممنون ومشکور ہیں۔''

اس جرنل کا خاص اور بنیادی مقصد بانٹوا میمن جماعت کی سماجی اور فلاحی کوششوں اور خدمات کو اجاگر کرنا اور انہیں عوام الناس کے سامنے لانا ہے۔ یہ جرنل بانٹوا میمن برادری کے اداروں اور تنظیموں کے کارناموں اور سرگرمیوں کو بھی تفصیل کے ساتھ شائع کرتا ہے۔ ماہنامہ میمن سماج میں برادری کے امور سے متعلق دیگر موضوعات پر برادری کے طالب علموں کے مضامین اور تقاریب کی رپورٹیں شائع کی جاتی ہیں۔ جرنل کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ برادری میں ہونے والے تمام کاموں، سرگرمیوں اور مختلف لوگوں کے نظریات سے عام لوگوں کو واقف کرائے۔ برادری میں غلط رسم ورواج کے خاتمے کی مہم چلائے۔ مختلف ادوار میں بانٹوا میمن برادری کے نامی گرامی صحافی اور مصنف اور قلمکار مضامین لکھتے رہے ہیں اور اب بھی لکھ رہے ہیں۔ ان گجراتی تحریروں کا اردو ترجمہ کر کے شائع کرتا ہے۔ بانٹوا میمن جماعت کے ترجمان ماہنامہ میمن سماج کے لئے ماضی میں اور حال میں اعزازی مدیر اور پبلشر کے عہدے کی تقرری، ادارے کے صدر صاحب اور جنرل سیکریٹری صاحب اپنے دیگر عہدیداران سے مشاورت کے بعد کرتے ہیں۔

مدیر اعزازی صاحبان

اسمائے گرامی	ماہ وسال
1-جناب حاجی محمد صدیق پولانی (مرحوم)	جنوری 1956ء تا دسمبر 1980ء
2-جناب حاجی عبدالغفار کٹیا	جنوری 1981ء تا اکتوبر 1983ء
3-جناب پیر محمد ابا عمر کالیا	نومبر 1983ء تا ستمبر 1988ء
4-جناب غلام حسین محمد کارا (مرحوم)	اکتوبر 1988ء تا دسمبر 1992ء
5-جناب محمد فاروق ابوبکر بدو	جنوری 1993ء تا اپریل 1998ء
6-جناب حاجی عبدالغفار کٹیا	مئی 1998ء تا جنوری 2004ء
7-جناب نسیم عثمان اوساوالا	فروری 2004ء تا دسمبر 2006ء

8-جناب حاجی یعقوب حاجی حبیب گنگ (مرحوم)	جنوری 2007ء تا اپریل 2009ء
9-جناب نسیم عثمان اوساوالا	مئی 2009ء تا مارچ 2012ء
10-جناب غلام محمد کسباتی	اپریل 2012ء تا جنوری 2014ء
11-جناب امان اللہ عبدالستار ناٹڈیا	فروری 2014ء تا اکتوبر 2017ء
12-جناب محمد سلیم اباطیب جانگڑا	نومبر 2017ء تا دسمبر 2018ء
13-جناب علی محمد (حاجی بابا) کھانانی	جنوری 2019ء تا دسمبر 2019ء
14-جناب انور حاجی قاسم محمد کاپڑیا	جنوری 2020ء تا جنوری 2022ء
15-جناب عبدالجبار علی محمد بدو	فروری 2022ء۔۔۔تا حال

انچارج صاحبان حصہ اردو

1-جناب محمد اسلم مینائی	جولائی 1985ء تا فروری 1987ء

کنوینر صاحبان

1-جناب عبدالعزیز عبدالرحمٰن بکیا (مرحوم)	مئی 1998ء تا نومبر 1998ء

پبلشر صاحبان

1-جناب حاجی محمد صدیق پولانی (مرحوم)	جنوری 1956ء تا دسمبر 1980ء
2-جناب عبدالعزیز طیب جانگڑا (مرحوم)	جون 1985ء تا جنوری 2004ء
3-جناب حاجی عبدالغنی رحمت اللہ کھانانی	فروری 2004ء تا مئی 2009ء
4-جناب محمد یوسف عبدالستار تولہ	جون 2009ء تا اکتوبر 2011ء
5-جناب عبدالروف اسمٰعیل مختی	نومبر 2011ء تا دسمبر 2012ء
6-جناب امان اللہ عبدالستار ناٹڈیا	جنوری 2013ء تا جنوری 2014ء
7-جناب عبدالجبار علی محمد بدو	فروری 2014ء تا دسمبر 2015ء
8-جناب عبدالجبار حاجی سلیمان کھانانی	جنوری 2016ء تا جنوری 2017ء
9-جناب عبدالروف اسمٰعیل مختی	فروری 2017ء تا اکتوبر 2017ء
10-جناب محمد صدیق محمد عبداللہ ڈنڈیا	نومبر 2017ء تا دسمبر 2018ء
11-جناب امتیاز عبدالغفار بدو	جنوری 2019ء تا دسمبر 2019ء
12-جناب عبدالجبار علی محمد بدو	جنوری 2020ء تا جنوری 2022ء
13-جناب محمد اقبال بلو صدیق آکھاوالا	فروری 2022ء۔۔۔تا حال

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی
71ویں سالانہ رپورٹ
برائے سال 2021 - 2020ء

شائع کردہ: جناب انور حاجی قاسم کاپڑیا
اعزازی جنرل سیکریٹری بانٹوا میمن جماعت

زبانیں: انگریزی اور اردو صفحات: 25

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے قیام کو 71 سال مکمل ہو گئے اور اس نے اپنی زندگی کے 72 ویں سال میں قدم رکھ دیا۔ یہ جماعت بانٹوا میمن برادری کے بزرگوں نے اپنے ذہنوں میں کچھ اغراض و مقاصد اور کچھ اہداف رکھتے ہوئے قائم کی تھی۔ جس کا بنیادی مقصد اپنی بانٹوا میمن برادری کے لوگوں کی زندگی کے مختلف شعبوں میں سپورٹ کرنا تھا۔ اس میں سب سے اہم اور بنیادی کام برادری کے غریب اور نادار افراد اور خاندانوں کی مالی سپورٹ کرنا تھا۔

اس کے علاوہ جن گھروں میں جوان بچیاں شادی کے لئے بیٹھی ہیں مگر ان کے والدین اپنی غربت کی وجہ سے ان کی شادیاں نہیں کر پا رہے ہے۔ ان کو بھی مدد فراہم کرنا جماعت کا بنیادی اور اہم مقصد رہا ہے۔ اس کے علاوہ غریب گھرانوں کے بچوں کو حصول تعلیم میں مدد فراہم کرنا ہے تاکہ وہ بھی دوسری برداریوں کے بچوں کی طرح اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں۔ بانٹوا میمن جماعت کا ایک اور اہم کام یہ ہے کہ یہ گھریلو تنازعات حل کراتی ہے اور شادی شدہ جوڑوں کے درمیان اختلافات ختم کر کے ان کے گھروں کو ٹوٹنے سے بچاتی ہے۔

اس کے لیے بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی قربانی کی کھالیں جمع کرتی ہے جس کے ذریعے فنڈز حاصل ہوتے ہیں جن سے جماعت اپنے طے شدہ اہداف حاصل کرتی ہے اس میں ایک اہم ہدف بے گھر لوگوں کو گھر فراہم کرنا بھی ہے۔ مذکورہ احوال و حساب کو پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی اپنے سبھی اغراض و مقاصد کو بہت عمدگی کے ساتھ پورا کر رہی ہے۔

آج کی بڑھتی ہوئی مہنگائی نے برادری کے غریب خاندانوں کی کمر توڑ کے رکھ دی ہے بانٹوا میمن جماعت مالی امداد کے درخواست گزاروں کی درخواستوں کا جائزہ لے کر زیادہ سے زیادہ حقداروں کو ماہانہ مالی امداد فراہم کرتی ہے۔ حقداروں کو نقد رقم کے ساتھ ساتھ ماہانہ راشن

کارڈز بھی دیئے جاتے ہیں۔علاوہ ازیں ماہ رمضان المبارک کے لئے نقد رقم راشن و دیگر ضروری اشیاء بھی دی جاتی ہیں۔سال رواں میں ماہانہ مالی مدد کے طور پر خطیر رقم دی گئی۔

جماعت کی جانب سے ہر ماہ ماہنامہ میمن سماج شائع کیا جاتا ہے۔جس میں بانٹوا میمن برادری کے خاندانوں میں ہونے والی شادی بیاہ اور انتقال وغیرہ کی خبروں کے علاوہ دیگر مضامین بھی شائع کئے جاتے ہیں۔میمن تاریخ اور ثقافت کے موضوع پر اہم معلومات افزا مضامین کے تراجم بھی شائع کئے جاتے ہیں۔ماہنامہ میمن سماج کے ذریعے برادری کو کافی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔برادری سے اپیل ہے کہ وہ ماہنامہ میمن سماج کے زیادہ سے زیادہ خریدار بنیں اور کاروباری حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنی فرم وغیرہ کے اشتہارات میمن سماج میں طبع کروائیں۔

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے صدر جناب نجیب عبدالعزیز بالاگام والا نے اپنے خطاب میں کہا کہ اپنی جماعت نے اپنی کارکردگی کے 71 سال مکمل کر کے اب 72 ویں سال میں قدم رکھ چکی ہے۔میں تمام مخیر حضرات کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں جنھوں نے برادری کے ضرورت مندوں کی مدد اور دادرسی کے لئے جماعت کو زکوٰۃ اور ڈونیشن کے طور پر خطیر رقم دی اور گزارش کرتا ہوں کہ آئندہ بھی زیادہ سے زیادہ زکوٰۃ اور ڈونیشن جماعت کو دیں گے۔

آخر میں میری صدارت کے دوران مجھ سے کوئی خطا ہوگئی ہو یا دانستہ یا غیر دانستہ طور پر کسی کی دل آزاری ہوئی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔مجھ سے تعاون کرنے والے سپریم باڈی کے میرے ساتھی اراکین مجلس عاملہ، جماعت کے عہدیداران دفتری عملہ اور برادری کا شکرگزار ہوں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو مل جل کر برادری کی بے لوث خدمت کرنے کی توفیق دے اور جماعت کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے (آمین)۔

جماعت کے اعزازی جنرل سیکریٹری جناب انور حاجی قاسم کاپڑیا نے اپنے خطاب میں سال رواں میں ہونے والی سرگرمیوں کا احوال پیش کیا۔آپ نے اپنی تحریر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ہمارے پیارے نبی پاک ﷺ کے صدقے بانٹوا میمن جماعت اپنے نیک مقاصد میں کامیاب و کامران ہوئی ہے۔درج ذیل مختلف شعبہ جات جن کے تحت برادری کے ضرورت مندوں کو مدد فراہم کی گئی، 120 خاندانوں کی غریب بچیوں کی شادی کے لئے امداد کی گئی، 550 سے زائد خاندانوں کو کفالت کے لئے ماہانہ مدد اور راشن کی فراہمی کی گئی، 62 خاندانوں کو گھر کی آبادکاری کرنے کے لئے مدد دی گئی ہے۔1400 سے زائد طالب علموں کو تعلیمی اسکالرشپ دی گئی، 74 افراد کو کاروبار کے لئے مائیکروفنانس کے ذریعے قرض دیا گیا۔برادری کے طالب علموں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے قرض دیا گیا ہے۔آخر میں، میں تمام مخیر حضرات کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں۔جنھوں نے خطیر رقومات جماعت کے زکوٰۃ، ڈونیشن فنڈ میں جمع کروائیں اور ساتھ ساتھ میں جماعت کے تمام ممبران، صدور، جوائنٹ سیکریٹری اراکین، مجلس عاملہ کے اراکین اور بزرگوں کا مشکور ہوں جنھوں نے میرے ساتھ ہمیشہ بھرپور تعاون کیا ہے۔مجموعی اعتبار سے مطبوعہ سالانہ احوال و حساب بانٹوا میمن برادری کی عمدہ کارکردگی پیش کرتا ہے۔(تبصرہ نگار: کھتری عصمت علی پٹیل)

اپنا تشخص، کلچر اور ثقافت میمن زبان بول کر زندہ رکھ سکتے ہیں

میمن برادری کی نسل تو میں صلاحیتوں کی کمی نہیں، انہیں رہنمائی درکار ہے

کون تراشے گا ان کے ہنر

تحریر: جناب محمد یاسر عبدالستار موسانی، ایم بی اے فنانس

نوجوان کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ اللہ پاک نے یہ سرمایہ پاکستان کو وافر مقدار میں دیا ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق نوجوانوں کی تعداد 65 فیصد ہے جس کو مد نظر رکھتے ہوئے گزشتہ کئی سالوں سے ہمارے سیاسی اور سماجی رہنماؤں نے انہیں مواقع فراہم کرنے کے بلند و بانگ دعوے کیے، مگر تا حال ایسے خاطر خواہ اقدامات نہیں کیے گئے جن سے برسوں سے بے روزگار اور تعلیم و دیگر وسائل سے محروم نوجوانوں کے مسائل حل ہو سکیں، آج ان کے لئے اس طرح کے حالات پیدا کر دیئے گئے ہیں کہ وہ بے روزگاری اور تعلیمی اخراجات کے جھنجھٹ سے ہی باہر نہیں نکل پا رہے۔

تحریک پاکستان کے دوران طلباء سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا تھا "میں آپ لوگوں کی طرح جوان نہیں ہوں، لیکن آپ کے جوش و جذبے نے مجھے بھی جوان کر رکھا ہے، آپ کے ساتھ نے مجھے مضبوط بنا دیا ہے" ۔اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نوجوان نسل کسی بھی ملک و قوم کی تعمیر و ترقی کے لئے کس قدر اہم ہے، کیوں کہ مستقبل میں ملک کی باگ ڈور انہوں نے ہی سنبھالنی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہمہ وقت نوجوانوں میں قیادت کی خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ نوجوان زرخیز دماغ کے مالک ہوتے ہیں اور ان کی سوچ معاشرے کے مطابق پروان چڑھتی ہے۔ اور ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ معاشرے میں ہونے والے تمام معاملات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس لئے اگر نوجوانوں کی ضروریات اور ان کے بنیادی حقوق کا خیال نہ رکھا جائے تو ملک میں ترقی کی راہیں ہموار نہیں ہو پاتیں۔ اقوام اور معاشروں کی تعمیر و ترقی سے تو تاریخ انسانی بھری پڑی ہے، اگر انیسویں صدی

کے آخر اور پھر بیسویں صدی میں جاتے ہوئے برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے، انگریزوں کے خلاف جنگ کا ذکر ہو یا ہندوؤں کی غلامی سے مسلمانوں کی نجات کی تحریک کا، مسلمانانِ ہند کے لئے الگ آزاد اور خود مختار مملکت کے قیام کی تحریک کا تذکرہ ہو کہ جس میں نوجوانوں کے جاندار اور شاندار کردار کی بدولت 14 اگست 1947ء کو پاکستان ایک آزاد اور خود مختار مملکت کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر اُبھرا، آج اگر اس ملک کے شہری خود کو آزاد تصور کر رہے ہیں، اور انہیں دیگر معاملات کے ساتھ مذہبی عقائد کی ترویج اور رسومات کی ادائیگی کی آزادی ہے تو یہ ان نوجوانوں کی لازوال قربانیوں کی مرہونِ منت ہے جنہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا تھا یا پھر قیام پاکستان سے لے کر اب تک نوجوانوں کے کردار کو یاد کیا جائے، جن کی جھلک زندگی کے ہر شعبے میں ہے۔ ملک کی معیشت کے استحکام کی بات ہو یا زرعی انقلاب کی، وطن کے دفاع کا مرحلہ ہو یا زلزلہ، طوفان اور سیلاب جیسی قدرتی آفات سے نمٹنے ریلیف اور آبادکاری کا مرحلہ ہو، امن کے قیام کی بات ہو یا تعلیم صحت اور کھیل کود کے میدانوں میں ملک وقوم کا نام اقوام عالم میں روشن کرنے کی، ترقیاتی عمل کا تذکرہ ہو یا سیاسی جدوجہد اور جمہوریت کے فروغ کے لئے خدمات کا یا پھر ایٹمی قوت اور ملک کو ناقابلِ تسخیر بنانے جیسے کارناموں کا غرض یہ کہ ہر جگہ ان کی ناقابل فراموش خدمات رہی ہیں۔

بلند و بانگ دعوے کرتے اور نوجوانوں کی بہتر مستقبل کی نوید سناتے حکمرانوں نے کبھی یہ جاننے اور سمجھنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ اس ملک کے نوجوان کس حالت میں ہیں اور ان کا مستقبل کیا ہے، کیا وہ اپنی منزل کی طرف گامزن ہیں یا راستہ بھٹک گئے ہیں۔ غالباً انہیں یہ علم ہی نہیں کہ نوجوانوں کے بنیادی مسائل میں بے روزگاری اور تعلیمی سہولیات کی عدم فراہمی سرفہرست ہیں۔ جس کی وجہ سے نوجوان نسل میں مایوسی پھیل رہی ہے۔ وہ حکومتی پالیسیوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔ حکومتی سطح پر ایسی کوئی پالیسی تشکیل نہیں دی گئی، جس کے تحت جامعات سے فارغ التحصیل طالب علموں کی نوکری کے حصول میں آسانی ہو۔ جاب (ملازمت) نہ ملنے کی وجوہات میں سفارش، رشوت اور میرٹ کو نظرانداز کرنا ہیں، جس کی وجہ سے نوجوان بیرون ملک رخ کر رہے ہیں۔ وسائل کی کمی اور طبقاتی تفریق کی وجہ سے پسماندہ علاقوں سے تعلق رکھنے والے غریب نوجوان اعلیٰ تعلیم کے حصول سے محروم ہو کر رہ گئے ہیں۔ یونیورسٹیز کی فیسوں و دیگر اخراجات نے اعلیٰ تعلیم مراعات یافتہ طبقے تک محدود کر دی ہے۔ تعلیم کی فراہمی، انصاف اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگی پیدا کر کے آبادی اور ترقی میں نوجوان نسل کے کردار کو مزید بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ غربت کے خاتمے اور تعلیم کی افادیت کے حوالے سے انہیں خصوصی ٹاسک دے کر ملک کو ترقی اور خوشحالی کی شاہراہ پر گامزن کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان کو دنیا میں ایک باوقار اور خوشحال ملک بنایا جا سکتا ہے۔

پاکستان نے ترقی کے فروغ اور آبادی کی بہبود کے حوالے سے عالمی سطح پر نوجوانوں کی ہی وجہ سے اپنا لوہا منوایا ہے۔ اگر ترقی کی بات کی جائے تو پاکستانی نوجوان کسی بھی شعبے میں، کسی بھی ترقی یافتہ قوموں سے پیچھے نہیں، لیکن اگر وہ کسی چیز میں پیچھے ہیں تو وہ ہے کہ دوسری قوموں کی طرح ملنے والے مواقع اور حکومتوں کی طرف سے دیئے جانے والے تعاون جن کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ اپنی صلاحیتوں کو دنیا کے سامنے لاسکیں۔ علم و تحقیق اور فکر و آگہی کے میدانوں کے شہسواروں کی ضرورت ہے جو اس ملک کی مستقبل کی قیادت سنبھال کر دنیا بھر میں اس کا نام روشن کر سکیں۔ پاکستانی خواندہ اور ناخواندہ نوجوانوں میں ٹیلنٹ کی کمی نہیں، صرف ان کے ہنر کو تراشنے کے لئے مناسب رہنمائی درکار ہے۔ ماضی میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ بہت سے ایسے نوجوان ہیں، جنہوں نے پوری دنیا میں پاکستان کا نام افق پر لکھا اور بہت سے ایسے نوجوان بھی ہیں جن کو صرف حکومتی سرپرستی درکار ہے، وہ ملک کے لئے بہت کچھ کرنے کے جذبے سے سرشار ہیں۔

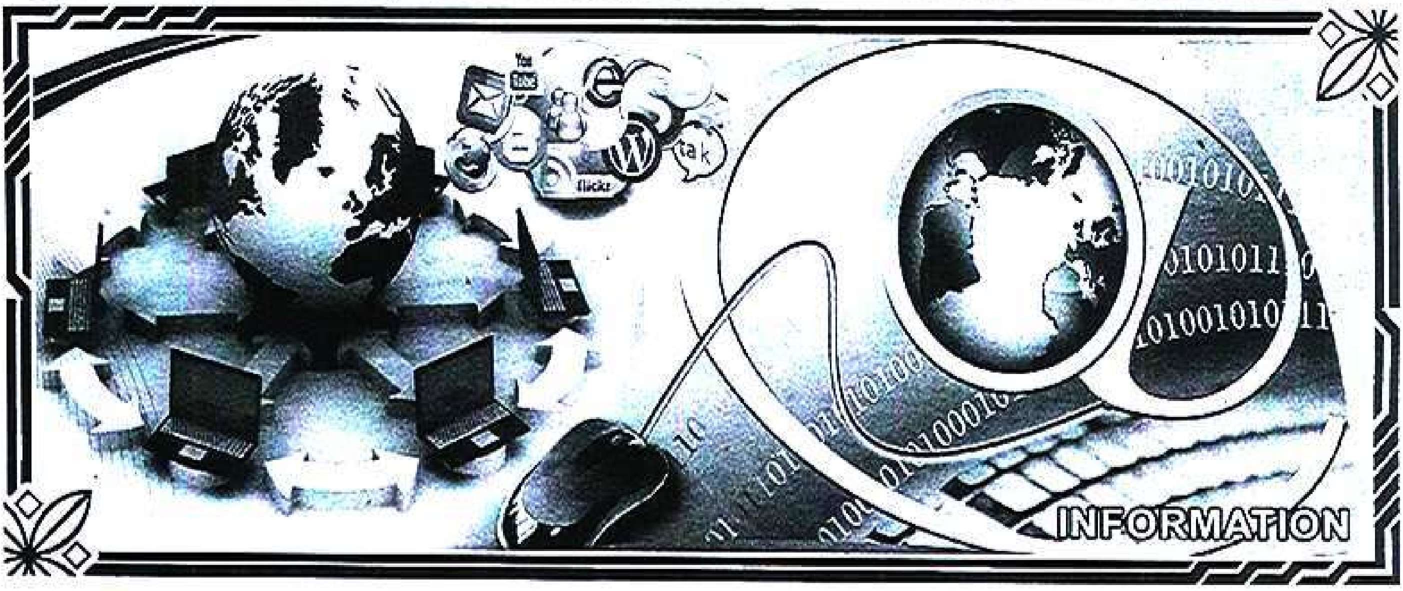

انہیں بغیر کسی دباؤ کے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہیے

تابناک مستقبل ہر نوجوان طالب علم کا خواب

تحریر: محمد یحییٰ احمد پاریکھ، بحریہ کالج کراچی

Mr. Yahay Ahmed Parekh

ہر طالب علم کا خواب ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے کامیابیاں حاصل کرے، دنیا میں وہی لوگ زیادہ کامیاب ہوتے ہیں جنہوں نے علمی میدان میں کسی ایک شعبے میں خاص مہارت حاصل کی اور پوری مہارت کے بعد اس شعبے میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ ایک کامیاب زندگی گزارنے کے لیے تعلیم حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ زندگی کے حسن کو نکھارنے کے لیے تعلیم کی بہت اہمیت ہے کیوں کہ یہ انسان کی صحیح معنیٰ میں عکاسی کرتی ہے۔ انسان کے کردار کو مضبوط اور مستقبل کو سنوارتی ہے۔ تعلیم کا شعبہ، زندگی کے تمام شعبہ جات پر حاوی نظر آتا ہے۔ اگر نوجوان طالب علموں جائزہ لیں جو ابتدائی تعلیم کے بعد اپنی تعلیم کو مزید جاری رکھنا چاہتے ہیں تو وہ تذبذب کا شکار نظر آتے ہیں کیوں کہ ہمارے ملک میں یہ رواج بن گیا ہے کہ طالب علم انٹرمیڈیٹ کے بعد فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ کس شعبے میں جائیں اور اس کا انحصار ان کے امتحانی نتائج پر ہوتا ہے جب کہ انہیں اساتذہ، والدین اور اپنی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے مضامین کا انتخاب کرنا چاہیے جو آگے چل کر ان کے لیے بہتر ثابت ہوں۔ نوجوان طالب علم امتحانی نتائج اور نئے داخلوں کی تاریخ کے دوران جلد بازی میں غلط فیصلے کر جاتے ہیں جس کا انہیں وقت گزرنے کے بعد احساس ہوتا ہے۔ ایک وقت تھا جب

نوجوان، بی ایس سی، بی کام، بی اے اور ایل ایل کی ڈگری حاصل کرنے اپنی تعلیم کو مکمل تصور کرتے تھے اور روزگار کی تلاش میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر، بینکار، انجینئر، وکیل یا جج بن کر اس قوم کی خدمت کرتے تھے۔

جب سے دنیا کے تعلیمی نظام میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، تعلیم کے میدان میں ایک نئی جدت آتی گئی ہے۔ ہر شعبے میں نت نئی راہیں کھل رہی ہیں اس تبدیلی کے بعد دنیا کی ترقی یافتہ ممالک کے طالب علموں کی طرح ہمارے ملک کے نوجوان طالب علم بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ پاکستان کا نام دنیا میں روشن کرسکیں۔ ہمارے اساتذہ کو اپنے نوجوان طالب علموں کی اس طرح تربیت کرنی چاہیے کہ وہ بغیر کسی ذہنی دباؤ کے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرسکیں۔ جب بھی کوئی طالب علم کسی بھی مضمون کا انتخاب کرے تو ذہنی طور پر یکسوئی کے ساتھ اس مضمون کو پڑھنے کے لیے خود کو وقف کردے، انہماک اور محنت کے ساتھ اپنی پوری توجہ اپنے منتخب کیے گئے مضمون کو دے گا تو اس کے لیے ترقی کی راہیں کھلتی جائیں گی۔ جب تعلیم مکمل ہو جائے گی تو یقیناً مستقبل بھی روشن ہوگا۔ طالب علم اپنے لیے مختلف مضامین کا مطالعہ کرتا ہے کہ وہ کس مضمون کا انتخاب کرے تو وہ وقتی طور پر پریشان ہو جاتا ہے کیوں کہ سب سے بڑا مسئلہ معاشی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے سب کے حالات زندگی یکساں نہیں ہوتے۔

اگر آپ کا تعلیمی ریکارڈ بہتر ہے تو آپ کو اسکالرشپ اور دیگر مراعات مل جاتی ہیں لیکن سب طالب علموں کو نہیں۔ اس وجہ سے نوجوان نسل اپنے تعلیمی سلسلے کو جاری رکھنے یا کسی خاص مضمون میں اسپیشلائز کرنے کے لیے وقتی طور پر کوئی مناسب جاب تلاش کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرسکیں اس لیے وہ زیادہ تر ٹیوشن سینٹر، کوچنگ سینٹر، انسٹی ٹیوٹ یا کسی ایسے ادارے میں چلے جاتے ہیں، جوان کے لیے سود مند ثابت ہو، کیوں کہ موجودہ دور میں تعلیمی اخراجات برداشت کرنا اکیلے والدین کے بس کی بات نہیں ہے۔ لہٰذا دیکھنے میں آیا ہے کہ آج کا نوجوان طالب علم اپنی انتھک محنت، جدوجہد اور کچھ کر جانے کے جذبے کے ساتھ اپنی تعلیم کو مکمل کرنا چاہتا ہے تاکہ اس ترقی یافتہ دور میں وہ بھی دیگر اقوام کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکیں۔ میری والدین سے گزارش ہے کہ جب طالب علم تعلیم کے پہلے مرحلے میں داخل ہو تو اسے تمام مضامین سے متعلق مکمل آگہی دیں تاکہ وہ بغیر کسی دباؤ کے اپنی قابلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے مضامین کا انتخاب کرے جو زندگی میں اس کے کام آئے اور ترقی کے ہر قدم پر وہ رب کا شکر ادا کرے۔

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

اپیل برائے زکوٰۃ

زکوٰۃ ہر صاحب نصاب پر فرض ہے۔ قرآن پاک میں 82 مقامات پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم آیا ہے۔ برادری کے مستحق غرباء، بیوائیں، یتیم بچے / بچیاں آپ کی زکوٰۃ کے منتظر ہیں۔ رمضان المبارک اور عیدالفطر کی خوشیوں میں ان کو بھی اپنے ساتھ شامل کیجیے۔ اپنی زکوٰۃ کا کچھ حصہ بانٹوا میمن جماعت کو دیجیے۔ انشاءاللہ تعالیٰ آپ کی زکوٰۃ مستحقین تک خود پہنچائی جائے گی۔ جزاک اللہ

محمد انور محمد قاسم کاپڑیا

اعزازی جنرل سیکریٹری

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

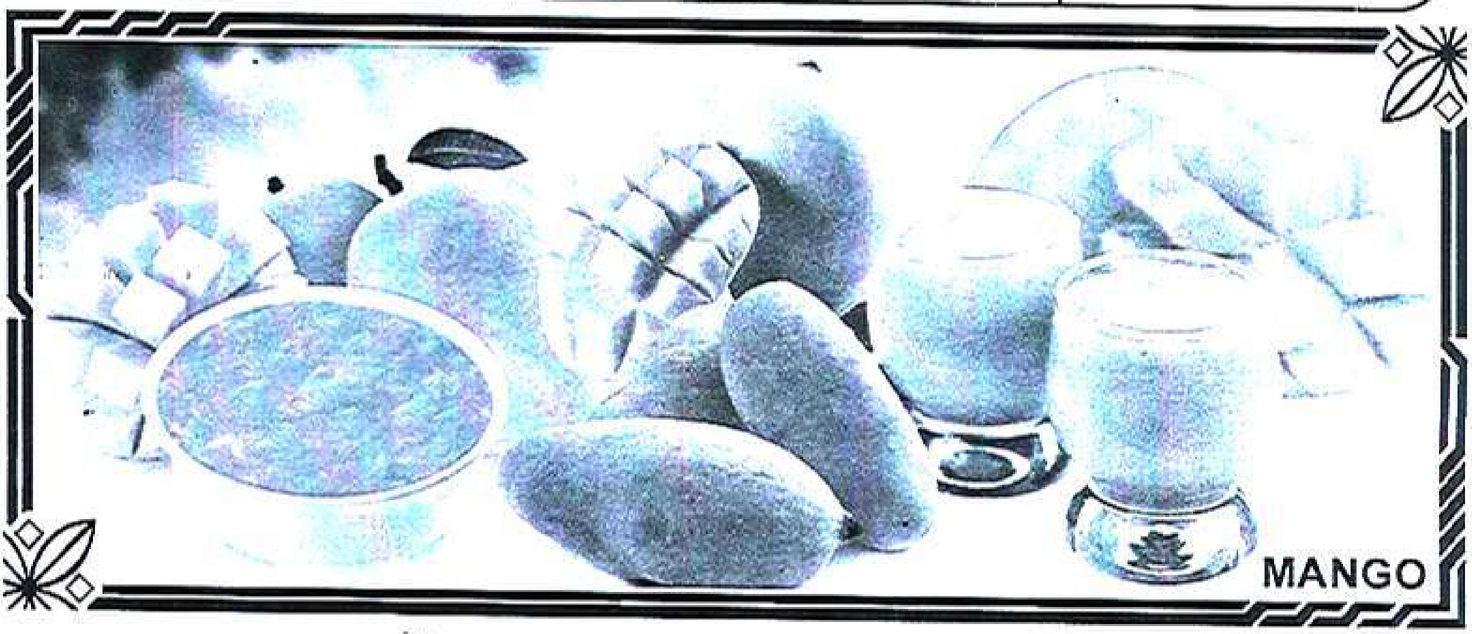

آم پھلوں کا بادشاہ اور صحت افزا پھل

ذائقے میں یکتا اور توانائی کا سرچشمہ ''آم'' موسم گرما کی خاص سوغات

آم پھلوں کا بادشاہ ہے۔ اس کا شمار برصغیر پاک و ہند کے انتہائی مفید، رسیلے اور ذائقے دار پھلوں میں کیا جاتا ہے۔ یہ ایک مقبول ترین پھل ہے جسے بچہ بچہ جانتا اور پسند کرتا ہے۔ آم کو برصغیر پاک و ہند کا جلیل القدر پھل اور جنت کا میوہ جیسے نام تک دیے گئے ہیں۔ آم اپنے منفرد ذائقے، تاثیر، رنگ، خوشبو اور صحت بخشی کے لحاظ سے ایک اعلیٰ ترین پھل ہے۔ آم کا درخت خوب پھل لاتا ہے۔ اس کی سیکڑوں قسمیں ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان آم کے گھر کہلاتے ہیں۔ ہندوستان کے قدیم باشندے بھی اسے بہت ذوق وشوق سے کھاتے تھے۔

پکا ہوا شیریں اور رس دار آم ہر عمر کے فرد کے لیے یکساں مفید ہے۔ جو بچے لاغر و کمزور ہوں، ان کے لیے آم ایک عمدہ قدرتی ٹانک ہے۔ یہ حاملہ خواتین کے لیے بھی بے حد فائدہ مند ہے۔ جو خواتین حمل کے دنوں میں آم کھاتی ہیں، ان کے ہاں پیدا ہونے والے بچے خوبصورت ہوتے ہیں۔ دودھ پلانے والی ماؤں کو روزانہ آم کھانے چاہئیں، اس طرح دودھ کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔

پھلوں کا بادشاہ، غذائیت کا شہنشاہ، ذائقے میں یکتا اور توانائی کا سرچشمہ ''آم'' موسم گرما کی خاص سوغات ہے، گرمیاں شروع ہوتی ہیں کہ آموں کا انتظار شروع ہو جاتا ہے اور یہ انتظار ناجائز بھی نہیں کیونکہ آم ذائقے، غذائیت اور توانائی سے بھرپور ایسا پھل ہے جسے 8 مہینے کے بچے سے لے کر 80 سال کے بزرگ تک شوق سے کھاتے ہیں۔ اس کو کھانے کیلئے کسی بھی قسم کی جدوجہد کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ اگر دانت چبانے کے قابل نہ ہو تو بھی آم کا رس اپنی جگہ آپ ہے۔ ایک مشہور محاورہ ہے ''گدھا آم نہیں کھاتا'' اس لئے اسے ایک ناقص العقل چوپایہ قرار دیا جاتا ہے، آم وہ واحد پھل ہے جو دنیا کے ہر حصے، ہر خطے، ہر قوم، ہر نسل کے لوگوں میں یکساں مقبول ہے۔ فرق صرف علاقے کی آب ہوا، کھانے والوں کے طور طریقے اور آم کے ذائقے کا ہوتا ہے۔ آم گرم اور معتدل آب ہوا کی پیداوار ہے لیکن اپنی خصوصیات اور ذائقے کی بناء پر اب دنیا کے تقریباً ہر حصے میں پایا جاتا ہے۔ تاریخ کہتی ہے کہ آم کی افزائش آج سے طویل عرصے پہلے ہندوستان میں شروع ہوئی تھی۔ شاید اسی لئے آم جنوبی ایشیا کا

پسندیدہ ترین پھل ہے۔

آم کی بے شمار اقسام ہیں البتہ ہم لوگ چونکہ آم کھانے سے مطلب رکھتے ہیں، پیڑ گننے سے نہیں اس لئے چند ہی اقسام کو جانتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق آم کی بے شمار قسمیں ہیں، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، سری لنکا اور ملحقہ ممالک میں آم کی جو اقسام زیادہ مشہور ہیں وہ یہ ہیں۔ لنگڑا، طوطا پری، انور رٹول، سندھڑی، رسولی، مالدہ، قلمی، تخمی، بینگن پھلی، جان بنگال۔ جہاں دنیا ہر میدان میں ترقی کر رہی ہے وہیں آموں کی جدید اقسام بھی پیدا کی جارہی ہیں جو ہر موسم میں دستیاب ہوسکیں۔ البتہ ہماری رائے میں آم کو بس اپنے قدرتی موسم میں ہی آنا چاہیے تاکہ آم، آم ہی رہے عام نہ ہوجائے۔

آم کا بوٹینیکل نیم Mango Farandica ہے، انگریزی میں Mango اردو میں آم، سندھی میں ''انب'' آموں کی آمد دسمبر سے شروع ہوتی ہے، جب آم کے درختوں پر ہلکے سرخ رنگ کے چمکدار پتے اپنی بہار دکھاتے ہیں یا پھر درختوں کی ڈالیاں آم کے پھول یعنی ''بور'' سے بھر جاتی ہیں۔ تیز ہواؤں اور پرندوں کی آوت جاوت سے بیشمار بور جھڑ بھی جاتے ہیں لیکن پھر بھی بقیہ بور کی خوشبو سے فضا معطر رہتی ہے۔ اسی دوران شہد کی مکھیوں کی آمد آم کے پیڑوں کے اطراف میں زیادہ ہوجاتی ہے۔ بور بڑھتا ہے اور چھوٹے سے بیج کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ بیج بڑھ کر کیری بن جاتی ہے اور یہی بعد میں لال، پیلے سبز، سنہرے آموں کا روپ دھار لیتی ہے۔ آم ایسا بے مثال پھل ہے جسکی جڑ سے لے کر پھل تک ہر چیز کارآمد ہے۔ آم کا درخت بہت گھنا اور سایہ دار ہوتا ہے، گرمیوں میں دھوپ کی شدت سے بچاؤ کا اچھا ذریعہ ہے اور بور کی خوشبو سے طرح طرح کی شہد کی مکھیوں کا جتھا جمع ہوتا ہے اور شہد کی بے شمار اقسام بنتی ہیں۔ کیری سے اچار، چٹنیاں، شربت، جام جیلی، مربے اور کئی طرح کے پکوان بنتے ہیں اور پکے ہوئے آم کے تو کیا ہی کہنے۔

آم نے مہمان نوازی کے ساتھ ساتھ میل ملاپ کے رواج کو بھی نیا انداز اور پہچان دی۔ برصغیر پاک و ہند میں تو خصوصاً لوگ تحفے تحائف کے طور پر ایک دوسرے کو آم بھجواتے ہیں، آم کا اچار ڈالنا بڑے کنبوں میں ایک تہوار کی سی حیثیت رکھتا ہے جب گھر کی بڑی بوڑھیاں، بیٹیاں، بہوئیں، بچیاں حتیٰ کے منچلے مرد بھی جمع ہوجاتے ہیں۔ کچی کیریوں کو چھانٹنا، کاٹنا، سکھانا، نمک لگانا، اچار کے مصالحے بنانا، تیل ڈالنا، مرتبان بھرنا اور پھر اچار کی حفاظت کرنا، جی ہاں اچار کی دیکھ بھال ایک بہت اہم فریضہ ہوتا ہے جو آپ کی نانی، دادی بخوشی سرانجام دیتی ہیں کیونکہ اچار کا مزاج ذرا نازک ہوتا ہے پانی گرمی اور ہاتھوں کی حدت وغیرہ سے فوراً خراب ہوسکتا ہے۔ ہر گھر کے اچار کا ذائقہ الگ الگ ہوتا ہے اسی لئے ایک دوسرے کے ہاں اپنے گھر کے بنے اچار، چٹنیاں، مربے وغیرہ بھیجنے کی روایت بھی ہے۔

کچا آم یعنی کیری نہ صرف اچار ڈالنے کے کام آتی ہے بلکہ یہ گرمی کا پھل ہونے کے باوجود گرمی کا توڑ بھی کرتی ہے کہ کیری سے پنہ یا پن ہا بنایا جاتا ہے جو مشروب کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اور غذا کے طور پر بھی۔ گرم لو سے بچنے کے لئے گرمیوں میں کیری کے شربت کا استعمال بہت فائدہ مند ہے۔ کیریوں کو خشک کرکے، سکھا کر پیس کر اچمور یا پاؤڈر بھی بنایا جاتا ہے۔ کئی گھرانوں میں کیری کی قاشیں کاٹ کر دھوپ میں سکھائی جاتی ہیں اور پھر مختلف کھانے جیسے دال، سبزی وغیرہ میں استعمال ہوتی ہیں۔ آم کوئی پھل نہیں جسے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کھالیا جائے بلکہ آم کھانا ایک قسم کا آرٹ تصور کیا جاتا ہے۔ مغربی طریقہ تو یہ ہے کہ آم کا چھلکا اتار کر قاشیں یا قتلے کاٹ کر کانٹے سے کھائی جائیں لیکن آم کا اصل مزہ ہاتھوں سے دبا کر چوسنے میں ہے بلکہ ہمارے بڑے بوڑھے تو انگریزوں کے رائج کردہ چھری سے کاٹنے کے طریقے کے سخت مخالف ہیں بلکہ چڑ کر یہاں

تک کہہ جاتے ہیں۔

بندر کیا جانے ادرک کا سواد   انگریز کیا جانے آم کا انداز

گرمیوں میں چونکہ زیادہ کھانا کھانے کو دل نہیں کرتا اس لئے آم امیر ہو یا غریب ہر دسترخوان کو خاص بنا دیتا ہے آم کو روٹی سے کھائیں یا چاول سے، قاشیں کھائیں یا قتلے، اچار کھائیں یا چٹنی، آم کا جوس پیجئے یا ملک شیک، آم کی قلفی کھائیں یا آئس کریم آم، ہر طرح سے آپ کو ذائقہ دیتا ہے اور اب تو مٹھائیوں میں بھی آم جیسے ذائقے دستیاب ہیں۔ آم کی برفی آم کا قلاقند، آم کا کیک آم کی قلفی، آم کے پاپڑ وغیرہ وغیرہ۔ یہ خوش ذائقہ پھل نہ صرف نیا خون بنانے والا قدرتی ٹانک ہے بلکہ گوشت بھی بناتا ہے۔ اس میں نشاستی اجزاء کے علاوہ کیلشیئم، پوٹاشیئم، گلوکوس اور فولاد بھی پائے جاتے ہیں، اسی لیے یہ دل، دماغ، جگر، سینے اور پھیپڑوں کے لیے بہت مفید ہے۔ آم خالی پیٹ ہرگز نہیں کھانا چاہیے اور آم کھانے کے بعد دودھ ملا پانی ضرور پینا چاہیے، اس طرح آم کے فوائد بڑھ جاتے ہیں۔

ضروری ہدایات

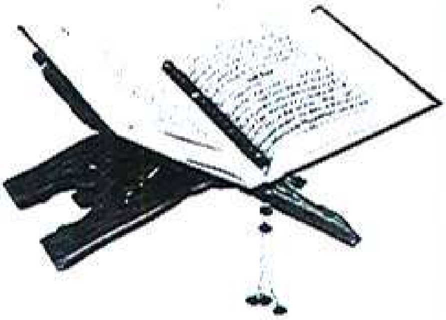

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی ﷺ آپ کی دینی معلومات میں اضافے کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

انسپکٹر صاحب!! کیا حال ہیں مہنگائی کب کم کریں گے۔

بیگم میں نے اس ماہ کا بجٹ پورا کر دیا ہے
تمام خریداری ہوگئی لیکن رقم کم پڑ گئی۔

بولنے سے پہلے سوچیں کہ آپ کیا بولنے جا رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں یہ آپ کی شرمندگی کا باعث ہو اور آپ کو افسوس کرنا پڑے۔

کچی منگنی

APRIL 2022

S.NO	NAMES	DATE
1	☆......Muhammad Muzammil Muhammad Mobin Abdul Razzak Dojki with Sana Kanwal Muhammad Asad Afsar Khan	02-04-2022
2	☆......Ahmed Abdul Rehman Abdul Sattar Ajakia with Ramsha Amjad Shehzad Abdul Majeed Malik	06-04-2022
3	☆......Owais Mumtaz Alam Khan Mushtaq Alam Khan Yousuf Zai with Saba Muhammad Idrees Muhammad Qasim Silat	11-04-2022
4	☆......Wajahat Hussain Wahid Hussain Shujahat Hussain Yousuf Zai with Wareesha Muhammad Anwer Muhammad Hussain Akhai	21-04-2022
5	☆......Muhammad Ibrahim Muhammad Kashif Muhammad Siddiq Surmawala with Nabira Mushtaq Abdul Ghafoor Cutchi	26-04-2022

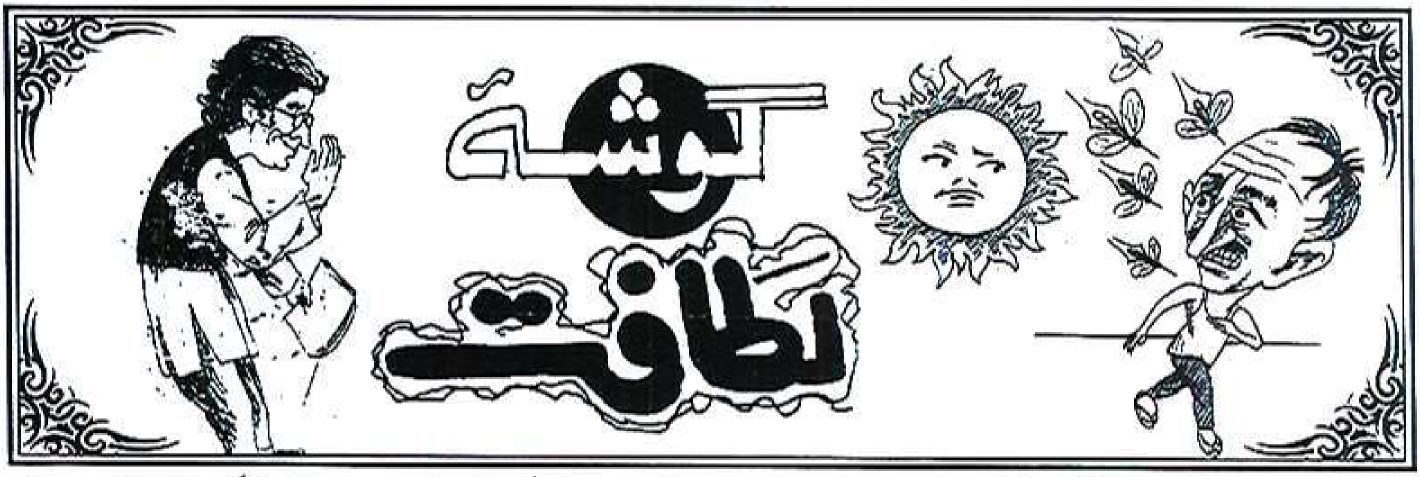

جائیداد

☆ایک اجنبی (ڈاکٹر سے) میں یہ کہنے آیا ہوں کہ آپ کے علاج سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ ڈاکٹر: معاف کیجیے گا۔ میں نے آپ کا علاج نہیں کیا۔ اجنبی: کوئی بات نہیں۔ میرے چچا کا تو علاج کیا تھا۔ اب میں ان کی جائیداد کا مالک ہوں۔

گائے

☆دودھ کو خراب ہونے سے بچانے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ استاد نے بچوں سے پوچھا: اسے گائے کے پیٹ میں ہی رہنے دیا جائے۔ ایک جانب سے آواز آئی۔

بلب

☆ایک دیہاتی نے اپنے گھر بجلی لگوائی۔ کام کرنے والے مستری نے کام سے فارغ ہوکر پوچھا: بلب ساٹھ کا لگاؤں یا سو کا؟ دیہاتی گھبرا کر بولا: نہیں میں تو غریب آدمی ہوں۔ ایسا کرو تم زیادہ سے زیادہ چار روپے والا بلب ہی لگادو۔

آدمی

☆ گاہک (دکاندار سے) یہ تم نے بھینگا ملازم کیوں رکھا ہے؟ دکاندار: اس لیے کہ کوئی شخص چوری کرنا چاہے تو اس چور کو یہ پتا نہیں چلے گا کہ بھینگا آدمی کس طرف دیکھ رہا ہے۔

چڑیا

☆مالک سو رہا تھا کہ اچانک بندوق چلنے کی آواز سن کر جاگ گیا۔ سامنے دیکھا تو اس کا ملازم بندوق لیے کھڑا تھا۔ مالک بولا: کیا ہوا؟ ملازم نے جواب دیا: جناب! دری پر ایک چڑیا آ بیٹھی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس کی چیں چیں سے آپ کی نیند خراب نہ ہو، اس لیے اسے گولی ماردی۔

فٹ بال

☆جج (ملزم سے) تمھیں کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے؟ ملزم: جناب میں فٹ بال کھیل رہا تھا کہ مجھے سپاہیوں نے پکڑ لیا۔ جج: دوسرے ملزم سے اور تم کیا کر رہے تھے؟ دوسرا ملزم: جناب میں بھی فٹ بال کھیل رہا تھا۔ جج: تیسرے ملزم سے اور تم کیا کر رہے تھے؟ ملزم: جناب میں وہی فٹ بال ہوں جس سے یہ دونوں کھیل رہے تھے۔

مٹی کے برتن

☆ایک دوست دوسرے سے: تمھیں مٹی کے برتن کیوں پسند ہیں؟ دوسرا دوست: اس لیے کہ وہ ایک بار گر جائیں تو اٹھانے نہیں پڑتے۔

برش

☆ایک صاحب اپنے گھر میں اسٹول پر کھڑے برش سے دیوار پر رنگ کر رہے تھے کہ ان کی بیگم آئیں اور کہنے لگیں: اجی: میں نے کہا برش کو مضبوطی سے پکڑ لیجیے۔ میں اسٹول دوسرے کمرے میں لے جارہی ہوں۔

چائے

☆ گاہک (بیرے سے) اس چائے میں تو مکھی ہے۔ بیرا: تو کیا ایک

روپے کی چائے میں آپ کو ہاتھی چاہیے۔

اسکول

☆باپ: دیکھو بیٹا: شریر لڑکوں کی صحبت سے دور رہنا چاہیے۔ بیٹا: اسی وجہ سے تو میں اسکول نہیں جاتا۔

ٹپ

☆ہوٹل کے مالک نے ایک آدمی کو بل ادا نہ کرنے پر خوب مارا، اسے دھکے دے کر ہوٹل سے باہر نکالا۔ اچانک بیرا دوڑتا ہوا آیا اور دو چار گھونسے اس نے بھی جڑ دیئے۔ مالک غصے سے بولا۔ جب میں نے اسے اتنا پیٹ لیا تھا تو تمہیں مارنے کی کیا ضرورت تھی۔ بیرا بولا: جناب آپ نے بل وصول کیا اور میں نے ٹپ۔

تاریخ

☆استاد (طالب علم سے) میں نے تم لوگوں کو تاریخ یاد کرنے کے لیے کہا تھا کیا سب نے تاریخ یاد کی ہے۔ اچھا عمر تم بتاؤ۔ عمر: سر آج ستمبر کی چھ تاریخ ہے۔

ٹکٹ

☆ریل گاڑی میں ٹکٹ چیکر نے مسافر سے کہا ٹکٹ دکھایئے۔ مسافر نے پوچھا: آپ کو یہ نوکری کرتے ہوئے کتنا عرصہ ہوگیا ہے؟ تقریباً بیس سال۔ ٹکٹ چیکر نے کہا: مسافر نے حیرت سے کہا تعجب ہے کہ آپ نے آج تک ٹکٹ نہیں دیکھا۔

بھیک

☆ایک شخص نے کسی فقیر سے کہا بابا تمہیں اتنے اچھے کپڑے پہن کر بھیک مانگتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ فقیر بولا: کیا کروں؟ پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر گلی کے کتے کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔

نبض

☆ڈاکٹر (مریض سے) تمہاری نبض تو گھڑی کی طرح باقاعدہ چل رہی ہے۔ مریض غصے سے آپ کی انگلیاں میری گھڑی پر ہی ہیں۔

پیراشوٹ

☆ہوائی فوج کے نوجوان باری باری پیراشوٹ باندھ کر ہوائی جہاز سے کودنے کی مشق کر رہے تھے۔ آخری نوجوان آیا تو افسر بولا: ٹھہرو! تم نے پیراشوٹ نہیں باندھا۔ نوجوان بولا: کوئی بات نہیں جناب! مشق ہی تو ہے۔

پوچھ

☆ادریس نے پوچھا: حلیم! بتاؤ سورج کس طرف سے نکلتا ہے؟ حلیم بولا: یہ تو تمہیں کوئی بے وقوف بھی بتا سکتا ہے۔ ادریس نے فوراً کہا اس لیے تو تم سے پوچھ رہا ہوں۔

دھوکے باز

☆استاد (عادل سے) دھوکے باز کو جملے میں استعمال کرو۔ عادل: ہم نے دھوکے سے باز پکڑا۔

مٹن مصالحے دار کڑاھی

اجزاء: بکرے کا گوشت ایک کلو، نمک ڈیڑھ چائے کا چمچ، ادرک لہسن کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ، ٹماٹر آدھا کلو، ہری مرچ آٹھ عدد، لال مرچ دو چائے کے چمچ (پسی ہوئی)، گھی یا تیل آدھا کپ، ہرا دھنیا آدھی گٹھی، ادرک دو انچ کا ٹکڑا (کٹی ہوئی)، سفید زیرہ دو کھانے کے چمچ (بھنا اور کٹا ہوا)۔

ترکیب: پہلے بکرے کے گوشت کو دو کپ پانی اور آدھا چائے کا چمچ نمک کے ساتھ ابال لیں۔ اب اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ شامل کریں اور ڈھک کر دس منٹ تک پکائیں۔ پھر اس میں ٹماٹر اور ہری مرچ ڈال کر دس منٹ کے لیے ڈھک دیں۔ اب اس میں پسی لال مرچ، نمک اور گھی یا تیل ڈال کر بھون لیں، یہاں تک کہ گوشت گل جائے۔ پھر اس میں ہرا دھنیا، ادرک اور سفید زیرہ ڈال دیں اور نان کے ساتھ سرو کریں۔

ھانڈی ٹکیہ کباب

اجزاء: گائے کا قیمہ آدھا کلو، پیاز ایک عدد، ہری مرچیں چار عدد، پسا ہوا لہسن ادرک ایک کھانے کا چمچہ، ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا) دو کھانے کے چمچے، چپلی کباب مصالحہ تین سو گرام، انڈا ایک عدد، ڈبل روٹی ایک سلائس۔

مصالحہ کے اجزاء: پیاز (پسی ہوئی) ایک عدد، ٹماٹر (پسے ہوئے) دو عدد، پسا ہوا گرم مصالحہ آدھا چائے کا چمچہ، پسا ہوا لہسن ادرک دو چائے کے چمچے، دہی (پھینٹی ہوئی) آدھی پیالی، پسی ہوئی لال مرچ ایک چائے کا چمچہ، نمک ایک چائے کا چمچہ، تیل آدھی پیالی، ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا) چھڑکنے کے لئے۔

ترکیب: چوپر میں کباب کے اجزاء یکجان کرلیں۔ اس آمیزے کی ٹکیاں بنا کر رکھ لیں۔ دیگچی میں تیل گرم کریں اس میں پیاز، ٹماٹر، لہسن ادرک، لال مرچ، گرم مصالحہ، دہی اور نمک ڈالیں پھر تیل اوپر آنے تک بھونیں۔ اس میں کباب شامل کرکے دم پر رکھ دیں۔ مزیدار ہانڈی کباب ڈش میں نکالیں اور ہرا دھنیا چھڑک کر پیش کریں۔

تلی ہوئی مچھلی

اجزاء: مچھلی بغیر کانٹے کی آدھا کلو، چاٹ مصالحہ ایک کھانے کا چمچ، نمک ایک چائے کا چمچہ، ثابت دھنیا زیرہ (پسا ہوا) ایک چائے کا چمچ، اجوائن آدھا چائے کا چمچ، سوکھی میتھی آدھا چائے کا چمچ، سرکہ دو کھانے کے چمچ، لہسن ایک کھانے کا چمچ، گرم مصالحہ ایک چائے کا چمچ، مچھلی کو نمک لگا کر دھولیں پھر تمام اشیاء لگا کر ایک گھنٹہ رکھ لیں۔

تلنے کے لئے: بیسن ایک کپ، انڈا ایک عدد، نمک آدھا چائے کا چمچ، پسی کالی مرچ ایک چائے کا چمچ۔

ترکیب: بیسن، انڈا، نمک اور پسی کالی مرچ کو گھول کر اس میں مچھلی ڈپ کرکے لمبی لمبی فرائی کریں۔ چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

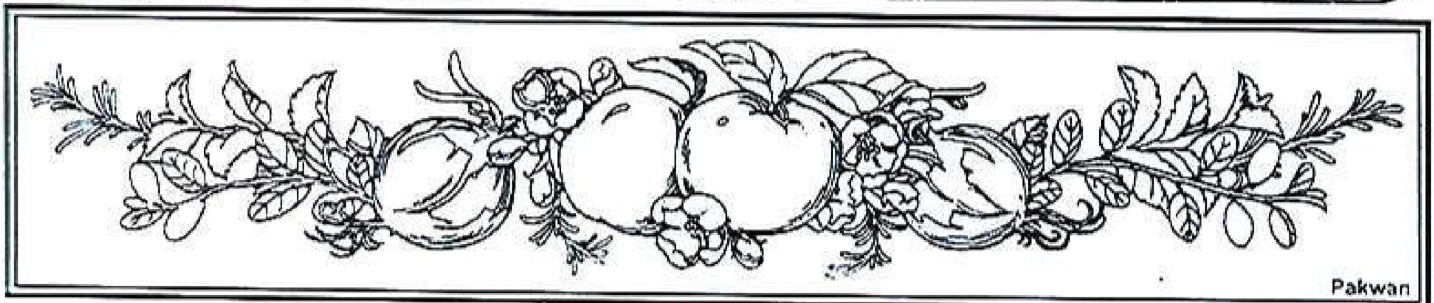

پکوڑے رائتہ

اجزاء: دہی ایک کلو، سبزیاں، گوبھی، آلو، بینگن، پالک وغیرہ حسب ضرورت، لہسن ایک پاؤ، نمک مرچ حسب ذائقہ، پیاز دو عدد، میٹھا سوڈا ایک چٹکی، تیل دو کپ۔

ترکیب: سبزیوں کو پکوڑے بنانے کے لیے گول چوکور کاٹ لیں۔ بیسن میں سوڈا، نمک مرچ ڈال کر گھول لیں۔ پکوڑے بنا کر کسی ڈش میں ٹھنڈے ہونے کے لیے رکھتے جائیں۔ پیاز کاٹ کر رکھ لیں۔ اب پکوڑے اور پیاز مکس کر کے ان میں دہی اور چاٹ مصالحہ شامل کرلیں۔ مزیدار رائتہ تیار ہے۔

شکرقندی کی کھیر

اجزاء: دودھ ایک کلو، شکرقندی ڈیڑھ پاؤ، چینی ایک پاؤ، بادام کی گری، پستہ حسب پسند، چاندی کے ورق حسب ضرورت، کیوڑہ دو کھانے کے چمچے۔

ترکیب: شکرقندی کو اچھی طرح دھو کر صاف کرلیں اور کسی دیگچی میں اتنا پانی ڈالیں جس میں شکرقندی ڈوب جائے۔ اس دیگچی کو چولہے پر چڑھا دیں اور ہلکی آگ پر پکنے دیں۔ شکرقندی تین حصے پک جائے اور ایک حصہ کچی رہ جائے تو اتارلیں۔ شکرقندی کا چھلکا اتارلیں اور تیز چاقو سے اس کے گول گول قتلے تراش کر رکھ لیں۔ دودھ کو چولہے پر چڑھا دیں اور ہلکی آگ پر پکنے دیں۔ دودھ جب پک پک کر آدھا رہ جائے تو چینی اور شکرقندی کے قتلے ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ شکرقندی جب خوب گل جائے اور دودھ بھی تھوڑا سا رہ جائے تو بادام کی گری ڈال دیں۔ تھوڑی دیر بعد کیوڑہ ڈال کر دیگچی کو نیچے اتارلیں اور ڈش میں نکال کر رکھ لیں۔ ٹھنڈی ہونے پر ورق لگا دیں اور پستے کو باریک کتر کر اوپر چھڑک دیں۔ شکرقندی کی لذیذ کھیر تیار ہے۔

گوشت روسٹ

اجزاء: گوشت ایک کلو، پسی ہوئی کالی مرچ حسب ذائقہ، ٹماٹر آدھا کلو، گھی دو سو گرام، نمک حسب ضرورت۔

ترکیب: ایک برتن میں ایک گلاس پانی اس میں گوشت، کالی مرچ، ٹماٹر اور نمک ڈال کر چولہے پر رکھ دیں۔ پانی خشک ہوتے پر اس میں گھی ڈال دیں۔ اچھی طرح بھوننے کے بعد اتارلیں۔ مزیدار روسٹ تیار ہے۔

☆ اگر کبھی سالن میں نمک تیز ہوجائے تو اس سالن میں کوئی بھی سفید کاغذ (چھوٹا سا) ڈال دیں۔ وہ تمام نمک جذب کرلے گا اور سالن کا نمک صحیح ہوجائے گا۔

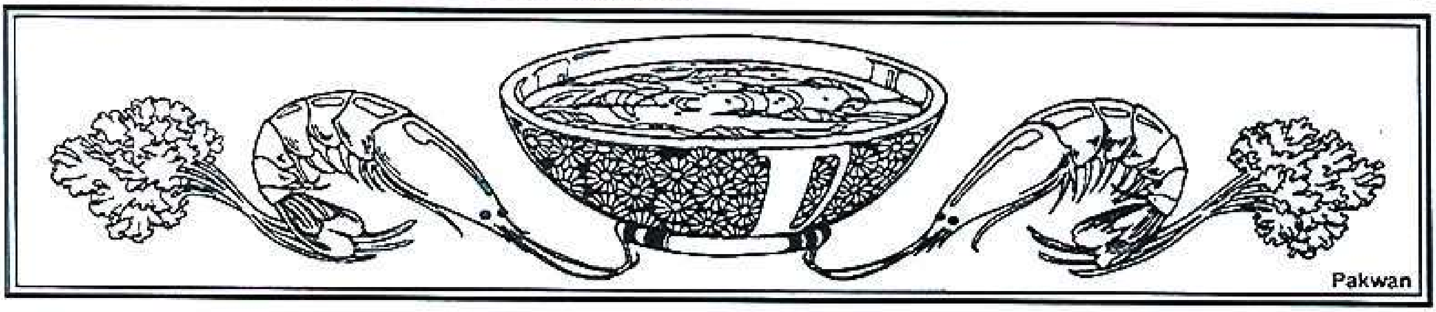

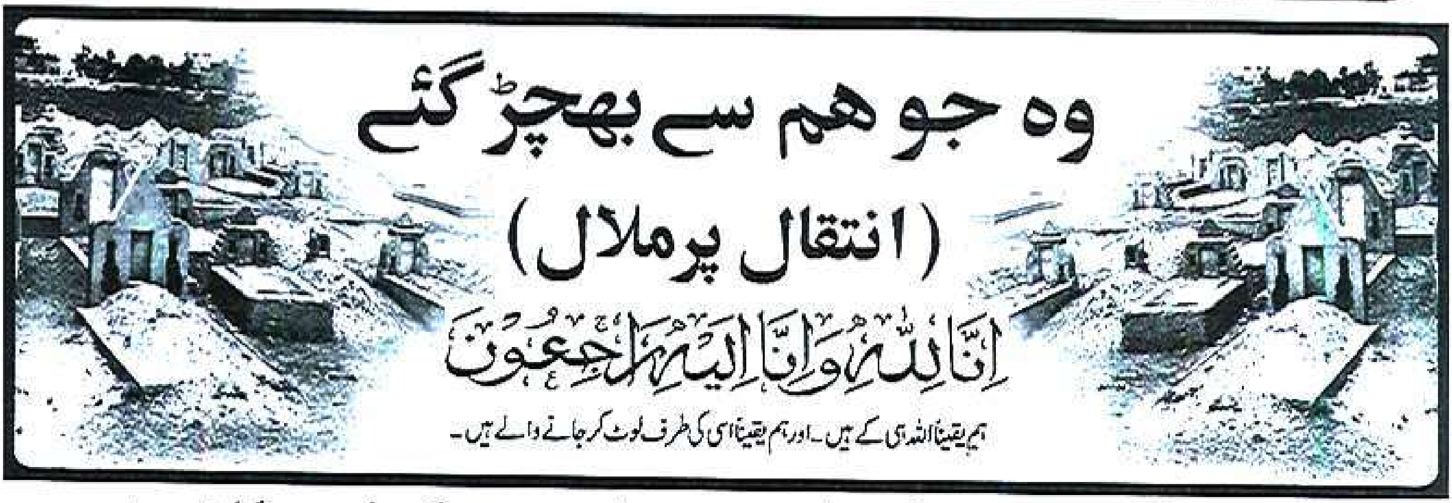

بانٹوا انجمن حمایت اسلام کی جانب سے موصولہ مرحومین کی فہرست کا ترجمہ

یکم اپریل 2022ء ---30 اپریل 2022ء ٹیلی فون نمبر: بانٹوا انجمن حمایت اسلام 32202973

تعزیت: ہم ان تمام بھائیوں اور بہنوں سے دلی تعزیت کرتے ہیں جن کے خاندان کے افراد اللہ رب العزت کے حکم سے انتقال کر گئے۔ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

صدور، جنرل سیکریٹری اور اراکین مجلس منتظمہ بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

نوٹ: مرحومین کے اسمائے گرامی بانٹوا انجمن حمایت اسلام کے "شعبہ تجہیز و تکفین" کے اندراج کے مطابق ترجمہ کر کے شائع کئے جا رہے ہیں۔

نمبر شمار	تاریخ وفات	نام بمعہ ولدیت /زوجیت	عمر
-1	2 اپریل 2022ء	فرینہ محمد ذکر داؤد سمیگا والا	40 سال
-2	3 اپریل 2022ء	عبدالغنی عیسیٰ حبیب کھانانی	70 سال
-3	4 اپریل 2022ء	محمد صدیق آدم کھانبلا والا	78 سال
-4	5 اپریل 2022ء	حاجی یونس حاجی حبیب بیریا	80 سال
-5	6 اپریل 2022ء	عبدالغفار اسماعیل احمد سارن پپری والا	76 سال
-6	7 اپریل 2022ء	حواحاجیانی حاجی رحمت اللہ دادا موسانی زوجہ محمد یونس کسباتی	75 سال
-7	8 اپریل 2022ء	خیر النساء جان محمد مینڈھا زوجہ محمد یعقوب ڈونگر گڈھ والا	60 سال
-8	8 اپریل 2022ء	حور بائی آدم مائے مینی زوجہ عمر جویری	95 سال
-9	9 اپریل 2022ء	محمد فاروق ابا علی وکیل	63 سال
-10	11 اپریل 2022ء	محمد فاروق جان محمد کسباتی	65 سال
-11	11 اپریل 2022ء	زبیدہ طیب بھٹڈا زوجہ ابا عمر	79 سال
-12	14 اپریل 2022ء	یاسمین ابا عمر سلاٹ زوجہ محمد اسحاق لدھا	63 سال

نمبر شمار	تاریخ وفات	نام بمعہ ولدیت / زوجیت	عمر
-13	15 اپریل 2022ء	عبدالستار عبدالرحمٰن بھوری	75 سال
-14	16 اپریل 2022ء	عائشہ بائی ابراہیم بالاگام والا زوجہ عثمان سوجرا	86 سال
-15	16 اپریل 2022ء	حاجرہ عبدالحبیب ایدھی زوجہ عبدالغفار ایدھی	78 سال
-16	16 اپریل 2022ء	بلقیس عثمان کوٹایا زوجہ عبدالستار ایدھی (خادم انسانیت)	76 سال
-17	17 اپریل 2022ء	محمد عرفان جان محمد کیسودیا	57 سال
-18	18 اپریل 2022ء	یاسمین بائی عبدالعزیز جانگڑا زوجہ محمد اسلم ایدھی	62 سال
-19	21 اپریل 2022ء	نجمہ عثمان ساملا زوجہ یونس کاپڑیا	80 سال
-20	21 اپریل 2022ء	سیما حاجی ولی محمد کسباتی زوجہ محمد جاوید ساملا	60 سال
-21	22 اپریل 2022ء	حسن الطاف ایدھی	22 سال
-22	22 اپریل 2022ء	عبدالرزاق جان محمد درویش	68 سال
-23	23 اپریل 2022ء	خیر النساء عبدالستار اڈوانی زوجہ یوسف لہری	80 سال
-24	24 اپریل 2022ء	زیب النساء عبدالستار بلوانی زوجہ عبدالحبیب موٹلیا	72 سال
-25	24 اپریل 2022ء	فاطمہ بائی محمد کندوئی زوجہ محمد یوسف کابلا	65 سال
-26	25 اپریل 2022ء	حاجیانی فرزانہ حاجی اباعلی سرمہ والا زوجہ محمد فاروق کھانانی	60 سال
-27	26 اپریل 2022ء	محمد اقبال محمد عثمان کسباتی	77 سال
-28	27 اپریل 2022ء	کلثوم سلیمان مٹی والا زوجہ محمد فاروق جانگڑا	65 سال
-29	29 اپریل 2022ء	حاجی یونس حاجی قاسم دھارواڈوالا	70 سال
-30	30 اپریل 2022ء	مٹھی بائی (نورالنساء) عبدالستار حاجی آدم ٹانڈیا والا زوجہ عبدالعزیز سلیمان مینڈھا	74 سال

Printed at: **Muhammed Ali --- City Press**
OB-7A, Mehersons Street, Mehersons Estate,
Talpur Road, Karachi-74000. PH : 32438437
Honorary Editor: **Abdul Jabbar Ali Muhammad Biddu**
Published by: **Muhammad Iqbal Billoo Siddiq Akhawala**
At **Bantva Memon Jamat (Regd.)**
Near Raja Mansion, Beside Hoor Bai Hajiani School, Yaqoob Khan Road, Karachi.
Phone: 32728397 - 32768214 - 32768327
Website : www.bmjr.net Email:donate@bmjr.net

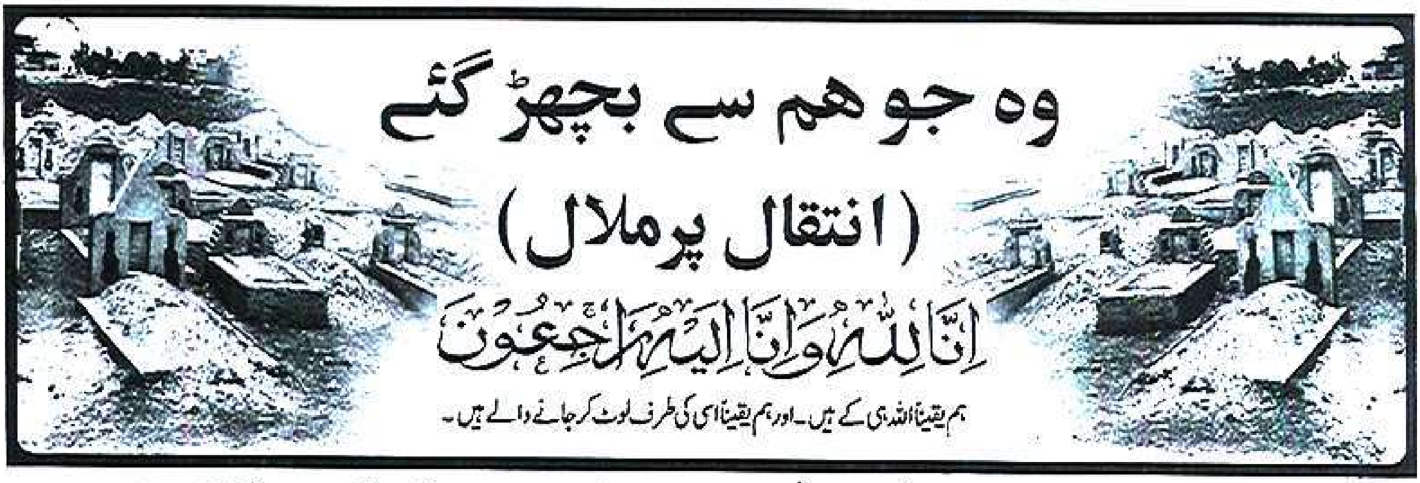

بانٹوا انجمن حمایت اسلام کی جانب سے موصولہ مرحومین کی فہرست کا ترجمہ

یکم مئی 2022ء ---31 مئی 2022ء ٹیلی فون نمبر: بانٹوا انجمن حمایت اسلام 32202973

تعزیت: ہم ان تمام بھائیوں اور بہنوں سے دلی تعزیت کرتے ہیں جن کے خاندان کے افراد اللہ رب العزت کے حکم سے انتقال کر گئے۔ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

صدور، جنرل سیکریٹری اور اراکین مجلس منتظمہ بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

نوٹ: مرحومین کے اسمائے گرامی بانٹوا انجمن حمایت اسلام کے "شعبہ تجہیز و تکفین" کے اندراج کے مطابق ترجمہ کر کے شائع کیے جا رہے ہیں۔

نمبر شمار	تاریخ وفات	نام بمعہ ولدیت /زوجیت	عمر
1-	یکم مئی 2022ء	سلیم سلیمان کوڈواوالا	67 سال
2-	یکم مئی 2022ء	زبیدہ حاجیانی اسماعیل مون زوجہ حاجی حسین پنکھیرا	95 سال
3-	3 مئی 2022ء	نعمان عبدالرزاق کھڈریا	35 سال
4-	9 مئی 2022ء	صفیہ محمد مدھاوا زوجہ موسیٰ ایدھی	80 سال
5-	10 مئی 2022ء	عبداللطیف اسماعیل کوٹری والا	90 سال
6-	11 مئی 2022ء	محمد سلیم عبدالرحمٰن گوگن	70 سال
7-	12 مئی 2022ء	فریدہ عبدالشکور جوہری زوجہ عبدالعزیز شریف چوٹاوالا	66 سال
8-	13 مئی 2022ء	یوسف عبدالحبیب جانگڑا	80 سال
9-	13 مئی 2022ء	جاوید ایا علی بلا	57 سال
10-	15 مئی 2022ء	محمد حنیف حاجی عیسیٰ جھنڈیا	62 سال
11-	17 مئی 2022ء	محمد سلیم حاجی احمد بابا	65 سال
12-	18 مئی 2022ء	صائمہ حاجی عبدالرزاق کسباتی زوجہ منور رند	32 سال

نمبر شمار	تاریخ وفات	نام بمعہ ولدیت /زوجیت	عمر
-13	19 مئی 2022ء	فریدہ احمد تولہ زوجہ محمد صدیق رحمت اللہ فلوری	66 سال
-14	19 مئی 2022ء	محمد فاروق حبیب بوچا	72 سال
-15	21 مئی 2022ء	کبریٰ بانو عبدالعزیز جھنڈیا زوجہ محمد اقبال پاریکھ	68 سال
-16	21 مئی 2022ء	محمد اقبال عبدالشکور کوڈ واوی	78 سال
-17	22 مئی 2022ء	سارہ بائی عبدالکریم تولہ	76 سال
-18	23 مئی 2022ء	محمد حنیف حاجی رحمت اللہ موٹلیا	69 سال
-19	24 مئی 2022ء	فریدہ بائی داؤد کیسودیا زوجہ حاجی رحمت اللہ میگھان	70 سال
-20	25 مئی 2022ء	محمد رفیق عبدالرحمٰن سکھیا	64 سال
-21	26 مئی 2022ء	فریدہ بانو عبدالرحمٰن بلوانی زوجہ ابوطالب جانگڑا	72 سال
-22	27 مئی 2022ء	عبدالغفار عبدالکریم واگیر	71 سال

کچی منگنی

MAY 2022

S.NO	NAMES	DATE
1	☆......Muhammad Osama Ejaz Muhammad Khan Muhammad Siddiq Yousuf Zai with Sehar Muhammad Farooq Haji Abdul Latif Khanani	20-05-2022
2	☆......Babar Ali Imam Bukhsh Ghous Bukhsh with Asma Abdul Ghaffar Suleman Mota	27-05-2022

S.NO	NAMES	DATE
28	☆......Muhammad Azher Muhammad Jawed Jan Muhammad Moosani with Maryam Muhammad Yousuf Ayub AmodiMamodi	22-05-2022
29	☆......Muhammad Hunain Ghulam Mohiuddin Muhammad Hussain Moon with Mehak Muhammad Ashfaq Muhammad Iqbal Sheikha	22-05-2022
30	☆......Muhammad Ahmed Muhammad Farooq Muhammad Siddiq Galla with Suad Muhammad Yaseen Younus Muhammad Haji Ladha	25-05-2022
31	☆......Usama Muhammad Altaf Aba Hussain Kodvawala with Ambreen M. Tariq Aba Umer Pajodwala	27-05-2022
32	☆......Jawad Jawed Hussain Adam Khamblawala with Ureba Yaseen Abdul Razzak AmodiMamodi	27-05-2022
33	☆......M. Uzair Junaid M. Hussain Kodvawala with Faryal M. Sabir Aba Umer Jangda	27-05-2022
34	☆......Umer Muhammad Jawed Noor Muhammad Khanani with Maheen Fatima Muhammad Irfan Abdul Aziz Mesia	27-05-2022
35	☆......Muhammad Hunain Amin Ismail Moti with Sidra M. Nadeem Abdul Ghaffar Bandhani	27-05-2022
36	☆......Muhammad Noman M. Ashfaq Gul Muhammad Advani with Shifa Imran Aba Umer Adhi	28-05-2022
37	☆......Muhammad Shakir M. Younus Suleman Moon with Nisa Muhammad Faheem Abdul Aziz Ghelia	29-05-2022
38	☆......Muhammad Talha M. Tahir A. Aziz Kesodia with Nehal Ibrahim Ismail Kaliya	29-05-2022
39	☆......Adam Altaf Suleman Moosani with Mehak Muhammad Imran Abdul Aziz Kudiya	29-05-2022
40	☆......Talha Tahir Muhammad Suleman Moon with Hudaibiya Muhammad Farooq Muhammad Hussain Khamblawala	29-05-2022

S.NO	NAMES	DATE
16	☆......Muhammad Ali Altaf Hussain Muhammad Kesodia with Huda Muhammad Zahid Moosa Koylanawala	13-05-2022
17	☆......Muhammad Ahmed Muhammad Iqbal Abdul Shakoor Akhai with Qurat-ul-ain Muhammad Iqbal Adam Biddu	13-05-2022
18	☆......Yaseen Muhammad Hussain Muhammad Umer Moosani with Rafia Muhammad Ishaq Muhammad Usman Popatpotra	14-05-2022
19	☆......Muhammad Ali Muhammad Asif Gul Muhammad Sheikha with Marium Nadeem Abdul Karim Kasbati	15-05-2022
20	☆......Muhammad Ali Aftab Abdul Aziz Kesodia with Misbah Abdul Samad Abdul Razzak Dandia	15-05-2022
21	☆......Hamza Muhammad Yaseen Younus Hussain Doctor with Sarah Abdul Samad Abdul Razzak Dandia	15-05-2022
22	☆......Abdul Samad Abdul Jabbar Abdul Aziz Kasbati with Kanwal Muhammad Shoaib Abdul Aziz Jangda	15-05-2022
23	☆......Ahsan Muhammad Yousuf Haji Ahmed Ilyas Sheikha with Marium Muhammad Munir Muhammad Siddiq Kesodia	19-05-2022
24	☆......Muhammad Daniyal Muhammad Irshad Jan Muhammad Rawda with Laiba Muhammad Hussain Ghulam Muhammad Suriya	20-05-2022
25	☆......Noman Muhammad Nasir Muhammad Siddiq Khanani with Fiza Shehzad Muhammad Yousuf Tabani	21-05-2022
26	☆......Junaid Muhammad Shehzad Muhammad Younus Dojki with Kanwal Mushtaq Ahmed Rana	21-05-2022
27	☆......Uzair Muhammad Arif Abdul Aziz Diwan with Maheen Shakeel Ahmed Muhammad Kamlani	22-05-2022

S.NO	NAMES	DATE
5	☆......Muhammad Ibrahim Muhammad Kashif Muhammad Siddiq Surmwala with Nabira Mushtaq Abdul Ghafoor Cutchi	06-05-2022
6	☆......Muqeet Ahmed Munir Ahmed Muhammad Siddiq Kothari with Alisha Fatima Abdul Hameed Muhammad Siddiq Gogan	07-05-2022
7	☆......Waleed Ashfaq Ahmed Wali Muhammad Jangda with Sana Muhammad Iqbal Haji Abdul Sattar Aarbi	08-05-2022
8	☆......Muhammad Usama Muhammad Saleem Rehmatullah Moon with Ayesha Muhammad Taif Haji Muhammad Khalid Dojki	08-05-2022
9	☆......Hasnain Hanif Siddiq Haji Muhammad Siddiq Durvesh with Hina Muhammad Hanif Abdul Sattar Teli	08-05-2022
10	☆......Zeeshan Muhammad Ali Abdul Sattar Jangda with Maida Muhammad Siddiq Abdul Shakoor Akhai	08-05-2022
11	☆......Muhammad Ali Muhammad Yousuf Hussain Khatki with Aniqa Muhammad Ali Ibrahim Jangda	12-05-2022
12	☆......Abdul Razzaq Kumail Muhammad Arif Aboo Baker Jangda with Huda Muhammad Kamal Muhammad Ahmed Wavdiwala	13-05-2022
13	☆......Farhan Muhammad Farooq Muhammad Jangda with Khadija Nadeem Muhammad Bhai Moon	13-05-2022
14	☆......Muhammad Raza Muhammad Iqbal Abdul Shakoor Akhai with Uroosa Abdul Razzak Muhammad Yousuf Akhawala	13-05-2022
15	☆......Muhammad Saad Abdul Samad Muhammad Rafiq Kasbati with Ayesha Muhammad Imran Muhammad Hanif Tharani	13-05-2022
S.NO		

APRIL 2022

S.NO	NAMES	DATE
1	☆......Muhammad Fahad Muhammad Feroz Abdul Aziz Jangda with Nimra Haji Altaf Haji Dawood Bijuda	10-04-2022
2	☆......Muhammad Shehzad Muhammad Altaf Haji Habib Khanani with Adeena Muhammad Asif Muhammad Umer (Aba Umer) Galla	15-04-2022
3	☆......Ahmed Abdul Rehman Abdul Sattar Ajakia with Ramsha Amjad Shehzad Abdul Majeed Malik	24-04-2022
4	☆......Abdul Moiz Muhammad Yaqoob Muhammad Diwan with Sarah Sikandar Aba Ali Bhura	29-04-2022
5	☆......Ali Muhammad Yaseen Haji Ismail Moon with Tooba Abdul Qadir Abdul Aziz Bhangda	30-04-2022

MAY 2022

S.NO	NAMES	DATE
1	☆......Soban Basit Muhammad Atique Abdul Razzak Khanani with Ayesha Furqan Abdul Aziz Polani	06-05-2022
2	☆......Muhammad Huzaifa Abdul Haseeb Abdul Aziz Ladha with Zainab Zeeshan Haroon Abdul Shakoor Mitiwala	06-05-2022
3	☆......Muhammad Anas M. Iqbal Abdul Rehman Khadiawala with Fatima Saleem Essa Moon	06-05-2022
4	☆......Muhammad Ahmed Hafiz Muhammad Jahangir Haji Moosa Koylanawala with Mehreen Muhammad Amin Abdul Shakoor Adenwala	06-05-2022

S.NO	NAMES	DATE
10	☆......Mehmood Hasan Jawaid Farooq with Romesha Muhammad Ali Abdul Ghaffar Ghazipura	17-05-2022
11	☆......Abdul Wahab Muhammad Iqbal Ibrahim Bhundi with Rabia Muhammad Younus Noor Muhammad Khanani	19-05-2022
12	☆......Muhammad Shakir Muhammad Younus Suleman Moon with Nisa Muhammad Faheem Abdul Aziz Ghelia	20-05-2022
13	☆......Danish Ahmer Muhammad Iqbal Bega with Areeba Imran Abba Ali Dharawadwala	21-05-2022
14	☆......Anas Abdul Karim Haji Adam Dungargadhwala with Hafsa AbuBaker Rehmatullah Dandia	21-05-2022
15	☆......Abdur Rehman Rizwan Aziz Rabdia with Sumaiyah Muhammad Owais Muhammad Saleem Mukaty	23-05-2022
16	☆......Rizwan Muhammad Sadiq Ismail Bara with Umm-e-Ammara Jawed Qasim Khanani	24-05-2022
17	☆......Muhammad Naeem Abdul Qadir Ahmed Bhaila with Amna Muhammad Haroon Muhammad Ibrahim Nini	26-05-2022
18	☆......Arsal Muhammad Anis Muhammad Younus Gogan with Fatima Muhammad Ali A. Aziz Silat	26-05-2022
19	☆......Waqas Muhammmad Amin Aba Ali Khamblawala with Areeba Muhammad Zubair Abdul Sattar Avedia	27-05-2022
20	☆......Muhammad Faizan Abdul Qadir Karim Gilgani with Fatima Gul Ahmed Muhammad Siddiq Jangda	30-05-2022
21	☆......Hasan Irfan Essa Pothiawala with Javeria M. Rafiq Abdul Shakoor Bhadelia	31-05-2022
22	☆......Hussain Noor M. Qasim Junijo with Sadia M. Aslam Abdul Sattar Lodhawala	31-05-2022

S.NO	NAMES	DATE
22	☆......Muhammad Areeb Muhammad Jawed Muhammad Suleman Chatni with Rabia Farhan Muhammad Nadeem Ahmed Dandia	27-04-2022
23	☆......Abdullah Shafiq Haji Sharif Tayab Bilwani with Hadya Jamil Jan Muhammad Moti	29-04-2022
	MAY 2022	
1	☆......Abdullah Al Haj Jaffar Haji Hussain Polani with Ayesha Muhammad Aseel Muhammad Saleem Chikna	07-05-2022
2	☆......Abdul Ghani Muhammad Iqbal Abdul Karim Thaniyanawala with Zainab Sohail Haroon Khamblawala	10-05-2022
3	☆......Muhammad Usama Muhammad Iqbal Abdul Sattar Patel with Rabiqa Muhammad Rafiq Jan Muhammad Kodvavi	11-05-2022
4	☆......Ahsan Muhammad Younus Muhammad Siddiq Moon with Misbah Haji Mehmood Haji Abdul Razzak Jangda	11-05-2022
5	☆......Daniyal Muhammad Yousuf AbuBaker Hadman with Mehwish Muhammad Hashim Muhammad Ismail Tabani	12-05-2022
6	☆......Muhammad Abid Muhammad Nadeem Rehmatullah Samla with Sidra Muhammad Hanif Muhammad Moosa Gilgani	12-05-2022
7	☆......Muhammad Daniyal Muhammad Shehzad Haji Jan Muhammad Moosani with Asfa Jaka Muhammad Naeem Muhammad Haroon Kasbati	13-05-2022
8	☆......Muhammad Yameen Muhammad Yousuf Haji Abdul Sattar Dhamia with Fozia Abdul Rasheed Muhammad Bhai Moosani	17-05-2022
9	☆......Muhammad Muaaz Abdul Basit Muhammad Rafiq Kasbati with Amna Muhammad Farooq Muhammad Yousuf Bandhani	17-05-2022

S.NO	NAMES	DATE
11	☆......Muhammad Abdullah Muhammad Rafiq Allah Rakha Raja with Zubaida Muhammad Amin Abdul Aziz Nini	11-04-2022
12	☆......Shehyar Muhammad Arif Dawood Muhammad Ali with Sumbul Muhammad Naeem Qasim Badi	11-04-2022
13	☆......Muhammad Haris Muhammad Hanif Abdul Sattar Khadbai with Hadia Muhammad Yamin Ghulam Hussain Jangda	14-04-2022
14	☆......Muhammad Ahmed Muhammad Hanif Abdul Sattar Jangda with Misbah Muhammad Rizwan Abdul Razzaq Makrani	17-04-2022
15	☆......Muhammad Saad Muhammad Ziker Noor Muhammad Kodvavi with Safa Muhammad Nasir Muhammad Ismail Khanani	18-04-2022
16	☆......Muhammad Usman Muhammad Hanif Haji Muhammad Tola with Ramsha Muhammad Khalid Muhammad Siddiq Dojki	21-04-2022
17	☆......Muzammil Waqar Ahmed Gul Muhammad Sheikha with Musfirah Fatima Muhammad Aamir Muhammad Rafiq	21-04-2022
18	☆......Muhammad Saad Abdul Samad Muhammad Rafiq Kasbati with Ayesha Muhammad Imran Muhammad Hanif Tharani	23-04-2022
19	☆......Muqeet Ahmed Munir Ahmed Muhammad Siddiq Kothari with Alisha Fatima Abdul Hameed Muhammad Siddiq Gogan	24-04-2022
20	☆......Abdul Razzaq Muhammad Arif Aboo Baker Jangda with Hadia Muhammad Kamal Muhammad Ahmed	25-04-2022
21	☆......Abdul Moeed Muhammad Zubair Noor Muhammad Kaluda with Zainab Fatima Muhammad Nadeem Ahmed Dandia	27-04-2022

Engagement

منگنیاں

APRIL 2022

S.NO	NAMES	DATE
1	☆......Muhammad Umair Muhammad Munir Muhammad Qasim Adhi with Rubaisha Muhammad Farooq Muhammad Siddiq Bhatda	01-04-2022
2	☆......Junaid Muhammad Shahzad Muhammad Younus Dojki with Kanwal Mushtaq Ahmed Rana	01-04-2022
3	☆......Muhammad Musaib Abdul Ghaffar Suleman Khanani with Falak M. Altaf M. Usman Ghaniwala	01-04-2022
4	☆......Muhammad Owais Sohail Haroon Khanani with Arbeela Muhammad Amin Abdul Ghaffar Hashim Kasbati	02-04-2022
5	☆......Anus Muhammad Hanif Abdul Shakoor with Haleema Muhammad Aman Essa Khanani	02-04-2022
6	☆......Muhammad Salahuddin Shahzad Muhammad Siddiq Bagasrawala with Zubaida Muhammad Younus Muhammad Usman Adhi	04-04-2022
7	☆......Talha Altaf Hussain Aba Umer Nautankia with Dua Muhammad Amin Abdul Razzak Barel	07-04-2022
8	☆......Muhammad Rizwan Haroon Rashid Jan Muhammad Dojki with Komal Muhammad Younus Abdul Karim Sanosrawala	09-04-2022
9	☆......Salman Sikandar Abdul Sattar with Zainab Muhammad Ali Qadri Haji Younus Mandvia	09-04-2022
10	☆......Ahmed Raza Muhammad Mushtaq Muhammad Younus Dojki with Noor-ul-Aeen Muhammad Asif Muhammad Arif Marfani	11-04-2022

જીવન ઝરણ ને રજકરણ

લેખકઃ બાબુ હમીદ લાકડાવાલાં (મહૂર્મ)

મનુષ્ય અગર જીવનને ઝરણું સમજીને પોતાનું જીવન વિતાવે તો તેનું જીવન આત્મસંતોષી બની તેને તો સુખચેન અર્પણ કરે પરંતુ જોનારને પણ તેનું જીવન સુંદર દેખાઈ દેશે પરંતુ જો તેને રજકણ સમું જીવન જીવવાનો પ્રયત્ન કર્યો તો જેવી રીતે રજકણ ઊડીને પોતાના અસ્તિત્વને વેરવિખેર કરે પોતાનો વિનાશ નોતરી દે છે એવી રીતે માનવીના અવગુણી ચેનચાળા તેના ભીતર તથા તેના બાહ્ય બળનું વિનાશ નોતરી તેની જાતને નકામો બનાવી દેશે. રજકરણ તો ઊડીને પ્રત્યક્ષ વસ્તુ પર ચોંટીને તેને ઝાંખી કરી દે છે અને તે ઝાંખપને દૂર કરવા આપણે તે વસ્તુને લૂંછીને તેના પટને સાફ કરી દઈ તેને તેના અસલ સ્વરૂપમાં લાવી લાવી દઈએ છીએ પરંતુ રજકરણના બૂરા હાલ થઈ જાય છે. તેનો પ્રત્યેક કણ સફાઈ કરનારી વસ્તુમાં પોતાની મેલી દાટતાની ચાડી ખાતું જોનારની દ્રષ્ટિમાં અણગમો ઉત્પન્ન કરી તેના મેલથી મુખ ફેરવતું રહે છે. એ મેલી વસ્તુ અવ્વલ તો કોઈ ગંદી જગ્યાએ ફેંકાઈ જાય છે અથવા તે વસ્તુને આપણે સાફ કરવા પ્રવાહીથી તેને ધોવું પડે છે જેથી રજકરણના ચેપાકરણો ગંદવાડામાં ભળી જાય છે અને ગંદવાડ મહીં જ પાછા તેના કણો છૂટા થઈ વેરવિખેર બની પોતાની કાયાને કદરૂપી બનાવી દે છે. જેવી થાય છે એવી જ ગત રજકરણ સમુ જીવન જીવનારની થઈ જાય છે કારણ કે તેની અવગુણી ખરલ તો તેના અસ્તિત્વને મેલુદાટ બનાવી લોક માનસમાં પોતાની મેલી છાપના ધબ્બા છાપી દે છે જે તેની જાતને કદરૂપી બનાવી ધિક્કારપાત્ર બનાવી દે છે.

પરંતુ ઝરણું તો પ્રત્યેક ક્ષણ તેની સુંદરતાનો ભાસ કરાવી જોનારના મનને પ્રફુલ્લ બનાવી દે છે. ઝરણું તો પોતાના મધુર સ્વરમાં પોતાનું સંગીત પીરસતું રહે છે. કંચન સમી તેની જળકાયામાં પારદર્શકતા દેખાઈ દે છે. તેના ભાસની શીતળતા, તેની ઊડતી છાંટોમાં સાવન કુમાર સમી વર્ષાની છટા, તેના છંટકાવના સ્પર્શ થકી ઉપજતી તાજગી એ સર્વે ક્રિયાઓ શાંતિનો ભાસ કરાવી તેના સાનિધ્યવાસીને મનોરંજનની સાથોસાથ એક પ્રેરણાદાયક બળ પૂરૂં પાડતી રહે છે. એવી જ રીતે મનુષ્ય જો તેના સ્વરમાં મધુરતા, વાણીમાં સચોટતા, વર્તનમાં અદબ અને આચરણમાં બલિદાન દાખવી પોતાની જાતને છતી કરે તો તેના સાનિધ્યમાં આવનારાઓ સુખચેનની હૂંફો મેળવી રાહત તો અનુભવશે પરંતુ તેની પોતાની જાત પણ પ્રત્યેક ક્ષણે સંતોષના ઘટાટોપ વૃક્ષો સમી છાયામાં ચેનના શ્વાસો ભરી જીંદગી જીવવાની મધુરતા માણતી રહેશે.

કૂરિવાજોની નાબૂદી
આપણા સૌની જવાબદારી છે.

જીંદગીજો ગીત

'ભા' મોહંમદ હુસેન મેમણ ધ્રોલ

હીજ જીંદગીજો ગીત આય
હીજ જીંદગીનો સંગીત આય

કામ્યાબ બન્યા ઠોકર કે ઠેકનનારા
હાર મેજ સમાણી જીત આય

મુકદ્દર ચમકયા તકદીર જે ભરોસેથી
મહેનતથી ફેંકાણી ભીંત આય

આંબા મહોર હોય કે લીંબડે જી કોલ હોય
મધ ભરેલે મનથી ચબાણી મીત આય

દિલ હોય ગમતથી ભરેલો મુંહતે મુસ્કાન હોય
જીવતરજો ખરી રહેણી અને ઈજ રીત આય

હી આખરી છેડો નાય કોઈ પણ મંઝીલ જો
હજી તો ઘણા ઠેકાણા અજીત આય

છાલાનારીને પગજાના ગભરાયો ભા
દર્દમેંજ રાહતજી દવા મુકાણી એળી રીત આય

ખીલન મેં સાથ સૌજો રૂન તો હોય એકલા
સીધા સાદા સમજાણા ગણીત આય

શકુનલાય પકડી રખ્ખુ રસ્સી સદાય સબરજી
'ભા' હર હાલમેં કુદરતથી રખાણી સુખજી રીત આય

નથી જોયું

મકબુલ કચ્છી (મર્હુમ)

ન જેણે પાનખર હો જોઈ એ ઉપવન નથી જોયું !
અમર રહેનાર હો એવું કોઈ સર્જન નથી જોયું !

જરામાં જે ઝળકતી હોય, એ સાચી યુવાની છે,
મપાતું વય તણા માથે ખરૂં યૌવન નથી જોયું,

વમળ, તોફાન, ઝંઝાવાત, આંધીના અનુભવ વિણ,
કદિ પણ કોઈએ જગ માંહી નવજીવન નથી જોયું

કરોડોના કરોડો સંકટો જેણે નિમાર્યાં છે,
કે જેવું કારગમ કયાંય કદિ વ્યજંન નથી જોયું

પ્રણયનો દેવ ખુદ પ્રેમીને જ્યાં પૂજી રહ્યો હો ત્યાં,
તો એવા પ્રેમીને કરતાં પ્રણય પૂજન નથી જોયું

પરાણે પ્રીત કરવાની કોઈ આ રીત શું જાણે !
કે જેણે પ્રેસી દ્વારે કરી અનશન નથી જોયું !

સુકોમળ પુષ્પ સમ ગાલો સુમન વર્ષાવતા હોઠો
તમારાથી વધુ સુંદર કોઈ ગુલશન નથી જોયું

ઘડીમાં ગાલ પસવારો ! ઘડીમાં ચોપડો થપ્પડ !
તમારા સમ ! કદિ આવું મનોરંજન નથી જોયું !

શિયળ, ચારિત્ર લજ્જાશીલતા છે પૂર્વનું ગૌરવ
યુરોપી સંસ્કૃતિએ લાજનું બંધન નથી જોયું !

જુઓ 'મકબુલ' જેમાંથી વહે છે સ્ત્રોત અશ્રુનો,
વિયોગી એવી આંખોએ કદિ અંજન નથી જોયું

હુઝુર પુરનુર સલ્લલ્લાહો અલયહે વસલ્લમે ફરમાવ્યું......

* અલ્લાહની નજરમાં આખેરતના દિવસે બદકલામી અને બિભત્સ વાતોને કારણે લોકો એને મળવાનું છોડી દે. (બુખારી)
* તમે તમારા (મુસલમાન) ભાઈની મુસીબત પર ખુશી વ્યકત ન કરો, નહિતર અલ્લાહ એના પર રહેમ ફરમાવશે અને તમને મુસીબતમાં નાખી દેશે. (મિશ્કાત)

અને પડકારરૂપ હતું, પરંતુ મેમન શેઠ અબ્દુલ લતીફ હારૂન, બેરીસ્ટર હાજી એહમદ ઈસ્માઈલ, હબીબ એહમદ, (UNION BISCUITS) હાજી ઈસ્માઈલ (રશીદ ટેક્ષટાઈલ મિલ્સ) STR સાલેહ મોહંમદ (કોલંબો) એ મસ્જિદની ફરતે દુકાનો બનાવી તેની પાઘડી રૂપે ૧૧ અગિયાર લાખની રકમ એડવાન્સ બૂકીંગ પેટે મેળવી સિંધ સરકારના સંબંધિત ખાતામાં ચૂકવી આપવાનું તથા ન્યુ મેમન મસ્જિદના ટ્રસ્ટીઓ હંમેશાં મેમણો જ રહેશે; તેમ નકકી કરવામાં આવેલ હતું.

★ ન્યુ મેમન મસ્જિદની પ્રથમ કમિટી તા. ૧૭ ઓકટોબર ૧૯૪૮ના રોજ આયોજીત કરવામાં આવેલ હતી.

★ તા. ૧૫ જુલાઈ ૧૯૪૯ના દિવસે પ્રથમ અઝાન આપવામાં આવી હતી.

★ પાકિસ્તાનના ગવર્નર જનરલ ખ્વાજા નાઝીમુદીન સાહેબ હસ્તક તા. ૨૪ ઓગષ્ટ ૧૯૪૯ના દિવસે પાયા વિધિ કરવામાં આવેલ હતી.

★ તા. ૧૧ ઓકટોબર ૧૯૪૯ના રોજ પ્રથમ ટ્રસ્ટ બોર્ડની રચના કરવામાં આવેલ હતી.

★ છેલ્લા ટ્રસ્ટ બોર્ડમાં-મેનેજીંગ ટ્રસ્ટી હાજી અબ્દુલ રઉફ હાજી અબ્દુલ ગફફાર ખનાની તથા ટ્રસ્ટીઓઃ હાજી ઈબ્રાહિમ અ. કરીમ તેલી, હાજી મોહંમદ હાજી ઈસ્માઈલ ચામડીયા, હાજી જમાલ હાજી અબ્દુલ રઉફ એહમદાની, ઈકબાલ જાનમોહંમદ કસબાતી, હાજી અબ્દુલ અઝીઝ રંગીલા તથા હાજી મોહંમદ રફીક પરદેશી છે.

★ કબ્રસ્તાનની જમીન ઉપર મેમન મસ્જિદ બનાવવા માટે સૌ પ્રથમ સત્તાવાર દરખાસ્ત ઈબ્રાહિમ ડાડા ઓઝા મારફત મૂકવામાં આવી હતી; જેઓ મસ્જિદ કમિટીના પ્રથમ ચેરમેન હતા.

★ વલીમોહંમદ ચીનોય મસ્જિદ કમિટીના પ્રથમ સેક્રેટરી હતા.

★ હાજી ગની અબ્દુલ્લાહ બંદૂકડા (રશીદ ટેક્ષટાઈલ મિલ્સ) ઈબ્રાહિમ ડાડા ઓઝાના ઈન્તેકાલ બાદ ચેરમેનપદે ચૂંટાણા હતા.

★ મસ્જિદનું બાંધકામ તા. ૯ સપ્ટેમ્બર ૧૯૪૯થી શરૂ થયેલ હતું.

★ મસ્જિદનો કુલ વિસ્તાર ૧૭,૨૮૦ ચોરસવાર છે. મસ્જિદનો અંદરનો વિસ્તાર ૨૭૦×૧૦૦ ચોરસ ફૂટ છે. જયારે બહાર સેહનનો વિસ્તાર ૩૩૯૫ ચોરસવાર છે. મસ્જિદનો લોનવિસ્તાર ૩૦૦૦ ચોરસવાર છે. મસ્જિદની આજુબાજુમાં તેની માલિકીની ૪૦૦ દુકાનો/ઓફિસો આવેલી છે.

★ મસ્જિદની સાફ સફાઈ અને કાયમી દેખરેખ માટે ૨૫ વ્યકિતઓનો સ્ટાફ છે. તમામ મેઈનટેનન્સ ખર્ચ મસ્જિદની દુકાનો/ઓફિસોના ભાડાની આવકમાંથી થાય છે.

★ આ ન્યુ મેમન મસ્જિદની ડિઝાઈન બાદશાહી મસ્જિદ લાહોર અને જામા મસ્જિદ દિલ્હી કરતાં તદન જુદી છે.

★ ન્યુ મેમન મસ્જિદ બનાવવાનો ખર્ચ જે તે સમયે રૂા. ૧૭,૬૯,૦૫૧ સતર લાખ ઓગણસીતેર હજાર એકાવન થયેલ હતો.

('ઉપલેટા મેમન સમાચાર' ભારત ઈદ અંક-૨૦૧૩ના સૌજન્યથી)

ઉપલેટા કાઠિયાવાડ (ભારત)ના 'મેમણ સમાચારે' પોતાના ઈદ અંકમાં સમાવેલો

ન્યુ મેમન મસ્જિદ

બોલ્ટન માર્કેટ, કરાચી અંગેનો લેખ

પ્રેષકઃ ખત્રી ઈસ્મત અલી પટેલ. તરજુમોઃ એ.જી. દાતારી

New Memon Masjid

વિભાજન સમયે પાકિસ્તાનના કરાચી શહેરમાં ખારાદર-મીઠાદર અને મહત્વપૂર્ણ વેપાર વાણિજય વિસ્તારમાં એક વિશાળ જામા મસ્જિદની જરૂરીયાત હતી. જે હકીકતને ધ્યાનમાં રાખી મેમન સમૂદાય આગળ આવી કરાચીમાં ઉપરોકત વિસ્તારમાં એક વિશાળ મસ્જીદનું પ્રોજેકટ બનાવવા માટે કમર કસી, પરંતુ ઉપરોકત વિસ્તારમાં બોલ્ટન માર્કેટ પાસે એક જૂના વિશાળ કબ્રસ્તાન સિવાય અન્ય કોઈ વિશાળ જગ્યા ન હતી. વિભાજન પહેલાંના સમયથી જૂની સેંકડો કબરો ધરાવતા આ કબ્રસ્તાનને ખોદી સાફ કરી અને તેની ઉપર મસ્જિદ બનાવવા સિવાય બીજો કોઈ વિકલ્પ ન હતો.

* આટલી જૂની કબરો ખોદી તેની ઉપર મસ્જિદ કેમ બનાવવી ? આ માટે ઘણી મુશ્કેલીઓનો સામનો કરવો પડયો હતો. લોકો મૂંઝવણમાં હતા, પરંતુ ઉલેમાઓના એક સમૂહે એક ફતવો બહાર પાડેલો કે જો કબ્રસ્તાનમાં ઘર હોય તો તેની છત પર નમાઝ પઢી શકાય છે; જેથી આ મુશ્કેલી આસાન થઈ ગઈ અને બધાએ તે સ્વિકાર્યું. મસ્જિદ બાંધકામ કમિટી મારફત નકકી કરવામાં આવેલ કે-સૌ પ્રથમ સાત ફૂટ ઊંચી મજબૂત છત બનાવી તેના ઉપર મસ્જિદનું બાંધકામ કરવું.

* મસ્જિદનું નામ 'ન્યુ મેમન મસ્જિદ' રાખવાનું નકકી કરવામાં આવેલ. અને કબ્રસ્તાન ઉપર મસ્જિદ બનાવવાની મંજૂરી તે વખતના પાકિસ્તાનના ગવર્નર જનરલ ખ્વાજા નાઝીમુદીને આપેલ હતી. મસ્જિદ બનાવવા માટે ફાળો એકત્રિત કરવાનું કામ ઘણું કઠીન

ડાહી સાસરે ન જાય

(હઝલ)

અ. મજીદ રઝવી ભાણવડવાલા

આજે માનવી દુ:ખીના દાળીયે દેખાય છે
વિધિની કરૂણતા કેવી લેખ પણ ઊંધા લખાય છે

ઘરમાં છે ટીવી અને વીસીઆરની ભરમાર
છતાં ભાઈ જમાતના દફતરે ગરીબ લેખાય છે

નથી કીધી હજ કે નથી કર્યાં ઉમરા કયારેય
પણ પૈસાના જોરે શેઠ 'હાજી સાબ' કહેવાય છે

નથી જેના ચહેરા પર પ્યારા આકાની સુન્નત
મહેફિલોમાં એજ ભાઈ 'આશિકે રસૂલ' કહેવાય છે

કાલે જે ગધેડા પર બેસીને જતા હતા
આજ મોટરોમાં ફરતા ફરતા દેખાય છે

ઘર સામાનની લેતીદેતીનો કેવો વેપાર છે
છતાં સમાજમાં તલ્લાકોની કેવી ભરમાર દેખાય છે

લગ્નપ્રસંગની સાદગીની ભીતરમાં શું છે 'મજીદ'
ડાહી સાસરે ન જાય ગાંડીને શીખામણ દેવા જાય છે

દેશ પાકિસ્તાન ખપે

અબ્દુલ રઝ્ઝાક રૂબી

પંજ દરિયા જો ખુશ-ખુશાલ દેશ પાકિસ્તાન ખપે
ઢીગલે-મોઈ અનાજ ઊતારેવાળો દેશ પાકિસ્તાન ખપે

અલ્લાહમીયાજી રહેમત વરસે બારે મહિને દેશ મેં
લીલો-છમ ઘટાદાર ધરતીવાળો દેશ પાકિસ્તાન ખપે

ઊંચી ઊંચી પહાડીજી સાંકડી વાંકી-ચૂંકી સડક મેં
દેખાય ચારે-બાજુ કુદરતજો કમાલ દેશ પાકિસ્તાન ખપે

ચારે-કોર નઝર રખનતા પખ્તુન જવાન ખયબરમેં
જીવ હથેલીમેં હંમેશા રખનવાળો દેશ પાકિસ્તાન ખપે

સિંધજી પાક-જમીન મથ્થે વેઠા અઈન હુર બહાદરો
પીરો-મુરસદજી પુકાર સદા સુણાય દેશ પાકિસ્તાન ખપે

સોનચાંદી હીરામોતીજા ભંડાર છુપેલા બલુચિસ્તાનમેં
ધંગી ધરતી જા બલુચી જવાનેજો દેશ પાકિસ્તાન ખપે

યાદ કર, ચાર ભાગ જે મીનારે વેઠેલ ભા-રઝ્ઝાક
ભુલીજ મા ! બધે કે સંઘરવાળો દેશ પાકિસ્તાન ખપે

બિરાદરીના મુખપત્ર માસિક

'મેમણ સમાજ'

કરાચીને પોતાની જાહેરખબરો આપીને સહકાર કરો જેથી કરીને બિરાદરીના મુખપત્રને નાણાંકિય તંગીનો સામનો ન રહે.

પણ પ્રોત્સાહત આપવા લાચાર બનતી જઈ રહી છે.

હવે કેટલીક દલાલણો વગર પાઘડી-દહેજ અને વગર ઘરસામાને થતા સંબંધો લગ્નો માટે પણ મોટી તગડી દલાલી ઓકાવી રહી છે. છોકરાની ચીઠીમાં કેવળ છોકરાનું નામ આપીને એવું ફરમાન કરે છે કે વધુ વિગતો છોકરાથી જ પૂછી લેજો !

સગપણની વાત પાકી થઈ જાય તો એડવાન્સમાં અર્ધી દલાલી ઓકાવી લે છે. ફર્નીચર, સરસામાન, ભેટો કે અન્ય વસ્તુઓ ખરીદવા માટેની જગ્યાઓ દુકાનોની પણ તેઓજ દોરવણી આપતા હોય છે. ખબરદાર ! તેમની દર્શાવેલી વસ્તુઓ તેમજ ભેટો કે ફર્નીચર બીજે સ્થળેથી ખરીદી છે તો ?

આટલી હદની લાચારીના વાતાવરણમાંથી આપણે મહિલાઓને છૂટકારો અપાવવા માટે હવે અગાઉ કરતાં વધુ સખત પ્રયાસો કરવા પડશે.

પરંતુ કોઈ ભૂતપ્રેતની જેમ આપણી કેટલીક મહિલાઓના કપીડમાં પેસી ચૂકેલી આ દલાલણોથી તેમની જાન છોડાવવા માટે કોમની હિંમતવાન મહિલાઓ આગળ આવશે તો જ કઈ શુકરવાર વટી શકશે.

કોમની અમુક હિંમતવાન મહિલાઓ સ્વતંત્રપણે હિંમત દાખવીને પોતાનો કિંમતી સમય ફાળવીને મફત રાહેલિલ્લાહ સગપણ ગોઠવવાના પ્રયત્નો કરવા મેદાને પડી છે ખરી પરંતુ કોમ તરફથી કોમની અમુક હિંમતવાન મહિલાઓ સ્વતંત્રપણે હિંમત દાખવીને પોતાનો કિંમતી સમય ફાળવીને મફત રાહેલિલ્લાહ સગપણ ગોઠવવાના પ્રયત્નો કરવા મેદાને પડી છે ખરી પરંતુ કોમ તરફથી તેમને જોઈતું પ્રોત્સાહન મળી રહ્યું નથી. ખાસ કરીને લાલચુ-વર પક્ષના માવતરો પોતાના લાવલેખાની લાલચના કારણે તેમને મથક આપતા નથી. ઝાઝેભાગે કન્યા પક્ષના માવતરો જ તેમનો સંપર્ક સાધતા હોય છે જેના કારણે તેમને ભારે મુશ્કેલી વેઠવી પડે છે છતાં તેઓ હિંમત દાખવીને પોતાના કાર્યમાં અડીખમ છે. કોમની મહિલાઓને જોઈએ કે તેઓ તેમને સાથ-સહકાર આપે જેમાં સમગ્ર કોમનો લાભ છે ખાસ કરીને મધ્યમ અને ગરીબ વર્ગની કન્યાઓનું ઠેકાણું થઈ શકશે.

વાતચીત કરવાની કળા:-

પ્રેષક:- મોહંમદ શફી ગાંધી

વાતચીતમાં વાત આવે, રમુજ આવે, જ્ઞાન આવે, માહિતી આવે અને શી વાતો કરીએ, એના કરતાં આપણે જેવા હોઈએ એનું પ્રતિબિંબ વાતચીતમાં પડે અને તેમાં એનું ખરૂં મહત્વ છે.

વાતચીતમાં વિચારોની આપલે થાય.અને વ્યકિતત્વોનું મિલન થાય, વાતમાં આત્મા જ ડોકિયું કરે, શબ્દોમાં દિલના દર્શન થાય માટે એમાં વિવેક જોઈએ, નમ્રતા જોઈએ પોતાની વાત કહેવાની તૈયારી જોઈએ, સામેવાળાની વાત ઝીલવાની ઈન્તેજારી જોઈએ, બધાનો સહકાર જોઈએ, બધાના આદર જોઈએ. વાતચીત તો બુદ્ધિ, વિનોદ, સંસ્કાર અને સંવેદનાનો મેળો છે. કયારે બોલવું અને કયારે શાંત રહેવું, શું પુછવું, કોને ચડાવવું, કોના સંકોચને માન આપીને મૌન સેવવું, એ બધું એકી સાથે જાણવાનું છે અને જાણીને સાચવવાનું છે. વાતચીતમાં ભાગ લેનારાઓનું સૌનું ભાન સૌને રહેવું જોઈએ, સૌની વાત સંભળાય, સૌના વિચારો જણાય સૌનું વ્યકિતત્વ ખીલે એને જ વાતચીત કહેવાય અને એમાં સંસ્કારી માણસનો અનેરો આનંદ છે.

ફુલતા ફાલતા દલાલાણ દુષણ પર કાબુ કેમ મેળવી શકાય ?

નસીમ ઓસાવાલા

અત્યાર અગાઉ અનેકવાર કૂરિવાજોની નાબૂદી માટે ઉપાયો રજૂ કરવા માટે કોમીજનોની સંયુકત સભાઓ યોજવામાં આવતી રહી છે જેમાં ઝાઝેભાગે બિરાદરીમાં કૂરિવાજોના પોષક અને ઉપાસક તરીકે દલાલણ પ્રથાને કારણરૂપ ગણવામાં આવતી રહી છે. આ પ્રથાની નાબૂદી માટે પ્રયાસો કરવા માટે આગ્રહ સાથે પ્રયાસો પણ કરવામાં આવતા રહે છે પરંતુ આટઆટલા વિરોધ અને નફરત છતાં અત્યાર સુધી આપણી બિરાદરી દલાલણ પ્રથાને તિલાંજલી આપવામાં નિષ્ફળ રહી છે. બલ્કે, તેના વિકલ્પ રીતે અનેકવાર સગપણ ગોઠવવા માટે આગવી કમિટીઓની પણ રચના કરવામાં આવતી રહી છે. તે પણ નાસીપાસ થઈ ચૂકી છે બલ્કે, દલાલણોની આવશ્યકતાને સ્વિકારીને તેમનું રજીસ્ટ્રેશન પણ કરવામાં આવ્યું હતું અને તેમને સમાજમાં ફેલાયેલા કૂરિવાજોને અંકુશમાં લેવા માટે સહકાર કરવાનું પણ કહેવામાં આવ્યું હતું. દલાલીના દરો પણ નક્કી કરવામાં આવ્યા હતા પરંતુ તેનાથી કોઈ લાભ થવા પામ્યો નથી. દલાલણોનું વર્ચસ્વ અને કૂરિવાજો છે કે નિરંકુશ વધતા જ જઈ રહ્યા છે. કૂરિવાજોનું તો એવું જ છે કેઃ

દર્દ બઢતા ગયા
જું જું દવા કી !

કૂરિવાજોની નાબૂદી માટે કોઈ ઠોસ ઉપાય પણ સામે આવી શકયો નથી. આ માટે દોષ કોને દેવો ? આપણે, બલ્કે આપણી મહિલાઓ કોણ જાણે શા માટે દલાલણોની ટેકણલાગડી વગર ખાસ કરીને સુપુત્રીઓના સગપણ યોજી શકવા અશકિતમાન શા માટે છે. તેઓ આટલી હદે દલાલણોની લાચારી શા માટે સ્વિકારી રહી છે. દલાલણો વિના શું સગપણો આટોપી શકાતા નથી ? અન્ય બિરાદરીઓમાં દલાલણ પ્રથા નથી તેમની સુપુત્રીઓના સગપણ નથી થઈ જતાં ? અમે સુપુત્રીઓના સગપણનું વર્ણન એટલા સારૂં કર્યું છે કે સુપુત્રોના સગપણ માટે તો તેમને કદાચ દલાલણોની આવશ્યકતા ન પણ રહેતી હોય. અગર વધુ લાવ-લેખાની લાલચ ન હોય તો ? !

આપણી બિરાદરીમાં મહિલાઓ વરસો અગાઉ પડેલી આ ખોટી પ્રથાની એટલી બધી ઓસિયાળી-લાચાર બની ગઈ છે કે તેઓ સ્વતંત્રપણે સગપણ ગોઠવવાને લગભગ અશકય જ સમજવા માંડી છે. આ માટે તો પુરૂષો કરતાં મહિલાઓ જ માર્ગ કાઢી શકે એમ છે. તેઓ હામ ભીડીને કશો વ્યવહારૂ માર્ગ કાઢવો જ પડશે નહીંતર આ દલાલણો તેમનું જીવવું પણ ભારે કરી દેશે, બલ્કે અત્યારે પણ કરી રાખ્યું છે.

અરે અત્યારે કેટલીક મહિલાઓ તો પરસ્પર આપસમાં સગપણ ગોઠવે છે છતાં તેમની ઓળખીતી દલાલણો પાસે એવી રીતે સલાહ મેળવે છે જેવી રીતે કોઈ અસિલ પોતાના વકીલ પાસેથી સલાહ મેળવતો હોય છે.

કારણ, દલાલણો મહિલાઓની કમજોરી, લાચારીને જોઈને દલાલીના દરમાં પારાવાર, મનમાન્યું, નિરંકુશ વધારો કરતી જઈ રહી છે ને જરૂરતમંદો તેને આવકારી પણ રહ્યા છે ! એટલું જ નહીં, દલાલણોના દોરવણીથી તેઓ કૂરિવાજોને

બાંટવા મેમણ જમાઅત (રજી.) કરાચીનું મુખપત્ર

મેમણ સમાજ

ઉર્દૂ–ગુજરાતી માસિક

Memon Samaj

Honorary Editor:

Abdul Jabbar Ali Muhammad Biddu

Published by:

Muhammad Iqbal Billoo Siddiq Akhawala

THE SPOKESMAN OF BANTVA MEMON JAMAT (REGD.) KARACHI

Graphic Designing
A. K. Nadeem
Hussain Khanani
Cell : 0300-2331295

Printed at : City Press
Muhmmed Ali Polani
Ph : 32438437

June 2022 Zilqd 1443 Hijri - Year 67 - Issue 06- Price 50 Rupees

હમ્દે બારી તઆલા

નઝર ગફૂરી (મર્હુમ)

ન તુજથી કોઈ ઉત્તમ ન તુજથી કોઈ સારો છે
નિછાવર પ્રાણ તારા પર તું મુજને પ્રાણપ્યારો છે

ન તારી ઝાત છે ફાની, ન તારો કોઈ છે સાની
ન માંગુ કેમ તારાથી તું સૌને આપનારો છે

ભરોસો છે જગતભરને ખુદા તારી ખુદાઈ પર
યકીનન બેસહારાને ફકત તારો સહારો છે

તું દે છે કીડીને કણ, હાથીને મણ શક નથી એમાં
જરૂરત જેને જેવી છે, તું એવો આપનારો છે

ખરો મુશ્કીલકુશા છે તું ખરો હાજતરવાં છે તું
છે ખાલિક તુંજ માલિક તું, જગતને પાળનારો છે

ન હો જેના ઉપર તારી દયા દ્રષ્ટિ ખુદા મારા
થવાનો બેઉ જગમાં કયાં ભલા એનો ગુજારો છે

હતાં આમાલ એવા કયાં કે હું તારી દયા પામત
એ તારો છે કરમ કે અંધકારોમાં સવારો છે

વમળ, મઝધાર, આંધીથી નથી ડરતો હું જીવનમાં
તું મારી ડૂબતી નૌકા યકીનન તારનારો છે
મદદ માટે એ બીજા દર ઉપર નાખે નઝર શાને
ઈનાફતની નઝર જયાં તું 'નઝર' પર રાખનારો છે

પાકિસ્તાની સાહિત્ય 1947-2008
એકેડેમી અદબીયાત ઈસ્લામાબાદના સૌજન્યથી

ના'તે રસૂલે મકબૂલ (સ.અ.વ.)

'કવસર જુનાગઢી' (મર્હુમ)

દિલ મહીં તમ યાદના દિવા બળે
દર્શ કાજે આંખ નિશ દિન ટળવળે

શાહે આલમ ! આશ અંતરની ફળે
તમ પુનિત દર પર જિવન સંધ્યા ઢળે

ભાગ્ય એનું મોતીઓ સમ ઝળહળે
આપની જેને અનુકંપા મળે

હો અટલ શ્રદ્ધા સુખન પર 'ને અમલ
મંઝિલો તો સામે આવીને મળે !

રહેમતુલ લિ આલમીં છો આપ જયાં
મુંજ સમાને પણ ! લગાડી લો ગળે !

પાઠવું તમને દરૂદો ને સલામ
દિન પ્રતિદિન હર સમય 'ને હર પળે.....

એમનો સુમાર્ગ જો 'કવસર' ગ્રહે
આંખ ઝબકે એ પ્રથમ સૌ દુઃખ ટળે !

પાકિસ્તાની સાહિત્ય
1947-2008
એકેડેમં અદબીયાત ઈસ્લામાબાદના સૌજન્યર્થ